بچوں کی کتابیں

روٹی کس نے پکائی	۹ر	پیٹر دم کٹے کا کو	۸ر	غنچۂ حکمت	۵ر	بازیچہ	۴ر
پان کھا کر طبلہ بجا کر	۸ر	بی مینا کی اور کوا	۷ر	قیدی شیر	۵ر	ڈینس کا سوداگر	۴ر
چل مرے مٹکے ٹمک ٹم	۸ر	گلّی شکر [illegible]	۳ر	نصیحت کا کرن پھول	۸ر	پر پرواز	۵ر
پھر چگیاں کیا خاک	۸ر	چور لڑکا (ڈرامہ)	۴ر	آسمانی دولہا	۱۲ر	ذرا سوچیو	۴ر
ہتپو چپو	۸ر	صحت و صفائی	۶ر	آویزۂ گوش	۸ر	اتالیق	۵
تاک دنا دن تاکے	۸ر	بچوں کے اسمٰعیل	۸ر	نورانی کہانیاں	۷ر	بچوں کی پیاری کہانیاں	۴
تارا دھری تار	۴ر	پریم کی جیت (ڈرامہ)	۳ر	کائنات عرب	۶ر	اسیر قفس	۳
		احسن القواعد مکمل	۱۰ر	مشاہیر کا لڑکپن	۸ر		

اساتذہ اور ٹریننگ اسکولوں کے لئے

انشاء کی تعلیم۔ از سید [illegible] عظیم صاحب۔ [illegible] نگاری		اٹھنا بیٹھنا	۸ر	پستالوزی	۳ر
پر اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب	۸ر	لکڑی کا کام	۶ر	آسان املا	
باغبانی پروجیکٹ۔ از محمد عبد الغفار صاحب	۱۲ر	کاغذ سازی	۶ر	بچوں کی تربیت	
میلاد النبی پروجیکٹ " " "		پھلوں کی کھیتی۔	عا۸ر		

بچوں کا البم

بچوں کو چیزیں جمع کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اُن کا ایک بہت اچھا مشغلہ تصویریں جمع کرنا بھی ہے۔ اس البم میں چڑیوں، جانوروں، مناظر، مشہور عمارتوں اور لیڈروں کی تصویریں اور مزید تصویریں جمع کرنے کے لئے خانے دیئے گئے ہیں۔ قیمت عہ۔ پوسٹیج ۴ر یعنی عہ۴ر پیشگی بھیجیے۔ وی، پی سے تعمیل نہ ہوگی۔

مکتبہ جامعہ

دہلی، نئی دہلی، لاہور، لکھنؤ، بمبئی

پیام تعلیم

پیام تعلیم:۔ دہلی۔ سی پی۔ یوپی۔ برار، میسور۔ قلات، بنگال
رام پور۔ حیدرآباد۔ سندھ۔ کشمیر۔ پنجاب، بہار اور سرحد کے
محکمۂ تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ "منیجر"

جلد ۲۷ نمبر ۱

قیمت سالانہ
ے ر

فی پرچہ
ہر

فہرست مضامین اکتوبر سنہ ۴۵ء

ایڈیٹر:- محمد حسین حسان

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی۔ ڈی دیال پرنٹنگ پریس

پیام برادری کی بعض شاخیں اپنے قلمی رسالے بھی نکالتی ہیں۔ ان میں ایبٹ آباد کی شاخ کا قلمی رسالہ مکتب سب سے کامیاب ہے۔ عزیزی اسد طاہر خلجی اس کے ایڈیٹر ہیں۔ ان کا ایک ڈرامہ مکتب کے تازہ پرچے میں نکلا تھا "یوسف ڈاکو" اسے ہم اس پرچے میں نقل کرتے ہیں امید ہے کہ پیامی اسے پسند کریں گے

بچوں کی کوششوں کے صفحے میں ہم نے کچھ ہدایتیں لکھی ہیں۔ امید ہے کہ پیامی ان کا خاص طور پر خیال رکھیں گے۔

لطیفے، پہیلیاں اور کہاوتیں تو ہمارے پاس کافی آنے لگی ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ پیامی اپنے پرچے کے لئے کارٹون بھی بھیجا کریں۔ یہ کارٹون چاہے خود انہوں نے بنائے ہوں یا کسی اچھے کارٹون سے نقل کر کے بھیجے گئے ہوں

اگلے مہینے (نومبر میں) لندن میں تمام دنیا کے ملکوں کی تعلیمی کانفرنس ہو رہی ہے کوئی پچاس ملک اس کانفرنس میں شریک ہوں گے۔ ہمارے شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب بھی اس کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان تشریف لے گئے ہیں نومبر کے آخری ہفتے میں آپ واپس تشریف لائیں گے۔

جامعہ اسکاوٹ کے سلسلے میں اخلاص احمد صاحب صدیقی اور ان کے ساتھیوں کی سرگرمیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ پچھلے ہی مہینے تعلیمی مرکز قرول باغ کے اسکاوٹ بچوں کا کیمپ نجف گڑھ میں ہوا تھا، اور بہت کامیاب رہا۔

پہلی نومبر سے جامعہ اسکاوٹ کی طرف سے قرول باغ میں اسکاوٹوں کو بنوٹ سکھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔

بادل

خلیل الرحمن اعظمی

پھر برسات کا موسم آیا ۔ پھر آکاش پہ چھائے بادل
روئی کے گالوں کو لے کر ۔ دنیا میں پھر آئے بادل
چھم چھم چھم چھم چھم چھم ۔ میٹھا گیت سنائے بادل
سارے جنگل اور کھیتوں میں ۔ موتی سے برسائے بادل
لیجئے خوب اندھیرا چھایا ۔ دن میں راتیں لائے بادل
گھڑ گھڑ گھڑ گھڑ گھم گھم گھم گھم ۔ نقارہ سا بجائے بادل

دوڑو بھاگو اچھلو کودو
یہی سندیسا لائے بادل

نارنجی چوزے سیر کو چلے

(۲)

پروفیسر محمد عبدالغفور، علی گڑھ

مگر یہ ریل گاڑیاں تو روزانہ چلتی تھیں، پر بھی یہ گستاخی تو کسی نے کبھی نہ کی تھی کہ خالہ بلی کی پیٹھ پر آکر ٹک جائے۔ ان دونوں چوزوں کو تو خالہ نے بھی بہت اچھا سبق دیا۔ ایک دو تین اور یے گا شہر یہ! خالہ بلی ایک ساتھ دونوں کو چبا رہی تھیں۔

[illegible] میں مرغ ابا اور مرغی اماں خدا خدا کرکے اپنے [illegible]۔ بہت ہانپتے کانپتے بھاگ [illegible] پہنچے [illegible] سانس نہیں سما رہی تھی

[illegible] حال کہ ہر ایک اپنی اپنی [illegible] ایک صاحب کہہ رہے تھے۔ ارے [illegible] تو جھٹ امی کے [illegible] صاحب فرما رہے تھے۔ [illegible] تھوڑا ہیں۔ بڑے اطمینان سے اس ڈربے میں گھس گئے تھے۔ ڈربے سے ان کا مطلب۔ سڑک کی پلیا تھی، ان کا خیال تھا کہ مسافر مرغوں کے ٹھہرنے کے لیے کسی نیک آدمی نے یہ مرغ سرائے بنائی ہے۔

"چیو کم بختو، بس بھی کرو (نارنجی کی طرح گول گول دیدے نکال کر) ارے چوں چوں بند بھی کرے گا، کم بخت! کان کھا گیا؟

بیچارے مرغ ابا کا سانس پھول گیا۔ اتنی تکلیف انھیں بانگ دینے میں بھی نہ ہوئی تھی اور سچ تو یہ ہے ان کا کنبا ہی بھی بہت بھاری۔ سب مل ملا کے کوئی بیس چنگی پوٹے تو ہوں گے۔ ٹھیک ٹھیک گنتی تو وہ کبھی نہ کر پائے گے۔ گنتے بھی کیسے درجے کے بچے تھوڑا تھے۔ جب جی چاہا ایک ایک کرکے سب کو گن لیا۔ ان کے ہاں تو اگر دس ہیں تو پانچ کوڑا کرید رہے ہیں۔ لیجئے گنتی پھر دوبارہ کرنی پڑی۔ کچھ ایسا ہی آج ہو گیا۔ سب گھبرا کر تو اکٹھا کیا اور جناب ان میں دو غائب۔ بات یہ ہوئی کہ مرغ ابا تو بھی گھ

گھارنے لگے۔ ان دونوں کو موقع مل گیا۔ مرغ
ابا کی آنکھ بچا پھاٹک والے کے مکان میں گھس گئے
گھس تو نہ پاتے مگر اس وقت بی خالہ کی توجہ دوسری
طرف تھی وہ دوسرے چوزوں کے تان تان کے
گھونسے لگا رہی تھیں۔ انھیں ان بچوں کے آنے
کی خبر تک نہ ہوئی۔ اندر پھاٹک والے کی بیوی بیٹھی
اناج پھٹک رہی تھی۔ وہ دیکھتے ہی گھبرا کے اٹھی
اُسے دیکھ کر ان دونوں نے پر پھیلا کر اُڑنے کی
کوشش کی۔ ایک صاحب تو اس کی ساڑھی میں
الجھ کر رہ گئے۔ دوسرے صاحب اُڑ کر چھاج میں
جو گرے تو سب دانے بکھر گئے۔ پھاٹک والے
کی بیوی نے ہنگامہ مچا دیا۔ لینا لینا موئے کہاں
گھس آئے۔ میری ساڑھی نوچ ڈالی۔ یہ اس
چیخ پکار سے گھبرا کے جو نکلے تو دروازہ بھول گئے
اور رسوئی میں پہنچ گئے۔ ایک صاحب سے توے
کی ہنڈیا گرتے گرتے بچی۔ دوسرے صاحب چھینکے سے
الجھتے الجھتے بچے اب پورے آنگن کا چکر لگا رہے ہیں
مگر باہر جانے کا راستہ نہیں سوجھتا۔ ٹانگیں لرزتی
ہیں۔ ننھے ننھے دل کانپ رہے ہیں۔ کہ نکلیں تو
کیسے نکلیں۔ اتنے میں پھاٹک والے کا لڑکا اندر
آیا اور بولا "اہا۔ ماتا جی کتنے خوب صورت
چوزے۔ جیسے سچ مچ روئی کے گالے۔ تم نے تو
ہلکان کر دیا بچاروں کو۔"

یہ سن کر دونوں کی پریشانی کچھ کم
اور لڑکے نے دونوں کو نرم نرم ہاتھوں
پکڑ کر اپنے گالوں سے لگا لیا۔

اتنے میں میاں حمو میاں آواز آئی
پھاٹک والے سے باتیں کر رہے تھے۔" ارے
مل گئے مل گئے۔ یہ رہے! کم بختوں نے
پریشان کیا۔ ابھی ابھی مدرسے سے آ
بس کھانا کھانے بیٹھا تھا۔ منہ میں نوالہ تھا
تو بس "پہلے چوزوں کو ڈھونڈ کر لاؤ" گھ
گھومتے پیروں میں درد ہونے لگا۔ کُھ
سہی ذرا گھر تک پہنچنے دو ڈنڈوں سے خ
تو میرا نام حمو نہیں۔ سب سمجھ رہے۔

میاں اس وقت غصے میں ہیں بھلا
بھی کوئی گدھے ہیں کہ ان کی ڈنڈوں سے
لی جائے۔

راستے میں انھوں نے طوطا
اور نارنجی چوزے کو اٹھا لیا اور ان
دار پر گال سے ملا کے کہنے لگے، "مانو
پھر ایسی شرارت کروگے، کیوں؟"

دنیا میں سب سے نایاب اور قیمتی ٹکٹ کونسا ہے؟ سب سے زیادہ نایاب اور سب سے قیمتی ٹکٹ ایک سینٹ کی قیمت کا برٹش گائنا کا (۱۸۵۶ء) کا ہے۔ جہاں تک پتہ چلا ہے اس کی بس ایک ہی کاپی دنیا میں ہے۔ پیرس میں ایک صاحب کے پاس ٹکٹوں کا ایک بہت بڑا اور قیمتی ذخیرہ ہے۔ اس ذخیرے میں یہ ٹکٹ بھی ہے۔ اس کی قیمت پچاس ہزار شلنگ ہے۔

ڈاک کے سب سے پہلے ٹکٹ انگلستان میں ۱۸۴۰ء میں شائع ہوئے تھے۔ اس سے پہلے ڈاک کا خرچ خط بھیجنے والے یا وصول کرنے والے کو نقد ادا کرنا پڑتا تھا۔ داموں کی کمی یا زیادتی فاصلے کی کمی یا زیادتی پر تھی امریکہ میں ٹکٹوں کا رواج ۷۔ برس بعد یعنی ۱۸۴۷ء سے شروع ہوا۔

اب ٹکٹ جمع کرنا لوگوں کا خصوصاً لڑکوں کا ایک خاص مشغلہ بن گیا ہے۔ یہ بہت دلچسپ بھی ہے اور اس سے معلومات بھی بڑھتی ہیں +

ڈرپوک ڈاکو
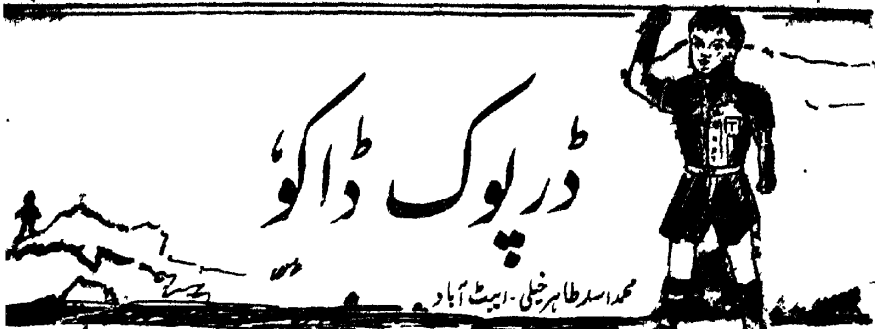
محمد اسلم طاہر خیلی ۔ ایبٹ آباد

کھیل میں کام کرنے والے

حمید :۔ عمر ۱۴ سال۔
طارق :۔ حمید کا چھوٹا بھائی۔
حمید کی ماں :۔ باپ اور چچا۔
رشید :۔ حمید کا بے تکلف دوست۔

(حمید کے چچا ابھی کچھ دیر ہوئی پشاور سے آئے ہیں، بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔)

...... تو جوں ہی میں نے اسٹیشن سے باہر قدم رکھا، ایک ناگ پھن پھیلائے بیٹھے میری طرف آرہا تھا، میں نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر دے مارا، بس وہیں سر ٹپک ٹپک کر مر گیا۔

حمید کی ماں :۔ اے ہے بھیا۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ اس نے تمھیں بچا لیا۔

حمید کا باپ :۔ ہاں بھئی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے میں شکرانے کے نفل پڑھوں گا۔

(حمید کا چھوٹا بھائی طارق رسی سے کھیل رہا ہے رسی حمید کے پاؤں سے چھو جاتی ہے۔)

حمید (چونک کر) :۔ سانپ سانپ

(سب ہنس پڑتے ہیں اور ڈرپوک ڈرپوک چلانا شروع کر دیتے ہیں۔)

حمید (کھسیانی ہنسی ہنس کر) اس میں ڈرپوک ہونے کی کیا بات ہے!

حمید کا باپ (ہنس کر) :۔ کیا ڈرپوں کے سینگ ہوتے ہیں۔

حمید کی ماں (مسکرا کر) :۔ آج سے اس کا نام ڈرپوک رکھ دو۔

دوسرا منظر

(حمید اور رشید کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے ہیں۔)

طارق (منہ بسور کر) :۔ اپی اپی اپی ہمیں بھی چائے دیجئے۔

حمید (خفا ہوکر) جاؤ اندر بیو۔ یہاں نہیں ملے گی۔ نالائق شریر کتنا گستاخ ہوگیا ہے

طارق :۔ اچھا، جائیے نہ بلائیے، ہم بھی..... ...... وہی نام۔ جی ہاں ......

حمید :۔ اچھا آؤ بیو، شیطان کہیں کا (ہنس کر) تم تو بڑے اچھے بھائی ہو آؤ کرسی پر بیٹھو

رشید :۔ بھئی یہ نام والی کیا بات ہے۔ طارق میاں کیا نام ہے تمہارے بھیا کا ؟

حمید (بات کاٹتے ہوئے) اجی یوں ہی بے وقوفی کی باتیں کرتا ہے۔

رشید (منہ بناکر) :۔ جی نہیں جناب، کوئی خاص بات ہے۔ کوئی دُکھتی ہوئی رگ ہے دوست!

طارق :۔ (کرسی سے نیچے اتر کر کمرے سے باہر نکلتے ہوئے) میں بتاؤں، میں بتاؤں ...... ڈرپوک

(حمید دوڑ کر پکڑنا چاہتا ہے، طارق بھاگ جاتا ہے)

رشید :۔ (قہقہہ لگاکر) اچھا یہ بات ہے۔ ڈرپوک میاں۔ اچھا، کل درجے ...... ہاں ...... اور پھر سارے مدرسے۔

حمید :۔ (خفا ہوکر) دیکھو حمید تم نے ایسی باتیں کیں تو کٹّی ہو جائے گی۔ سمجھے۔

رشید :۔ جی نہیں، میں ان دھمکیوں میں نہیں آتا مٹھائی کھلایئے، ڈرپوک صاحب نہیں تو بس سمجھ لیجیے، سارے مدرسے میں آپ ڈرپوک کہلائیں۔ کہئے رہی نا مٹھائی کی پکّی ......

تیسرا منظر

(حمید اپنے کمرے میں بیٹھا بڑ بڑا رہا ہے)

سبھی مجھے ڈرپوک کہتے ہیں۔ میں بھی اُنھیں بتاؤں گا کہ ڈرپوک کسے کہتے ہیں ـــــ ایسا کھیل کھیلوں گا کہ یہ بھی یاد کریں گے۔ اہا ...... کیا بات ذہن میں آئی ہے۔

(ذرا سوچتا ہے) بس کام بن گیا۔

جلدی جلدی شیروانی اور جوتا پہنتا ہے اور یہ بہانہ کرکے کہ اسکول میں ڈرامہ ہونے والا ہے، جگہ جگہ سے کپڑے مانگ لاتا ہے)۔

چوتھا منظر

(حمید مانگے کے کپڑے پہن کر آئینے کے سامنے جاتا ہے)

اہا میں تو سچ مچ ڈاکو معلوم ہوتا ہوں

عین مین ڈاکو۔ بس ایک پستول کی کمی ہے۔ (سوچتا ہے) ہو نہہ خوب یاد آیا۔
(باپ کے کمرے میں جاتا ہے اور کوٹ کی جیب میں سے پستول نکال لاتا ہے)

(پردہ)

پانچواں منظر

(حمید کے باپ اور چچا آنگن میں کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ باپ اخبار پڑھ رہے ہیں۔ چچا کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔)

باپ:۔ لو بھئی اور سنو، لاہور میں ایک سیٹھ کو ڈاکوؤں نے دن دہاڑے لوٹ لیا۔

حمید کے چچا:۔ خدا خیر کرے، اس قسم کی وارداتیں آج کل کثرت سے ہو رہی ہیں۔

(پستول چھوٹنے کی آواز آتی ہے۔ دونوں کے کان کھڑے ہوتے ہیں، حمید اندر داخل ہوتا ہے۔)

حمید کے چچا:۔ خدا کی پناہ، خود ڈاکوؤں سامنا.......

ڈاکو:۔ ہاتھ اوپر! ورنہ!! ....

(باپ اور چچا ہاتھ اوپر اٹھا لیتے ہیں۔ اور ——— اک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں۔)

حمید:۔ ایک قہقہہ لگاتا ہے، اور نقاب اتار کر پھینک دیتا ہے۔

باپ اور چچا:۔ (بھونچکے ہوکر) ارے تم ہو حمید!! نالائق کہیں کا۔
(کھسیانی ہنسی ہنستے ہیں)

حمید:۔ (مسکرا کر) کہئے کون ڈرپوک ہے؟

باپ:۔ شکر ہے کہ تم ہی تھے ورنہ میرا قیمتی قلم.....

چچا:۔ اور میری سونے کی گھڑی۔

(مکتب)

آل انڈیا ریڈیو سے اجازت کے بعد

دُنیا کا اُستاد ــــــ مشرق

پروفیسر محمد عبدالغفور صاحب، علی گڑھ

تو کارل میاں یہی حال ملکوں اور قوموں کا ہے۔ مسلمان لوگ یوں سمجھو مشرقی تمدن ہمارے ہاں لانے میں سب سے پیش پیش تھے۔ اسپین میں تو یہ لوگ ایک دیوار پرے (یعنی پہاڑ کے اس طرف) رہتے تھے۔ وہاں سے ان کا اثر پہاڑی دروں میں سے ہو ہو کر برابر آتا رہا جنوبی فرانس کیا، کئی ایک جگہ کے فن عمارت میں اس اثر کا گہرا رنگ جھلکتا ہے۔ تم نے اکثر مسجدوں میں قرآنی آیتیں لکھی دیکھی ہوں گی۔ ایسی خوب صورت کہ نقش و نگار کا دھوکا ہوتا ہے، جنوبی فرانس میں ایک گرجا کی عمارت پر لوگوں نے یہی آیتیں پھول پتیوں کی صورت میں بنا دیں۔ سینکڑوں برس تک لوگ انھیں نقش و نگار ہی سمجھتے رہے۔ پرانی عمارتوں کی محرابوں اور اُن کے نقش و نگار میں اسپینی عمارتوں کا اثر نظر آتا ہے۔ اگر تمھیں ٹولیڈو کی پرانی گلیوں میں پھرنے جانے کا اتفاق ہو تو تمھیں اکثر چھوٹی اینٹوں کے بنے ہوئے مکان ملیں گے وہی اینٹیں جو ہندوستان کے اکثر پرانے مکانوں میں لگی نظر آتی ہیں۔ اچھا آؤ تمھیں ایک ہندوستانی کہاوت سنائیں۔

کہیں کی اینٹ، کہیں کا روڑا
اور بھان متی نے کنبہ جوڑا

اس کہاوت میں انسانی تمدن کی کتنی سچی تصویر آگئی ہے۔

ہمارے ہاں کے تمدن کی عمارت دیکھنے میں تو یہیں کے معماروں کی بنائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ مگر تمھیں کیا معلوم اس میں کی کتنی اینٹیں مشرق سے اسپین کے راستے پہنچی ہیں، اور ہاں ان اینٹوں کے ساتھ کچھ روڑے بھی۔ یہ صلیبی جنگوں کے زمانے میں آئے صلیبی جنگیں سچ پوچھو تو مذہبی جنگیں نہیں تھیں بلکہ یہ مشرق و مغرب کی ٹکر تھی۔ اس ٹکر میں مشرق کامیاب رہا، اس لئے نہیں کہ اسے جنگ میں فتح ہوئی بلکہ اس لئے کہ مشرق نے یورپ کو اپنے تمدنی تحفے تحائف سے رام کر لیا۔ یورپ نے اس لڑائی کے سلسلے میں

بہت سی باتیں مشرق سے سیکھیں۔ سب سے پہلے
تو بارود اور آتشیں سامان جنگ کا استعمال تھا۔ بارود
سب سے پہلے چینیوں نے ایجاد کی۔ انھوں نے
تو اسے آتش بازی کے لئے بنایا تھا۔ یورپ والوں
کے ہاتھ جو لگی تو اس نے شریر بچے کی طرح ساری دنیا
کو جہنم زار بنا دیا۔ ساتھ ہی ساتھ یورپ نے ان صلیبی
لڑائیوں میں لڑائی کے طریقے اس کے آداب اور اس
کے طمطراق بھی سیکھے۔ نیزے کے سرے پر پھریرے
کے نشان اڑانا۔ جھنڈے پر امتیازی نشان لگانا،
طبل جنگ بجانا۔ بگل کا استعمال سبھی کچھ یہاں سے
لیا عمارتوں کے بنانے میں بھی نئی نئی چیزیں سیکھیں
عمارتوں کے ساتھ باغوں کے لئے نئے نئے پھل مثلاً
خربوزہ وغیرہ بھی ارض مقدس سے لائے گئے۔ سب سے
تماشے کی بات یہ کہ اکثر سپاہی یورپ سے روانہ ہوتے
وقت فرنگ یا رومن لوگوں کی طرح داڑھی مونچھ
منڈواتے تھے مگر جب واپس لوٹے تو یہ لمبی لمبی
داڑھیاں لئے ہوئے۔ لوگوں نے سمجھا شاید میدان
جنگ میں داڑھی منڈوانے کا موقع نہ ملا ہو۔
نہیں یہ بات نہیں تھی۔ ان جنگوں کے بعد یورپ
میں داڑھی کا رواج کچھ کچھ ہو چلا تھا۔"

اس پر کارل بولا "ماموں جان۔ آپ تو
باتوں باتوں میں کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ ہم تو
اپنے روزانہ پروگرام کے مطابق صابن سے منہ
دھونے کو تھے اور آپ نے روک دیا تھا۔ اچھا
خیر اب ناشتے کی میز پر آیئے۔ کیا یہاں بھی کسی اور
ملک کا اجارہ ہے؟"

"واہ بھئی کارل میاں! اجارہ کیا معنی یہ
سمجھو کہ سب کچھ دوسروں کا دیا ہوا ہے۔ سب سے
پہلے تو چائے اور چینی کے برتن اٹھاکر چین کو واپس
کر دو۔ چین کے لوگ کچھ ضرورت سے زیادہ شریف
واقع ہوئے ہیں۔ ورنہ وہ پتھر کے کوئلے پر بھی دعو
کر دیتے۔ اس کا استعمال بھی سب سے پہلے چینیو
ہی نے دنیا کو سکھایا اور دیکھئے یہ جو آپ چور
سے شکر منہ میں رکھنے کی فکر میں ہیں اس سے بھ
ہاتھ روک لیجئے۔ شکر کا تو لفظ ہی ہمارے ہاں ع
کے ذریعے آیا۔ شربت کو ہمارے ہاں کوئی نہ جانتا
اس لئے یہ لفظ جوں کا توں ان لوگوں سے لے
اور بھئی مجھے تو یہ ڈر ہے کہ اگر تم نے کوئی تو
اٹھاکر منہ میں رکھ لیا تو کوئی مرکزی ایشیا
ہندوستان کا رہنے والا یہ نہ پکار اٹھے کہ حضر
ہمارے سامنے ہماری سب سے پہلے دریافت
کی ہوئی چیز پر یوں دانت تیز کرتے ہو۔ تمھیں معل
ہے گیہوں کا دانہ دنیا میں کہاں سے پھیلا۔ غالباً اس کا
وطن ہندوستان یا مرکزی ایشیا ہے۔ یہ تو
سینکڑوں کیا ہزاروں سال کی بات ہے۔ ابھی پچھ
صدی میں امریکہ کے ایک ماہر زراعت نے دنیا

کی پانی مٹی کے لئے بہترین بیج دریافت کرنے کی کوشش کی۔ بچارے نے سالہا سال تجربے کئے۔ ذرا کامیابی نہ ہوئی، مگر تم جانو ہمت والے لوگ جلد ہارتے نہیں جب گھر پہ کامیابی نہ ہوئی تو اچھے بیج کی تلاش میں ایک دنیا کا چکر لگایا۔ پھرتے پھراتے مرکزی ایشیا میں گیہوں کی ایک ایسی قسم ملی جو امریکی آب وہوا میں خوب پھلی پھولی۔

ہاں ذرا دودھ کی پیالی بھی اُٹھاکر ایک طرف رکھ دو۔ مٹن چاپ تو کبھی ہاتھ سے نہ چھونا یہ چیزیں تو بھیڑوں اور پالتو جانوروں سے حاصل کی گئی ہیں۔ ان جانوروں کو سب سے پہلے مشرق کے لوگوں نے پالتو بنایا اور ریوڑوں میں رکھنا شروع کیا۔ ان سے دودھ اور دوسری چیزیں بھی انھی نے حاصل کیں۔

لو بھئی کارل میاں تمھارے ناشتے کی میز تو بڑھا دی گئی۔ اب دفتر کا وقت ہو گیا اچھا آؤ آج تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔ دیکھنا ذرا سنبھل کے بیٹھنا۔ یہ پہیے دار گاڑیاں بھی تو سب سے پہلے مشرق ہی کے لوگوں نے ایجاد کیں۔ اس کا سہرا بابل والوں کے سر ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو انھوں نے پہیے ایجاد کئے، جبھی تو یوں فرّاٹے بھرتے چلے جا رہے ہو۔ نہیں تو بے پہیوں کی گاڑیوں۔ بلکہ یوں سمجھو کہ تختوں پر گھسٹنا پڑتا۔"

اب تو کارل کچھ چپ سے ہو گئے۔ اتنے میں ماموں جان کا دفتر آ گیا۔ کارل کا ارادہ آج مدرسے سے چھٹی لینے کا تھا۔ عرضی لکھنے کے لئے ایک کاغذ مانگا۔ اُن کے ماموں بولے "بھئی آج تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ صبح سے جو اُٹھے ہو تو برابر ایسی چیزیں مانگے جا رہے ہو جو دوسروں کی ہیں۔ کارل حیران ہو کر بولا:-

"کیوں ماموں کیا کاغذ بھی؟"

جی نہیں تو کیا آپ کے خیال میں دنیا کے جنم دن سے ہی کاغذ کے کارخانے شروع ہو گئے تھے۔ کاغذ کا استعمال تو دنیا کو چین نے بتایا۔ ایک زمانے تک ہم تو کیا یونانیوں جیسی ہنر والی قوم چمڑے اور جھلیوں پر لکھتی رہی یہ تو خدا بھلا کرے اسپین کے مور لوگوں کا۔ انھوں نے یہ فن اپنے ملک میں رائج کیا۔ چین کے لوگ تو زیادہ تر شہتوت کے پتوں اور چھال سے بناتے تھے۔ اسپین میں اس کی اتنی فراوانی نہ تھی۔ ہاں عرب لوگوں نے وہاں سوتی کپڑے کا رواج بہت دے دیا تھا۔ کپڑے پرانے ہو کر بے کار ہو گئے تو انھیں یہ سوجھی کہ انھیں کسی نہ کسی طرح کارآمد بنایا جائے بس جبھی سے وہاں چیتھڑوں اور گودڑ وغیرہ سے کاغذ بنانے کا فن شروع ہوا اور وہاں سے آہستہ آہستہ پورے یورپ پر پھیل گیا۔

ایک اچھا تمدن تو یوں سمجھو جیسے کوئی پھول دار درخت ہو اور تم جانو لوگ پھول دار درخت کے پاس ہی آتے ہیں۔ کانٹے دار ناگ پھنی کے تو کوئی پاس بھی نہیں پھٹکتا۔

اگر یہ پھول دار پودا کہیں ندی نالے کے کنارے ہوا تو اس کے پھول بہتے بہاتے خدا جانے کہاں کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اور دنیا کے چار گوشوں کو مہکا دیتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ شوقین مزاج لوگ اسی مقصد کے لئے دور دور سے آتے ہیں۔ اور اپنا دامن ان پھولوں سے بھر کے جاتے ہیں۔"

ماموں کی یہ باتیں سن سن کر کارل میاں کچھ ایسے محتاط ہوگئے ہیں کہ کسی چیز کو چھوتے ہوئے بھی جھجکتے تھے۔ انھوں نے کچھ رکتے رکتے ایک تصویر کی کتاب اٹھائی۔ ماموں نے نگاہ اٹھائی تو جھٹ رکھ دی۔ یہ دیکھ کر ماموں مسکرا کر بولے "بھئی کارل شرماؤ مت، اٹھالو اس میں شرمانے کی کیا بات ہے" کارل بولے ماموں میں یہ سمجھا کہ شاید یہ بھی کہیں مشرق سے نہ آئی ہو"

نہیں کارل یہ کتاب تو مشرق سے نہیں آئی مگر چھاپے کا فن تو سب سے پہلے چینیوں نے ایجاد کیا۔ یہ ہمارے کاغذ کے چھپے ہوئے نوٹ جن سے پوری دنیا کا کاروبار چل رہا ہے۔ سب سے پہلے چین ہی میں رائج ہوئے۔ اور بھی کارل میاں دوسرے دیسوں کی اچھی چیزیں سیکھنے میں شرم کاہے کی اپنے ہاں کی اچھی چیزیں سکھو۔ باہر کی ملیں تو انھیں بھی گلے لگاؤ دنیا نے تہذیب و تمدن میں اس طرح باہمی میل جول اور لین دین ہی سے ترقی کی ہے۔ ورنہ انسان تو شاید اب بھٹوں اور غاروں سے باہر نکل کر رہنا بھی نہ سیکھ پاتا

لیجئے کارل اور ان کے ماموں تو رخصت ہوئے تم لوگوں میں خدا جانے کتنے کارل ہوں گے اس میں کوئی بری بات بھی نہیں۔ ہمارے ملک نے تو دنیا کو اتنا کچھ دیا ہے کہ تم اگر کارل کی جگہ ہوتے تو یقیناً تمھیں اپنے ماموں سے اتنا شرمانا نہ پڑتا۔ لیکن ہمیں ڈر ہے کہ تم میں سے بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو سمجھتے ہیں کہ ہماری تہذیب تمدن میں سب کچھ دوسروں کا ہے ہمارا کچھ بھی نہیں، اور جو ہم سے پوچھو بالکل صحیح بات نہ تو کارل کی ہے نہ دوسرے لوگوں کی ہندوستان نے بھی دوسرے ملکوں کی طرح بہت کچھ دنیا سے سیکھا ہے اور اس سے زیادہ سکھایا بھی ہے۔ اور تو اور بھی حساب لے لو۔ سچ جانو اگر ہندوستان پوری دنیا کو ہندسے لکھنا نہ سکھاتا تو اب تک ساری دنیا انگلیوں پر حساب لگایا کرتی اور بھول بھول جاتی

بچوں کی نظمیں

مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیرّ
کی
اصلاح کے بعد

میرا مدرسہ

مرزا اکرم علی بیگ ناز کیمبل پور

اہا پیارا پیارا مرا مدرسہ | اہا سب سے نیارا مرا مدرسہ
ہمیں عقل دیتا ہے صبح و مسا | پلاتا ہے بھر بھر کے جام علم کا
سبھی مدرسوں کا ہے یہ بادشاہ | اہا پیارا پیارا مرا مدرسہ
سبھی اس کے کمرے ہوادار ہیں | ہر اک میں لگے نقشے دو چار ہیں
صفائی تو دیکھو ذرا ہر جگہ | اہا پیارا پیارا مرا مدرسہ
ہے باغ اس میں اور صحن اک کھلا | چلو ہم وہیں چل کے کھیلیں ذرا

تیوہاروں کی دیتا ہے چھٹی سدا
اہا پیارا پیارا مرا مدرسہ

کشمیر کے نظارے

شیخ محمد دین سالک لاہور

کشمیر نظارے | جہلم کے کنارے
کیسے ہیں پیارے | کیسے ہیں پیارے

جیسے ہوں ستارے
چل دیکھ نظارے

آئی ہے یہ رات | پہنے ہوئے بانات
کپڑوں کو سنبھالے | زلفوں کو سنوارے

جہلم کے کنارے
چل دیکھ نظارے

جگنو ہیں چمکتے | تارے ہیں دمکتے
ٹوٹے ہیں یہ تارے | اُڑتے ہیں شرارے

جہلم کے کنارے
چل دیکھ نظارے

برسات

امام الدین انصاری گوہر

کالی کالی گھٹائیں آئیں | سارے عالم پر وہ چھائیں
ہر شے پر مستی چھائی | برکھا آئی برکھا آئی
خوش ہے ساری خلق خدا کی | اور کبھی برسے سب نے دعا کی
بچے خوش ہیں شوق کے مارے | پیر و جواں مسرور ہیں سارے
جنگل میں حیوان اچھلتے | کوٹھوں پر انسان اچھلتے
کوئل اور پپیہے قمری | گاتے ہیں مل کر باغ میں ٹھمری
موروں نے اک آواز لگائی | بھولے ہوؤں کی یاد سی آئی
مینڈکوں نے پھر شور مچایا | شور مچایا گا گا گا یا

گوہر پر بھی مستی چھائی
تے سے غزل اک سوز کی گائی

برسات کی بہار
رفعت قدیر، لکھنؤ

رم جھم رم جھم برکھا برسے　　کوئل کوکے بلبل چہکے
گائے خوشی میں ملہار
آئی برسات کی بہار

رنگ برنگے پھول کھلے ہیں　　پودے ہر سو جھوم رہے ہیں
ہیں یہ خوشیوں میں سرشار
آئی برسات کی بہار

کالی کالی گھٹاؤں نے　　ندی نالے ایک کیے
آسماں ہی گھر بار
آئی برسات کی بہار

نئے نئے پودے نکلے　　طرح طرح کے پرندے چہکے
چھایا گل بوٹوں پہ نکھار
آئی برسات کی بہار

ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کا شور　　بن میں ناچیں مورنی مور
بوندیں ہوئیں ان پہ نثار
آئی برسات کی بہار
او مل کر گائیں اک بار
آئی برسات کی بہار

لوری
خالد مجید سلطان، انبالہ

سوجا سوجا لاڈلے میرے　　شیدا ہیں سب جگ میں تیرے
پیاری جھولا تجھ کو جھولاؤں　　تازہ میٹھا دودھ پلاؤں
چھوٹا سا اک گیت سناؤں　　سُنتے تیرا دل بہلاؤں
تو ہی سب کے من کا پیارا　　آنکھ کا تارا راج دلارا
آجا آجا نندیا آجا　　اس بھولے بچے کو سلاجا
صبح اُٹھے اسکول کو جائے　　شوق سے اپنا سبق دہرائے
جلدی سوئے جلدی جاگے　　لکھنے پڑھنے سے نہیں بھاگے

آجا آجا نندیا آجا!
اس بھولے بچے کو سلا جا!

جاگ ذرا او سونے والے
فرقان الحق نجیب آباد

چین کی نندیا سونے والے　　اپنی دنیا کھونے والے
تیرے دل میں جوش نہیں ہے　　تجھ کو اپنا ہوش نہیں ہے
جاگ ذرا او سونے والے

تیرے ساتھی سارے جاگے　　اپنے اپنے کام پہ بھاگے
کام ہے تیرا آگے بڑھنا　　کام ہے تیرا لکھنا پڑھنا
جاگ ذرا او سونے والے

اُٹھ کر تو اک باغ لگادے　　نغمہ آزادی کا سنادے
غفلت کے پردے کو ہٹادے　　حق کی راہ پہ جان مٹادے
جاگ ذرا او سونے والے

اچھی سیر ہوئی

محمد غوث انصاری
(لکھنؤ)

برسات کا موسم، شام کا وقت، بادل گھرے ہوئے، ہلکی ہلکی پھوار، ایسے میں کس کا دل سیر کو نہ چاہے گا۔ اور پھر میاں مشتاق، گھومنے پھرنے کے گویا مریض ٹھہرے نکل ہی تو کھڑے ہوئے۔ اکیلے بھلا کیا مزہ آتا۔ اپنے تمام دوستوں کو تلاش کرنے لگے۔ اور تو کوئی ملا نہیں حامد اور مسعود سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ یہ دونوں بھی گھومنے پھرنے میں کچھ کم نہ تھے۔ تینوں کے تینوں بنارسی باغ پہنچے۔ لیکن بھلا یہ لوگ سیدھے راستے سے جانے والے کہاں۔ کٹہرہ پھاند پھاند کر اندر داخل ہونے لگے، مشتاق اور حامد تو پھاند گئے مسعود پھسلن کی وجہ سے گر پڑے اور کٹہرے کا ایک سلاخچہ بے چارے کے پاؤں میں گھس گیا اور اچھا خاصہ زخم بنا دیا خون اس بری طرح بہنے لگا کہ رکنے میں نہ آتا تھا۔ چہرہ زرد ہوگیا مشتاق اور حامد فوراً انھیں قریب کے ایک ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گئے۔ بڑی خیریت ہوئی ڈاکٹر صاحب مطب میں موجود تھے۔ خون اب تک نکل رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے فوراً خون روکنے کی تدبیریں کیں۔ خدا خدا کرکے تھوڑی دیر بعد خون رکا۔ اور ان سب کی جان میں جان آئی۔ خون رک جانے کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مرہم پٹی کی اور مسعود کو ایک صوفے پر لٹا دیا۔ اتنا بہت سا خون نکل جانے کے بعد آرام بہت ضروری تھا۔ میاں مشتاق بھی پاس بیٹھ گئے جیسے کسی بہت گہرے سوچ میں ہوں۔ بال کی کھال نکالنے کی تو عادت ہی تھی۔ آخر ڈاکٹر صاحب پوچھ ہی بیٹھے۔ یہ خون کا معما ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔

ڈاکٹر صاحب مشتاق کا یہ سوال سن کر ہنسنے لگے

ڈاکٹر صاحب:۔ میاں! یہ بہت بڑی کہانی ہے۔

مشتاق:۔ ڈاکٹر صاحب کچھ تو بتائیے؟

ڈاکٹر صاحب:۔ اچھا سنو! ابھی ان کے پاؤں سے کس رنگ کا خون نکلا تھا؟

مشتاق:- سیاہ رنگ کا سُرخی مائل۔
ڈاکٹر صاحب:- تیزی سے نکلا تھا؟
مشتاق:- جی ہاں۔
ڈاکٹر صاحب:- اور بھی کسی کے خون نکلتے دیکھا ہے؟
مشتاق:- کئی مرتبہ۔
ڈاکٹر صاحب:- لیکن رنگ پر بھی غور کیا ہے؟
مشتاق:- جی نہیں۔
ڈاکٹر صاحب:- دیکھو بھئی۔ خون تین قسم کے نکلتے ہیں۔ ایک تو سُرخ چمک دار نکلتا ہے اور جھٹکے کے ساتھ۔ یہ خون آرٹریز (ARTERIES) سے نکلتا ہے۔ آرٹریز وہ نلیاں ہیں جو دل کی طرف سے صاف خون جسم کے ہر حصّے میں پہنچاتی ہیں۔ اور خون دل کی دھڑکن کے ساتھ نکلتا ہے۔ اس کو روکنے کے لیے جسم میں مختلف جگہوں پر آرٹریز دھڑکتی ہوئی ملیں گی، جیسے نبض۔
مشتاق:- تو ڈاکٹر صاحب ابھی مسعود کے جو خون نکلا تھا وہ کس قسم کا تھا۔
ڈاکٹر صاحب:- یہ خون وینس (VEINS) سے نکلا تھا......... اس کا رنگ سیاہ سُرخی مائل تھا اور فوارے کی طرح نکلا تھا۔ کیونکہ وینس جسم بھر کا گندہ خون دل کی طرف صاف کرانے کے لیے لے جاتی ہیں۔ اس سے نکلتے ہوئے خون کو روکنے کے لئے اس کے سوا اور کوئی ترکیب نہیں کہ جس جگہ سے خون نکل رہا ہو ٹھیک اُسی جگہ پر بہت صاف کپڑا رکھ کر انگوٹھوں سے دبایا جائے، اور اس وقت تک دبائے رکھیں، جب تک خون بالکل بند نہ ہو جائے۔
مشتاق:- ڈاکٹر صاحب! تیسرے قسم کا خون کیسا ہوتا ہے؟
ڈاکٹر صاحب:- تیسرے قسم کا خون کیپلیریز (CAPILLARIES) سے نکلتا ہے۔ یہ گلابی مائل سُرخ ہوتا ہے اور قطرہ قطرہ کرکے نکلتا ہے کیپلیریز بہت ہی مہین مہین نالیاں ہیں جو جسم کے ہر ہر حصّے میں پھیلی ہوئی ہیں ان نلیوں کا کام یہ ہوتا ہے کہ آرٹریز سے وہ تمام چیزیں لے کر جو جسم کو قوت بخشتی ہیں جسم کے ہر ہر حصّے میں پہنچاتی ہیں۔ اور چونکہ یہ خون بہت ہی تھوڑا تھوڑا نکلتا ہے صرف دھو دینے سے رک جاتا ہے۔
مشتاق:- ڈاکٹر صاحب! اب تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ دل میں خون صاف کس طرح سے ہوتا ہے۔
ڈاکٹر صاحب:- تمہارا یہ سوال بہت اہم ہے اس کے لئے دیکھو میں نقشہ بنا کر سمجھاتا ہوں

ہاں دیکھو بھئی۔ دل کے دو حصے ہیں۔ ایک داہنا
اور دوسرا بایاں۔ سارے جسم کا گندہ خون دل
کے بائیں حصے میں داخل ہوکر
ایک موٹی سی نلی کے ذریعے،
پھیپھڑوں میں پہنچ جاتا ہے۔
جب ہم سانس لیتے ہیں تو وہ
پھیپھڑوں ہی میں جاتی ہے۔ اسی
سانس کے ذریعے آکسیجن گیس
بھی پہنچتی ہے۔ اور یہی گیس
ہمارے خون کو صاف کرتی
ہے۔ خون جب یہاں صاف ہوجاتا ہے، اس
وقت یہ دل کے داہنے حصے میں پہنچتا ہے۔ جہاں
سے آرٹریز کے ذریعے جسم کے ہر حصے میں پہنچ جاتا
ہے۔ دل کا کام محض پمپ کرنا ہے۔ ورنہ صفائی کا
کا کام پھیپھڑے ہی کرتے ہیں، اور اس پورے کام
میں آدھے سیکنڈ سے بھی کم وقت لگتا ہے۔
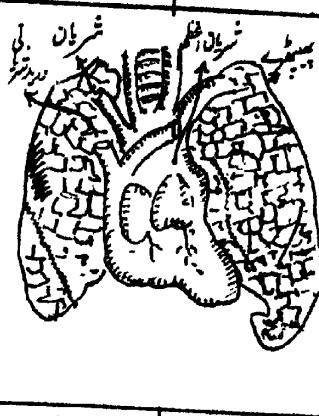
مشتاق:۔ تو ڈاکٹر صاحب ہمارا دل ایک
منٹ میں کتنی بار دھڑکتا ہے؟

ڈاکٹر صاحب:۔ تندرست آدمی کا دل تو ایک
منٹ میں ۷۲ مرتبہ دھڑکتا ہے۔ بچوں اور
بیمار آدمیوں کا دل زیادہ زور
زور سے دھڑکتا رہتا ہے۔ آرام
کرنے سے رفتار ذرا دھیمی ہوجاتی
ہے۔ مثلاً کھڑے رہنے کے نسبت
لیٹنے سے رفتار کم ہوجائے گی
محنت کرنے سے بڑھ جاتی ہے
مثلاً تم دوڑو یا دوڑ کا کھیل کھیلو
یا کسرت کرو اس سے دل بہت
تیزی سے حرکت کرنے لگے گا۔ خون کا دوران بڑھ
جائے گا۔ اس لئے یہ تمام چیزیں بہت فائدہ مند ہیں
کیونکہ خون جلدی جلدی صاف ہوکر ہمارے جسم
میں پھیل جاتا ہے، اور تندرستی اچھی رہتی ہے۔

مسعود ذرا ٹھیک ہوگئے تھے اس لئے تینوں کے تینوں
اٹھ کھڑے ہوئے ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرکے چلے گئے
ابھی طرح چل ہی نہ پاتے تھے مجبوراً مشتاق اور حامد کو سہا
دے کر ان کے گھر تک پہنچانا پڑا۔ بہرکیف آج ان کی سیر خو

کوڑی کا چکر

(کھیل)

گھاس کا یا جھاڑو کا سخت سا تنکا لو۔ اسے چٹکی سے خوب بل دے
پھر اس میں کوڑی پھنسا کر اسے زمین میں گاڑ دو۔ اب اس پر پانی چ
کوڑی چکر کھانے لگے گی، لوگ دیکھ کر حیران ہو جائیں گے۔

بچوں کی کوششیں

ان صفحوں میں صرف چھوٹے بچوں کے مضمون چھپیں گے۔ مضمون جتنے مختصر ہوں گے اتنے ہی جلد چھپ سکیں گے۔ مضمون یا کہانی زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سو لفظوں کی ہو تو چھپ سکتی ہے۔ لطیفوں، پہیلیوں اور کہاوتوں کو ہر حال میں ترجیح دی جائے گی۔

(ایڈیٹر)

لطیفے

ایک صاحب کو رات کے وقت مچھروں نے کاٹا، اُنھوں نے تنگ آ کر بجلی گُل کر دی کہ اندھیرے میں مجھے کہاں ڈھونڈیں گے۔ اتفاق کی بات روشندان سے ایک جگنو کمرے میں آ گیا۔ اب تو یہ ایک دم چلّا اُٹھے۔ "لو، کم بخت مجھے ڈھونڈنے کے لئے بیٹری لے آئے ہیں۔

قاضی جمیل احمد۔ نزہت

کرایہ دار:۔ گھر کی چھت میں شہتیر اور کڑیاں چرمراتی ہیں، مرمت کرا دیجئے۔

مالک مکان:۔ کوئی فکر نہ کیجئے۔ تسبیح پڑھتی ہوں گی۔

کرایہ دار:۔ مگر ڈر ہے کہ تسبیح پڑھتے پڑھتے کہیں سجدہ نہ کرنے لگیں۔

نسیم اللہ ترنسار

ایک بار مرزا غالب سے کسی نے پوچھا "رتھ کو مذکر کہا جائے یا مؤنث"۔ مرزا صاحب نے برجستہ جواب دیا" میاں جب رتھ میں آدمی بیٹھے ہوں تو مذکر کہو۔ جب عورتیں بیٹھی ہوں تو مؤنث کہا کرو"۔

سید رفیق احمد

ایک افیمی اپنے دوستوں سے کہنے لگا: "اگر کوئی بتا دے کہ میرے دامن میں کیا ہے۔ تو اُسے میں ان انڈوں میں سے ایک دے دوں گا۔ اور اگر کوئی یہ بتا دے کہ وہ کتنے ہیں تو میں اسے بیسوں انڈے دے دوں گا"۔

دوسرا افیمی:۔ کچھ اتا پتا بتاؤ۔

پہلا:۔ اوپر چھلکا اندر سفیدی، سفیدی کے اندر زردی۔

دوسرا:۔ بھئی یہ تو بہت مشکل پہیلی ہے۔

محمد طارق صدیقی۔ کانپور

عینک ساز:۔ اس چارٹ میں آپ کتنی سطریں پڑھ سکتے ہیں؟

مریض:۔ چارٹ ہے کہاں؟

عرفان :- آپ یہ کیا لکھ رہے ہیں۔
نہال :- احمد کو خط لکھ رہا ہوں۔
عرفان : اس قدر آہستہ آہستہ ؟
نہال :- وہ تیز نہیں پڑھ سکتا۔

اسرار قادری سیوہارہ

ایک بار یورپ کے کسی ملک میں سخت قحط پڑا ہونے ہوتے یہ خبر وہاں کے بادشاہ تک پہنچی اسے بہت تعجب ہوا۔ اور بولا "اف فوہ ہماری رعایا اس قدر غریب ہوگئی۔ اچھا ان لوگوں سے کہو ڈبل روٹی اور کیک کھائیں۔ پھر انتظام کیا جائے گا۔

عبدالغنی سیوہارہ

باپ :- دیکھو بیٹا تم کفایت شعاری سے کام لیا کرو۔
بیٹا :- کفایت شعاری کیا ہوتی ہے ؟
باپ :- اپنے سارے دام خرچ نہ کیا کرو کچھ بچا بھی لیا کرو۔
بیٹا :- تب تو میں ایک کوڑی بھی خرچ نہیں کرتا۔ سودے والے سے ہمیشہ اُدھار ہی لیتا رہا ہوں۔

محمد سعید احمد صدیقی
رامپور

پہیلیاں

ہرا دستہ لال میاں ۔ اُف اُف کرتا پھرے بڈھا

(مرچ)

اوپر سے گری آگ نا کوئلہ نا راکھ

(بجلی)

ایک پرند ہوا میں اڑتا ہوا سے اڑ جائے
کھاتا وہ پٹرول زمیں کا زمیں سے پر پھیلائے

ہوائی جہاز

مونچھیں ہیں انسان نہیں پر
پیڑ چڑھے انگور نہیں پر
گردن کترے شیر نہیں پر

بلی

خواجہ عبدالعلیم ، فیروز عالم کانپور

ایک راجہ نے محل بنایا ۔ تھم کے اوپر بنگلہ چھایا
صبح ہوئی تو باجی بم نیچے بنگلہ اوپر تھم

اقبال احمد خاں اور گڑھ شنکر ۔ مدھانی

جناب عالی سر پر جالی ۔ ہڈیاں بہت پیٹ خالی
عتیق الحسن، کلکتہ ۔ مونڈھا

ہری رکابی اُجلا بھات ۔ سہیلی ہاتھے ہاتھ

چنبیلی کا پھول

اوپر سے گرا چیں چوں ۔ ماسٹر صاحب کی داڑھی نوچوں
معین الدین سوریا گھاٹ ۔ تاڑ کا پھل

پھلوں کے نام

پیام برادری سب سے بہتر برادری ہے۔ سیب
پیام تعلیم کے لاجواب مضمون ہوتے ہیں۔ کیلا
ماشاء اللہ خاں اردو کے ایک شاعر تھے انار
منگو بھی ہمارے ساتھ پڑھنے جایا کرتا تھا گوبھی
جب میں جلسے میں گیا میرا بھائی میرے ساتھ
گیا۔ آم

ہری شنکر قرول باغ

میں کون ہوں

میرا پہلا حرف شاہ آباد میں ہے، جہاں آباد
میں نہیں۔
میرا دوسرا حرف آسام میں ہے۔ سیلوں میں
نہیں۔
میرا تیسرا حرف گیا میں ہے، پٹنے میں نہیں۔
میرا چوتھا حرف برما میں ہے، کلکتے میں نہیں۔
میرا پانچواں حرف دلی میں ہے، بجنور میں نہیں۔
میں انھی پانچوں حرفوں سے بنا ہوں
انسان ہوں اور ماسٹر میرا دشمن ہے۔

جواب (شاگرد)

معین الدین ۔ گیا

پادری اور لڑکی

مفتی اعجاز احمد قریشی

ایک دفعہ ایک پادری لڑکیوں کے اسکول
میں انجیل کا امتحان لینے آیا۔ ایک بچی کے عمدہ عمدہ
جواب سُن کر بہت خوش ہوا۔ فوراً جیب سے ایک
چمکتی ہوئی اکنی نکالی، اور بطور انعام کے لڑکی کے
حوالے کی۔ اتنے میں ایک خوانچے والا "ملائی کی قفلی
ملائی کی قفلی" کی آواز لگاتا سڑک پر سے گذرا۔ لڑکی
دوڑتی ہوئی گئی اور اکنی کی قفلی لے ذرا دیر میں
چٹ کر گئی۔ پادری صاحب یہ تماشا دیکھ رہے تھے
اُسے پاس بلا کر بولے "میں نے یہ اکنی تمھیں اس لئے
دی تھی کہ تم اسے اتوار کو غریبوں کے چندے میں
دوگی، مگر تُم نے اسے کھا کر اڑا دیا۔ لڑکی نے بھولے پن
سے جواب دیا۔ ارادہ تو میرا بھی یہی تھا۔ مگر پھر خیال
آیا کہ اکنی کی قفلی کھالوں۔ خوانچے والا یہ اکنی اتوار
کو غریبوں کے چندے میں دے دے گا۔ بات ایک
ہی ہے"۔ پادری صاحب اس جواب سے لاجواب ہوکر
مسکرا دیے۔

استاد:۔ تم نے کبھی اون دیکھی ہے۔
شاگرد:۔ جی نہیں کبھی نہیں دیکھی۔
استاد:۔ یہ تمھارا کوٹ کس چیز کا بنا ہے۔
شاگرد:۔ ابا کی پرانی پتلون کا۔

لوگ آتے ہیں لوگ جاتے ہیں — ہیں بہت کم جو نام پاتے ہیں
پر جو دُنیا میں کرتے ہیں کچھ کام — سب کو رہ رہ کے یاد آتے ہیں

ہیں انھی میں سے اک اوؔیاما بھی
جن کا کچھ حال ہم سناتے ہیں

(محمد شفیع الدین نیّر)

اب سے کوئی نو دس سال پہلے کی بات ہے۔ ہلکی ہلکی سردیاں تھیں، ایک صاحب ڈاکٹر اشرف کے ساتھ مکتبے میں تشریف لائے۔ ننگے سر بڑے بڑے انگریزی بال، بڑی بڑی آنکھیں خوب اونچی سی ناک ذرا ٹیڑھی سی۔ ہمارے ممانے اویاما صاحب یہی ہیں۔ ہم سے بھی ملاقات کرائی گئی۔ معلوم ہوا کہ آپ آرٹسٹ ہیں۔ مکتبے میں کام کریں گے۔ رہیں گے بھی یہیں۔

ان دنوں میں بھی مکتبے ہی کی عمارت میں رہتا تھا۔ برابر دالا کمرہ خالی تھا۔ اویاما صاحب اسی میں ٹھہرائے گئے۔ دو تین دن تک تو آپس میں تھوڑا بہت تکلف رہا پھر تو رہنا سہنا۔ کھانا پینا۔ اُٹھنا، بیٹھنا سب ایک ساتھ۔ آہستہ آہستہ ہمیں اُن سے اور اُنھیں پیام تعلیم سے دلچسپی پیدا ہوگئی، اور دلچسپی بھی ایسی ویسی نہیں۔ بس یہ سمجھ لو کہ پیام تعلیم کے لئے اچھی اچھی تصویریں بنا رہے ہیں کبھی ... اس سلسلے میں مشورے دے رہے ہیں۔ کبھی انگریزی رسالوں میں دلچسپ کارٹونوں کی تلاش ہو رہی ہے۔ کبھی کبھی خود بھی مضمون لکھ رہے ہیں۔ غرض صبح سے شام تک یہی شغل رہتا۔

انگریزی رسالے منگانے کا انھیں بچپن سے شوق تھا۔ ان رسالوں کی وہ باقاعدہ جلدیں بندھواتے تھے ان میں سے بہت سی جلدیں انھوں نے ہمیں دے ڈالیں۔

اودیاما صاحب کو اکثر ناواقف لوگ چینی یا جاپانی سمجھتے تھے۔ کبھی کبھی تو انھیں اس پر پریشانی بھی ہوتی تھی۔ وہ کھرے سیّد تھے۔ حضرت سید احمد شہید بریلوی کے خاندان سے۔

اب سے کوئی چالیس برس پہلے جاپان اور روس میں بڑی زبردست ٹکر ہوئی تھی (۱۹۰۵ء) اور اس جانباز ایشیائی نے روسیوں کو نیچا دکھایا تھا۔ اودیاما صاحب کی پیدائش اسی زمانے میں ہوئی، اور ان کے والد بزرگوار نے اسی لڑائی کے ایک مشہور جاپانی جنرل اودیاما کے نام پر اُن کا نام رکھ دیا۔

اودیاما نے ایک کھاتے پیتے گھر میں آنکھیں کھولی تھیں۔ شروع شروع میں اُن کی تعلیم و تربیت گھر ہی پر ہوئی۔ لکھنؤ میں میٹرک پاس کیا پھر علی گڑھ چلے گئے۔ یہاں ایف۔ اے تک پڑھا۔ مگر آرٹ کا شوق بچپن سے تھا۔ آخر یہ شوق اتنا بڑھا کہ تعلیم ادھوری چھوڑ، علی گڑھ سے سیدھے لکھنؤ آئے اور آرٹ اسکول میں باقاعدہ چار سال تک اس فن کو سیکھتے رہے۔

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ انھیں پڑھنے لکھنے سے دلچسپی نہیں تھی۔ نئی کتابوں کا مطالعہ تو یوں سمجھو کہ اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ رات کو تو خصوصاً جب تک کچھ پڑھ نہ لیں انھیں نیند نہ آتی تھی۔ اچھی اچھی کتابوں کی اُنھیں برابر ٹوہ رہتی تھی۔ خود اپنے فن یعنی آرٹ سے متعلق ان کے پاس بہت قیمتی قیمتی کتابیں تھیں۔

یہی وجہ ہے کہ اور آرٹسٹوں سے اُن کی حیثیت ذرا اونچی تھی۔ ایک تو وہ پڑھے لکھے آدمی تھے۔ دوسرے اُنھیں اپنے فن سے خاص لگاؤ تھا، اور فن میں ترقی کرنے کی دھن تھی وہ جو کام کرتے تھے بڑی لگن سے کرتے تھے بس یہی بات تھی کہ تھوڑے ہی دنوں میں اُن کے بہت سے قدردان پیدا ہو گئے۔ ایسے قدردان جو سچے دل سے اُن کے کاموں کی قدر کرتے تھے۔

تمھاری طرح اُنھیں مشغلوں سے بھی دلچسپی تھی۔ اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے ایک ریڈیو سٹ بنایا تھا اور بہت اچھا کام دیتا تھا۔ ایک دفعہ پیام تعلیم میں کاغذی ہوائی جہاز بنانے کی ترکیب چھپنے والی تھی۔ اودیاما نے کہا "پہلے ہم خود تو تجربہ کر لیں"۔ اپنا سب کام چھوڑ چھاڑ اسی میں لگ گئے اور جانے کتنے جہاز بنا ڈالے۔ فوٹوگرافی کا بھی شوق تھا۔ اپنی کھینچی ہوئی تصویروں کے کئی البم

انھوں نے ہمیں دکھلائے۔ ایسے کام کرتے وقت ان میں بچوں جیسا بچپن لوٹ آتا تھا۔ وہی شوق وہی محویت۔

مصوری بھی شروع شروع میں ایک طرح سے اُن کے لئے مشغلہ سی تھی۔ مگر یہ مشغلہ آہستہ آہستہ اُن کی زندگی میں رچ گیا اور اپنی ساری زندگی اس خدمت میں تج دی۔

مصوری کی شاخیں بہت سی ہیں۔ مثلاً خیالی تصویریں بنانا۔ کسی اچھے منظر کو دیکھ کر اس کا نقشہ کاغذ پر اتارنا۔ کسی انوکھی یا تاریخی عمارت کی ڈرائنگ کرنا۔ زندہ یا سامنے کی چیزوں کی تصویریں بنانا۔ پیرس پلاسٹر کی [illegible] اور چیزوں کے مجسمے بنانا۔ لکڑی پر تصویریں [illegible] وغیرہ وغیرہ۔ اُدیاما کو ان سب چیزوں میں کافی دخل تھا۔ زندہ چیزوں کی تصویریں بنانا تو اُن کا خاص شغل تھا۔ ان کے کمرے کے آگے برآمدہ تھا برآمدے کے سامنے سڑک۔ اُدیاما کرسی بچھا کر برآمدے میں بیٹھ جاتے اور کتے، بلّی، گائے، بکری، آدمی غرض ہر چیز کی تصویر پنسل کی ایک ہی کشش سے کھینچ جاتی۔ ٹیگور، جگر، جوش اور بہت سے بڑے بڑے آدمیوں کی تصویریں انھوں نے اسی طرح بنائی اور تو اور آئینے کے سامنے بیٹھ کر انھوں نے خود اپنی بھی اسی طرح کی ایک تصویر بنائی۔ انگریزی میں اسے لائف اسکیچ (LIFE SKETCH) کہتے ہیں۔

تم نے تو پیامِ تعلیم ہی میں اُن کی چیزیں دیکھی ہوں گی مگر یہ اُن کے کام کا بس ایک ہی پہلو تھا۔ لیتھو کی تصویریں یا کتابوں کے سرورق کے ڈیزائن بنانا اُن کا اصلی کام تھا بھی نہیں لیتھو کے کام کی مشق تو انھوں نے مکتبے ہی میں کی۔

غالباً سنہ ۳۶ء شروع میں تعلیمی مرکز ہال میں انھوں نے اپنے کاموں کی نمائش کی تھی۔ ڈاکٹر انصاری مرحوم نے اس نمائش کا افتتاح کیا تھا، تم اس نمائش کو دیکھتے تو اُدیاما صاحب کے کاموں کا اندازہ ہوتا۔ اُدیاما صاحب آرٹ کی اور بڑی بڑی نمائشوں میں بھی اپنی تصویریں بھیجا کرتے تھے۔ اودھ کے دو ایک تعلقے دار اور بعض دولت مند قدردان اُن کی تصویروں کو ہاتھوں ہاتھ خریدتے۔

اُدیاما صاحب میں لاابالی پن بہت تھا۔ زندگی بہت بے ترتیب تھی نہ کھانے پینے کی پروا نہ کپڑوں کا خیال۔ ہاں چائے اور سگرٹ کی بہت عادت تھی، اور غالباً یہی دونوں زہر اُن کی تندرستی کے لئے بہت مضر ثابت ہوئے۔

اُدیاما کی طبیعت میں سادگی بہت تھی۔ خلوص تھا ایسا جیسا بچوں میں ہوتا ہے۔ اس خلوص کا

رنگ اُن کی تصویروں میں بھی جھلکتا ہے۔

اُن کے دوست کافی تھے۔ قریب قریب سب پڑھے لکھے۔ ہر ایک اُن سے محبت اور اُن کے کاموں کی قدر کرتا تھا۔ اکثر دوستوں سے بے تکلفی تھی۔ کبھی کبھی ہاتھا پائی تک نوبت آجاتی تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے تم کبھی کبھی آپس میں چہلیں کرنے لگتے ہو

اور با ماخر جیلے بھی بہت تھے۔ اُن کے دوست کہتے تھے کہ اوبا ما کی ہتھیلی میں چھید ہے چاہے کتنا ہی پیسہ آئے، اُن کے پاس ٹک نہیں سکتا تھا، جب تک جیب میں دام رہتے اپنے کو بادشاہ سمجھتے۔ اُن کے ایک دوست الیاس مجھلی صاحب نے تو اُن کا نام ہی سید بادشاہ رکھ دیا تھا۔ طبیعت میں بے نیازی بہت تھی۔ اُجرت کا کام بس مجبوراً ہی کرتے تھے۔ اُن سے کام لینا ہر ایک کے بس کا تھا بھی نہیں۔ ذرا کوئی بات مزاج کے خلاف ہوئی۔ اور پھر ——— سارا کام ختم۔

دلی میں ہمارا اُن کے ساتھ کوئی دو برس رہا پھر کچھ ایسی صورتیں پیش آئیں کہ اُنھیں رام پور جانا پڑا۔ یہاں وہ ریاست کے گھریلو صنعتوں کے محکمے میں ملازم ہوگئے۔ یہاں سے وہ ٹیچرس ٹریننگ کالج میں بھیج دیے گئے۔ پچھلے مہینے غالباً ٹریننگ حاصل کرنے اودے پور گئے تھے۔ وہیں دل کی حرکت بند ہوگئی۔ اور یہ نوجوان مصوّر اپنی عمر کا چالیسواں سال بھی پورا نہ کرنے پایا تھا کہ اللہ کو پیارا ہوگیا۔ اناللہ و انا الیہ راجعون

اُن کے مرنے کی خبر جب سے سُنی ہے ان کی یاد برابر دل میں چٹکیاں لے رہی ہے۔ ایک ہم ہی کیا جو سنتا ہے کلیجہ مسوس کے رہ جاتا ہے

سچ کہا ہے تیرؔ صاحب نے

جو دنیا میں کرتے ہیں کچھ کام\
سب کو رہ رہ کے یاد آتے ہیں

معمّے کے قواعد

(۱) حل کے ساتھ ۲ر کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں (۲) ایک سے زیادہ حل بھی بھیجے جا سکتے ہیں۔ چار حلوں کی رعایتی فیس ۶ر۔ ۸ حلوں کی ۱ روپے (۳) دونوں انعام تقسیم کر دیے جائیں گے، قرعہ اندازی نہ ہوگی (۴) تمام حل رسالہ پہنچنے کے پندرہ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں (۵) ایڈیٹر کا فیصلہ قطعی ہوگا (۶) پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن بھی لے لئے جائیں گے، کوپن میں کوئی حرف کٹا یا مٹا ہوا ہوگا یا پنسل سے بھرا ہوا ہوگا تو مقابلے میں شامل نہ کیا جائے گا (۷) چھوٹی اور بڑی ”ے“ کا فرق لازمی ہے ”ی“۔ ”ے“۔

(پتہ:- سب ایڈیٹر پیام تعلیم دہلی، قرول باغ)

صحیح حل معمہ نمبر ۹ ستمبر ۵۴ء

■	۵ ل	ع	۴ ن	■	۳ د	۲ ی	۱ ع
۹ ش	۸ غ	■	■	۷ ل	د	ح	۶ ا
ن	ن	۱۱ ل	■	ت	س	ر	۱۰ د
ی	ت	ی	۱۳ ب	ے	۱۲ ا	■	ی
ل	■	■	ن	۱۵ ت	■	۱۴ غ	■
ی	ت	ے	گ	■	ح	ا	۱۷ ر
■	ن	ہ	ر	۱۸ گ	■	■	
ز	۲۱ خ	■	ل	و	ھ	ا	۲۰ ل

پیام تعلیم
جوبلی فنڈ

ہم نے پچھلے پرچے میں پیام تعلیم جوبلی فنڈ کے سلسلے میں عزیزی آصف علی خاں سلمہٗ کی کوششوں کا مختصر سا ذکر کیا تھا۔ اب ہمیں اُن کی رپورٹ کی نقل بھی مل گئی ہے۔ یہ رپورٹ اُنھوں نے ارگنائزنگ کمیٹی کے پہلے جلسے میں پڑھ کر سنائی تھی۔ ہم اس کا ضروری حصہ یہاں نقل کرتے ہیں

محترم بزرگو: میں نے مکتبہ جامعہ کے اس رسالے میں جو پیام تعلیم کے نام سے بچوں کے لیے جاری کیا گیا ہے، ایڈیٹر صاحب پیام تعلیم کی بچوں کے نام اپیل دیکھی۔ جو اُنھوں نے بچوں سے جامعہ کی سلور جوبلی کے سلسلے میں مدد کرنے اور اپنے بزرگوں کو اعانت پر آمادہ کرنے کے لیے جولائی نمبر میں شائع کی ہے .... میں اپیل دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے غور کیا کہ کیا کر سکتا ہوں۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ میں ضرور بزرگوں سے امداد کی اپیل کروں گا۔ میں نے ایک دو بزرگوں کے سامنے اپنا خیال پیش کیا، اور ۷ اگست کے ندیم میں اپنا عریضہ شائع کرایا۔ رمضان المبارک کی وجہ سے میں کوئی عام جلسہ نہ کر سکا۔ ہاں فرداً فرداً میں اپنے مخدوم بزرگوں اور محترم ماؤں اور بہنوں سے درخواست کی کہ وہ جامعہ (پیام تعلیم) جوبلی فنڈ کی ارگنائزنگ کمیٹی میں شرکت قبول فرمالیں۔ چنانچہ مجھے یہ عرض کرنے کی جرأت حاصل ہے کہ ....

۱۔ جناب میاں محمد قاسم صاحب جاگیردار
۲۔ ،، محمد سبزواری صاحب ایم اے
۳۔ ،، سیٹھ چھگن لال صاحب
۴۔ جناب ذاکر علی خاں صاحب ٹھیکے دار
۵۔ ،، احمد علی خاں صاحب ایم اے ال ال بی
۶۔ ،، پنڈت چتر نرائن صاحب باوی
۷۔ ممنون حسن خاں صاحب
۸۔ محترمہ مسعود بانو ممنون صاحبہ
۹۔ جناب حکیم قمر الحسن صاحب ایڈیٹر ندیم

۱۰۔ جناب لکشمی دیوی صاحبہ ۱۳۔ جناب اختر علی خاں صاحب بہادر ۱۶۔ جناب مرزا ابراہیم بیگ صاحب مدظلہٗ

۱۱۔ " لطف اللہ خاں صاحب نظمی ۱۴۔ " محمد اسمٰعیل صاحب ۱۷۔ " جوہر قریشی صاحب

۱۲۔ " انیسہ بیگم صاحبہ مدظلہا ۱۵۔ " رام چرن رائے صاحب ۱۸۔ " بہن شاردا دیوی

نے اپنے نام کمیٹی میں درج کرائے۔ (جناب محمود علی خاں صاحب جامعی اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ کمشنر) نے بھی اپنی شرکت منظور فرمائی ہے، اور ایک بزرگ نے یقین دلایا ہے کہ سیہور سے (۱۹) جناب سیٹھ نرائن جی داس صاحب اور (۲۰) جناب وکیل محمود حسین صاحب ام، ال، سی بھی اپنے نام داخل کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں گے۔

مجھے خواتین سے درخواست کرنے کا خیال اس لئے پیدا ہوا کہ جامعہ اور دوسرے اداروں کے علاوہ زنانہ تعلیم کا بھی انتظام کر رہی ہے۔ اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بھوپال کی خواتین نے بھی میری دعوت پر نہایت پرزور طریقے پر لبیک کہا۔

یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جناب اختر علی خاں صاحب بہادر نے کچھ عرصہ پہلے سے جامعہ کی امداد کا کام ذاتی طور پر شروع کر رکھا تھا اور تقریباً ایک ہزار روپے جمع کرکے جامعہ کو ارسال فرما چکے ہیں۔ لیکن جب میں نے اپنی مجوزہ کمیٹی میں شرکت کی درخواست کی تو آپ نے یہ درخواست بخوشی منظور فرمائی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب سارا کام آپ حضرات یعنی اس کمیٹی کے ذمے ہے۔ میری آرزو ہے کہ ہم کم از کم ہزار روپے جمع کرکے جامعہ کو پیش کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مجھے اپنے محترم بزرگ جناب ممنون حسن خاں صاحب کا شکریہ ادا کرنا ہے انھوں نے اس کمیٹی کی میٹنگ کے لئے اپنے دولت کدہ پر افطار و چائے نوشی کی دعوت دے کر ممنون فرمایا۔ خادم۔ آصف علی خاں۔ نور منزل۔ بھوپال

عزیزی آصف میاں کے ایک تازہ خط سے معلوم ہوا کہ میونسپل انتخابات کی وجہ چندہ کا کام رکا ہوا تھا اب یہ انتخابات ختم ہوگئے ہیں اور بہت جلد پورے جوش سے یہ تحریک شروع کی جائے گی

پچھلے مہینے جو چندہ ہمیں وصول ہوا تھا اس کی میزان ۱۲ تھی۔ اس مرتبہ آمنہ نجمہ مسعود بہرائچی نے ۱۲؎ محمد اسد طاہر خیلی نے ۸؎ عثمان غنی ۸؎ جمیل النسا چار با سا ۸؎ محمد سلیم الرحمٰن ۸؎

بھیجے ہیں۔ پیامی اپنا چندہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر کے ذریعے ہمیں بھیجیں۔ ان کی رقم حفاظت سے ہمیں پہنچ جائے گی۔

محمد حسین حسان

پیامِ برادری

کل نمبر ۱۹۱

مشتاق بھائی

شاخیں:-

۱- قرول باغ، دہلی
۲- آئیڈیل اسکول، دہلی
۳- بچوں کا گھر، دہلی
۴- ایبٹ آباد
۵- ہسپورہ، گیا۔

مجھے آج تم سے چند ضروری باتیں کہنی ہیں، کچھ ایسی اہم تو نہیں مگر ڈر یہ ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں۔ ایک تو یہ کہ پیامیوں کے بیج معمولی ڈاک میں کھو جاتے ہیں۔ اس لئے آئندہ سے بیج کی قیمت (۲؍) بھیجا کرو ورنہ بھئی ہم پھر بھیج نہ سکیں گے۔ دوسرے یہ کہ حل کے بارے میں کوئی شکایت کرنا ہو تو جوابی کارڈ بھیجنا چاہیئے۔ ورنہ جواب کا انتظار نہ کرنا چاہیئے۔

بعض پیامیوں نے ہمیں لکھا ہے کہ مشقی کوپن کے علاوہ اور کوپن نہ چھپا کریں۔ مگر بھائی ہم تو اس فکر میں ہیں کہ کاغذ زیادہ ملنے لگے تو کوپنوں کی تعداد بڑھا دیں۔ پیامیوں کے لئے سہولت اسی میں ہے۔ ہاں "مسلسل انعام" کے بارے میں یہ ہے کہ تین روپے انعام پانے والوں میں تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

پیامیوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ بچوں کا گھر دہلی اور ہسپورہ میں برادری کی شاخیں قائم ہو گئی ہیں۔ تفصیل اگلے پرچے میں آئے گی۔ جامعہ نگر اور کھلا میں بھی جلد ہی شاخ قائم ہو جائے گی۔ ان کے علاوہ شرف احمد (جودھ پور) سید امام مہدی (ڈھوگری جالندھر)۔ اعجاز احمد قریشی (پشاور) اور منصور فاروقی (سیالکوٹ) نے بھی ان جگہوں میں شاخیں قائم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اسی پرچے میں خاص شوق کے مقابلوں کا سلسلہ شروع کریں گے۔ مگر جگہ کی کمی سبب اگلے پرچے سے شروع کریں گے۔

ایبٹ آباد کی شاخ کا ماہواری رسالہ "مکتب" بہت پابندی سے ہمارے پاس پہنچ رہا ہے۔ یہ رسالہ واقعی بہت اچھا ہے ایڈیٹر صاحب پیامِ تعلیم نے بھی تعریف کی ہے، اور اسد کا ایک ڈراما بھی اسی پرچے سے لے کر شائع کیا ہے

رپورٹیں:-

شاخ ایبٹ آباد کے دو جلسوں کی رپورٹیں آئی ہیں، ان دونوں کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) ہماری شاخ کا ساتواں جلسہ گورنمنٹ ہائی اسکول کی عمارت میں منعقد ہوا۔ ہمارے ماسٹر بدر الاسلام صاحب (مربی) صدر تھے۔ تلاوتِ قرآن (محمود الرؤف) کے بعد میں نے پچھلے جلسے کی کارروائی اور حضرت امیر طاہر خیلی کی ایک نظم

سُنائی، پھر مسعود الرؤف نے چند معلومات، میں نے اپنا مضمون خطوں کا البم، صدیق نے چند لطیفے اور فقیر محمد نے فارسی مضمون کا ترجمہ سُنایا۔ محمود الرؤف نے ایک نعت گا کر سُنائی۔ الطاف حسین شاہ نے اتفاق کی طاقت پر ایک کہانی صادق ملک نے ریڈیو سے سنی ہوئی ایک کہانی سنائی۔ میں نے پیامیوں کو اردو کی خدمت کا ایک نیا طریقہ بتایا، اور وہ یہ کہ صحیح اردو لکھنے کی کوشش کی جائے۔

آخر میں مُربی صاحب نے تمام پیامیوں سے عہد نامے کی عبارت زبانی یاد کرنے کی ہدایت کی یہ بھی فرمایا کہ اپنا پیام (عہد نامہ) روزانہ کم سے کم دو ممبروں تک پہنچانا چاہیے۔

پیام برادری کا آٹھواں جلسہ گورنمنٹ ہائی اسکول میں چھٹی کے بعد ہوا، مربی صاحب صدر تھے

تلاوت کلام پاک اور پچھلے جلسے کی روداد سنانے کے بعد محمود الرؤف نے امیر طاہر خلی کی نظم "پیامی کی دعا" سنائی نظم کے بعد میں نے اپنی کہانی "دے کا بدلا" صادق ملک نے ایک کہانی سب سے پہلا کسان۔ غلام رسول نے زراعت کی ترقی پر ایک اچھا مضمون، مسعود الرؤف نے نوبل پرائز اور اس کے بانی پر ایک مضمون پڑھا۔ میں نے اردو زبان پر ایک تقریر کی میرے بعد عبدالکریم فاروقی نے مسور پر ایک مضمون پڑھا، مسعود الرؤف نے چند معلومات سنائیں آخر میں مربی صاحب نے جاگو اور جگاؤ پر تقریر کی اور مغرب سے پہلے جلسہ ختم ہوا۔

محمد اسد طاہر خلی (ناظم)

پیامیوں سے

منور احمد، آئیڈیل اسکول۔ قزل باغ کی شاخ کے نئے انتخابات ہونے والے ہیں اب نئے صدر اور نئے سکریٹری سے خط کتابت کرنا۔

صادق ملک، ایبٹ آباد، سچ جانو بہت ہی مصروفیت ہے۔ ۱۰ر نومبر کے بعد شاید جواب دینے کا موقع ملے خفا تو نہیں ہوگئے!

منصور احمد، سیال کوٹ۔ بھئی منصور میاں اتفاق دیکھو، میں دو بار (۲۱ اور ۲۵ ر اکتوبر) تمھارے شہر سے گذرا، مگر تم سے ملاقات نہ ہوسکی، بڑا قلق رہا، خیر پھر سہی۔ برادری سے تمھیں ایسی لگن رہی تو ملاقات بھی ہو جائے گی۔

سلطان حکیم، اعظم گڑھ۔ آصف علی خاں (نور منزل، ریٹ گھاٹ، بھوپال) نے پوچھا ہے کہ تم بڑے آدمیوں کے ہونٹوں کی تصویریں کیسے جمع کرتے ہو۔ انھیں جواب ضرور دینا

عبدالستار خاں تاتاری، بھاٹا پارہ۔ تمھارے سوال ہمیں یاد نہیں، ذرا پھر سے لکھ کر بھیج دو۔

حاجی حسین ۔ تمھارے ۳ر جمع ہیں۔

شاہد مصطفٰی دسنوی ۔ تم ممبر بن سکتے ہو۔

پریم کمار سہگل ۔ جوبلی فنڈ کے لئے تمھارا بہت بہت شکریہ ۔ کتاب دیکھنے کے بعد چھپ سکنے یا نہ چھپ سکنے کے بارے میں رائے دی جا سکتی ہے۔ برادری کی ممبری کے لئے رسالے کی خریداری ضروری نہیں ، پرچے کو وقت پر لانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

معانمبرہ کے صحیح حل اس مرتبہ دو آئے ۔ ایک شکیل پشاوری کا (صہ) اور ایک مس نواب علی بیگ کا (صہ) یہ گویا ہمارے معما بنانے والے صاحب کی کامیابی اور پیامیوں کی ہار ہے۔ ہمارے بہت سے پیامی تو قلیہ دلیہ اور کپوت ، سپوت کے پھندے سے نہ نکل سکے حالانکہ بات صاف تھی بس ذرا غور کرنے کی ضرورت تھی۔

ایک غلطی ، ۱۴ر آصف علی خاں بھوپال ۔ سید ساجد حسین الہ آباد ۔ محمد نعیم الدین لکھنؤ ۔ اشرف موسیٰ ، رانچی ، منصور کاظم بدایوں ۔ عبد الرحمٰن قدوائی ، بڑا گاؤں کوکب قدر سجاد علی مرزا استھال پرگنہ ۔ منظور الحق ، ہسپورہ ۔ سلیم احمد ، لاکور۔

پیامی انعام کی اطلاع ملنے کے بعد فوراً اپنی پسند کی کتابیں منگوا لیا کریں ۔ جب تک یہاں ان کا خط نہ آئے گا ہمیں اطلاع کیوں کر ہوگی ، اور ہم کتابیں کس طرح بھیج سکیں گے ۔ یہ بات ہم کئی بار لکھ چکے ہیں۔

نئے ممبر

نمبر	نام	مقام	عمر	شوق
۱	محمد معین	جامعہ نگر	۱۱	خط کتابت ، سیر کھیل۔
۲	محمد عیسیٰ	بھوپال	۱۳	علم حاصل کرنا ۔ افسانے پڑھنا ۔ ڈیک ٹینس کھیلنا۔
۳	آصف علی خاں	"	۱۱	کہانیاں پڑھنا اور لکھنا ۔ ٹکٹ جمع کرنا ۔
۴	عبد القیوم	ایبٹ آباد	۱۴	نیکی کے کام کرنا ، ہاکی کھیلنا ۔
۵	انور	"	۱۰	نظمیں پڑھنا ، "
۶	حیدر زماں	"	۱۵	مطالعہ ، افسانے پڑھنا۔
۷	اقبال حسین	"	۱۱	کتابیں پڑھنا
۸	جمیل اختر	جامعہ نگر	۱۳	شاعروں کا البم بنانا
۹	محمد احمد خاں	"	۱۴	مضمون نویسی ، ڈرائنگ
۱۰	محمد احمد مسلم	کلکتہ	۱۱½	" "
۱۱	نگہت	سیتا پور	۱۴	تصویر بنانا اور جمع کرنا ۔
۱۲	علی امام نقوی	مراد آباد	۱۴	" "
۱۳	مختار سعید نقوی	"	۷	تحصیل علم ، قصے لکھنا ۔
۱۴	جمیل النسار	[illegible]	[illegible]	[illegible]

معمّا

پہلا انعام عہ

دوسرا انعام سے

۱۔ انعام میں کتابیں دی جائیں گی۔
۲۔ انعام ایک ہی ہوگا۔

مشقی کوپن

دائیں سے بائیں

۱۔ آج کل ہر جگہ اسی کا چرچا ہے۔

۵۔ کتنے اچھے ہیں وہ لوگ جنھیں کسی چیز کی یہ نہیں۔

۷۔ ایک قسم کی جلدی بیماری۔

۸۔ اکثر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا کرتا (بے ترتیب)

۹۔ لفظ بمعنی تعریف۔

۱۰۔ بچوں کو سلانے کا گیت۔

۱۱۔ ایسی تعلیم بچوں کے لئے اکثر مفید ہی ثابت ہوتی ہے۔

۱۲۔ طاقچہ۔ جس میں چراغ وغیرہ رکھتے ہیں۔

۱۳۔ لفظ بمعنی کاشتکار کے پہلے دو حرف

۱۴۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ یہ کبھی حکمراں نہیں ہو سکتے۔

۱۸۔ ہندوؤں کو دیوالی اور مسلمانوں کو بقرعید ہماری طرف سے ...... ہو۔

۲۰۔ وطن سے اپنے .... کوئی قصور نہیں

افق

وطن کے حق میں بغاوت کوئی قصور نہیں

اوپر سے نیچے

۱۔ برطانیہ اور روس کا موجودہ یہ بھی جنگ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔

۲۔ اسے شیطان کو بھگانے کے لئے پڑھتے ہیں۔

۳۔ رفتہ رفتہ عارضی یہ ملازمین علیحدہ کئے جا رہے ہیں۔ (بے ترتیب)

۴۔ یہ شیشے کی ہوتی ہے (بے ترتیب)

۶۔ ایک ادنیٰ آدمی بھی اپنے خلاف معمولی یہ برداشت نہیں کر سکتا۔

۱۱۔ سچا دوست کیسا ہی یہ کیوں نہ ہو پھر بھی کام آ ہی جاتا ہے

۱۳۔ ... صورت۔

۱۵۔ اگر اس سے کام لیا جائے تو دشواریاں آسان معلوم ہونے لگتی ہیں

۱۶۔ لفظ ترکے آخری دو حرف

۱۷۔ اس معمے کا صحیح یہ چار لفظوں پر منحصر ہے۔

۱۹۔ آزاد ہند فوج کے تین افسروں کے خلاف دہلی .. لال قلعہ میں

۲۱۔ نومبر سے پھر مقدمہ شروع ہو جائے گا۔

بچوں کی کتابیں

- روٹی کس نے پکائی ۹ر
- پان کھاکر طبلہ بجاکر ۸ر
- چل میرے مٹکے ٹمک ٹم ۸ر
- پھر چگوں کیا خاک ۸ر
- ہپتو جپو ۸ر
- تاک دنا دن تاک ۸ر
- تارا دھری تارا ۸ر
- بچھڑا دم کٹے کو ۸ر
- بی مینڈکی اور کوا ۷ر
- گھی شکر (نظمیں) ۹ر
- چور لڑکا (ڈراما) ۴ر
- صحت و صفائی ۲ر
- بچوں کے اسماعیل ۸ر
- پریم کی جیت (ڈراما) ۳ر
- احسن القصص (مکمل) ۱۰ر
- غنچۂ حکمت ۵ر
- قیدی شیر ۵ر
- نصیحت کا کرن پھول ۸ر
- آسمانی دولہا ۱۲ر
- آویزۂ گوش ۸ر
- نورانی کہانیاں ۷ر
- کائناتِ عرب ۶ر
- مشاہیر کا لڑکپن ۷ر
- بازیچہ ۴ر
- دینس کا سوداگر ۴ر
- پر پرواز ۵ر
- ذرا سوچو ۴ر
- اتالیق ۵ر
- بچوں کی پیاری کہانیاں ۴ر
- اسیر قفس ۳ر

اساتذہ اور ٹریننگ اسکولوں کے لئے

- انشار کی تعلیم :- از سید وقار عظیم صاحب، فن مضمون نگاری پر اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ۸ر
- باغبانی پروجکٹ - از محمد عبدالغفار صاحب ۱۲ر
- میلاد النبی پروجکٹ " " " ۸ر
- اونٹنا دھننا ۸ر
- لکڑی کا کام ۶ر
- کاغذ سازی ۶ر
- پھلوں کی کھیتی - عاصم ر
- پستالوزی ۳ر
- آسان املا ۴ر
- بچوں کی تربیت ۱۲ر
- عاصم ر

بچوں کا البم

بچوں کو چیزیں جمع کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اُن کا ایک بہت اچھا مشغلہ تصویریں جمع کرنا بھی ہے۔ اس البم میں چڑیوں، جانوروں، مناظر، مشہور عمارتوں اور لیڈروں کی تصویریں اور مزید تصویریں جمع کرنے کے لئے خانے دیئے گئے ہیں۔ قیمت عمر۔ پوسٹیج ۴ر یعنی عہ پیشگی بھیجیے۔ وی، پی سے تعمیل نہ ہوگی۔

پیام تعلیم
دہلی
دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور
حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار، اڑیسہ، سرحد کے محکمۂ تعلیم
کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہو "منیجر"
ایڈیٹر، محمد حسین حسان
جلد ۲۷ - نمبر ۲
فہرست مضامین نومبر ۱۹۴۵ء
فہرست مضامین نومبر ۱۹۴۵ء
۱ بچوں سے باتیں
۲ پیارے بچو
۳ کہانیاں
۴ میری دعا
۵ فوٹو گرافی کا مشغلہ
۶ جاگو اور جگاؤ
۷ شعلہ
۸ بچوں کی نظمیں
۹ ابا کا قلم
۱۰ نیت کا پھل
۱۱ کیا تم جانتے ہو؟
۱۲ بچوں کی کوششیں
۱۳ بڑے لڑکوں کے مضامین ۵۲
۱۴ پیام برادری ۵۵
ایڈیٹر
نا تر نقوی
ایڈیٹر
خلیل الرحمان اعظمی
احمد حسن
جبریل
صادق میاں
نور سعید انصاری
انوار الحق اعظمی
۳۴
۳۵
۳۶
۳۹
۴۰
۴۴
۴۵
۴۸
۵۰
۵۲
۵۴
۶۰
قیمت سالانہ
ہندوستان سے باہر
چار روپے
فی پرچہ
پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے - پی ایچ ڈی
پریس، دہلی

بچوں سے باتیں

یہ پرچہ پریس میں چھپنے جا رہا تھا کہ ایک افسوس ناک خبر ملی ، جامعہ کے ایک پرانے ساتھی مولانا سعدالدین صاحب انصاری ندوی جامعی کا اچانک دل کی حرکت بند ہو جانے سے انتقال ہوگیا ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

مرحوم ہماری جامعہ کے بہت ہر دل عزیز استاد تھے ، بہت نیک اور فرشتہ خصلت ۔ مدرسہ ثانوی میں بچوں کی مذہبی تعلیم انھی کے سپرد تھی ، دارالعلوم ندوۃ العلما سے فارغ ہو کر جامعہ میں آگئے تھے ، کچھ دنوں پڑھا پھر پڑھانے لگے ۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے پچھلے دنوں مصر تشریف لے گئے اور وہاں کی مشہور یونیورسٹی جامعہ ازہر سے بہت اونچی سند لائے تھے ۔ ہمیں ان کی اس بے وقت موت کا بہت قلق ہے ، خدا ان کی مغفرت کرے اور ان کے عزیزوں ، دوستوں ، اور جامعہ کے ساتھیوں کو صبر کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

اہا بھئی دیکھا تو ہمارے دیس کے نوجوانوں میں بہت دلیری ، بڑے بڑے کام کرنے کا حوصلہ ۔ اور نئی نئی باتوں کا کھوج لگانے کی اُمنگ پیدا ہوگئی ہے ۔

ابھی پچھلے اگست کو چند ہندوستانی من چلے ہمالیہ کی ایک اٹھارہ ہزار فٹ اونچی چوٹی بدھلائی یا کولائی کو سر کرنے چلے ، اور راستے میں مصیبتیں اور تکلیفیں اٹھاتے آخر دو مسلمان نوجوان رؤف اور حمید چوٹی پر پہنچ گئے ۔ کسی اگلے پرچے میں ہم اس مہم کا ذرا تفصیلی حال لکھنے کی کوشش کریں گے ۔

یہ پرچہ تمھیں اکتوبر کے پرچے کے تھوڑے ہی دنوں بعد مل جائے گا ۔ دسمبر کا پرچہ بھی قریب قریب تیار ہے اور اُمید ہے کہ تمھیں جلد مل جائے گا ۔

پیامِ تعلیم پہلے جس پریس میں چھپتا تھا اس کا انتظام چند دنوں سے کچھ ایسا ہو گیا ہے کہ باوجود ہزار کوشش کے اکتوبر سے اب تک کوئی پرچہ نہیں چھپ سکا ، مجبوراً اب دوسرے پریس میں انتظام کیا گیا ہے ۔ اس پریس کے منیجر نے اُمید دلائی ہے کہ پرچے کو وقت پر لانے کی پوری کوشش کریں گے ۔

پیارے بچو

(تاتار نقوی)

پیارے بچو پڑھو سبق اپنا
الٹو الٹو نیا ورق اپنا

آج تم کھیلتے ہو پھولوں سے
دل کو بہلا رہے ہو جھولوں سے

پینگ آتے ہیں اور جاتے ہیں
زندگی کا سبق پڑھاتے ہیں

پیاری پیاری یہ باغ کی کلیاں
اپنے کھلنے پہ ہیں بہت شاداں

کل جو دیکھوگے یہ بنیں گی پھول
زندگی کے تمھیں یہ دیں گی اصول

تم بھی کلیاں ہو باغِ انساں کی
پیاری لڑیاں ہو آبِ نیساں کی

تم کو اک روز پھول بننا ہے
باغ کو اپنے آپ سجنا ہے

تم ہی بُنیاد ہو ترقی کی
تم ہی رونق ہو باغِ ہستی کی

تم پہ ہے انحصار ملت کا
تم پہ دار و مدار عزّت کا

ہم غلامی میں گر مریں تو مریں
قید خانوں میں ہم سڑیں تو سڑیں

تم جو بڑھنا تو گولیاں کھانا
تم مقابل پہ شان سے آنا

آج ہی سے یہ دل پہ لکھ رکھو
ہم کو آزاد رہ کے جینا ہے

نھنے پیامیوں کے لئے

منّی منّی کہانیاں

بی میاؤں اور بھوں بھوں

ایک تھے میاں بھوں بھوں اور ایک تھیں بی میاؤں۔

ایک دن بھوں بھوں نے بی میاؤں سے کہا " میاؤں میاؤں آ ایک کھیل کھیلیں۔

بی میاؤں :۔ کیا کھیلیں؟

بھوں بھوں :۔ چور چور کھیلیں۔ تُم تو بنو چور، اور میں تمھیں پکڑوں۔

بی میاؤں :۔ نہیں جناب! تُم مجھے کاٹنے لگو گے۔

بھوں بھوں :۔ تو ہم کہیں زور سے تھوڑا کاٹیں گے۔

بی میاؤں :۔ جی، بس معاف کیجئے، یہ ٹھٹول آپ کے لئے ہو گا میری تو جان پر بن جائے گی۔

سبق

ایک دن بی میاؤں اپنے بچوں کو سبق پڑھا رہی تھیں۔
"اگر کوئی کتا تمھارے سامنے آجائے تو تمھیں کیا کرنا چاہیے۔ اپنی پیٹھ کمان کی طرح دوہری کر لو۔ بال بھی کھڑے کر لو۔ تیر کی طرح کھڑے ہو جائیں۔

بچے:۔ آخر کیوں؟
بی میاؤں:۔ یوں کہ تم بڑے نظر آؤ گے۔ بڑے! بہت بڑے!! کتا تمھیں دیکھ کر ڈر جائے گا، اور بھاگ کھڑا ہوگا۔
بچے:۔ اور جو نہ بھاگے؟
بی میاؤں:۔ ارے! یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے تم خود بھاگ کھڑے ہونا

کنوئیں کے مینڈک

ایک کنوئیں میں کچھ مینڈک رہتے تھے۔ یہ بس کنوئیں کے چاروں طرف تیرتے رہتے تھے، باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ ایک مینڈک نے اپنے جی میں کہا

کہ ہم تو باہر نکلتے! دنیا کی سیر کرتے !!

ایک دِن ایک آدمی کنوئیں پر آیا۔ اس نے ڈول میں رسّی باندھی اور ڈول کنوئیں میں ڈال دیا۔

مینڈک میاں بہت خوش ہوئے۔ جھٹ سے ڈول میں بیٹھ گئے۔ ڈول کنوئیں سے باہر آیا۔ اُنھوں نے چھلانگ لگائی اور کنوئیں کے پاس ہری ہری گھاس پر بیٹھ گئے۔

اب انھوں نے اپنے کنوئیں کے ساتھیوں سے کہا "تم بھی باہر کیوں نہیں نکل آتے، یہ تو بہت آسان بات ہے۔ مجھے دیکھو تو دُنیا کی سیر کرنے جا رہا ہوں"

کنوئیں کے مینڈکوں نے جواب دیا۔

ہمیں ڈر لگتا ہے۔ کہیں یہ آدمی ہمیں پکڑ نہ لے۔ باہر والا مینڈک بولا:۔
تمھاری خوشی! تمھیں ڈر لگتا ہے تو وہیں رہو۔ ہم تو جاتے ہیں +
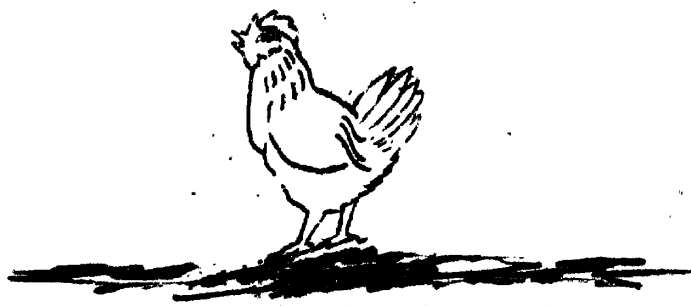
میری دُعا

خلیل الرحمٰن اعظمی

آپ تو کتنے اچھے ہیں نا
اُمّی جان کہا کرتی ہیں
جتنی چیزیں دنیا میں ہیں
آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں
میری تو ہے بس ایک دُعا
وہ جو میرے بڑے بھیا ہیں
وہ مجھ کو اکثر مارتے ہیں
میں اُن کا کر ہی کیا سکتا ہوں
جب خوب بڑا ہو جاؤں گا
اور.... ہاں اِک بات میں اور کہوں گا
میں جیسے کھلونے مانگتا ہوں
وہ مجھ کو کبھی نہیں دیتے
آپ تو سب کچھ جانتے ہوں گے
میں ان سے ہوں روز یہ کہتا
وہ تو ہیں بس ٹال ہی دیتے
تو پھر ہاں اے میرے اللہ

اے مرے اللہ میاں
آپ ہی نے ہم سب کو بنایا
آپ ہی نے تو پیدا کی ہیں
جو کچھ چاہیں دے سکتے ہیں
جلدی سے کر دے مجھ کو بڑا
وہ مجھ پہ رُعب جماتے ہیں
ہر بات میں ڈانٹا کرتے ہیں
بس رو کر چُپ ہو جاتا ہوں
تب میں بھی اُن سے پوچھوں گا
کیسے ہیں یہ میرے ابّا؟
اور جو جو چیزیں چاہتا ہوں
دوسری چیزیں ہیں لا دیتے
مجھ کو شکار کا شوق ہے کتنا
دیجیے اک بندوق، اک گھوڑا
میری بات پہ ہیں ہنس دیتے
تو ہی کر اس شوق کو پورا

جب ہوں گی یہ باتیں پوری
پھر کتنا خوش ہو گا وصّی

فوٹوگرافی کا مشغلہ

احمد حسن، لکھنؤ

ہمارے پیامیوں میں شاید ہی کوئی ہو جسے تصویروں سے دلچسپی نہ ہو۔ بڑے بڑے آدمیوں، جانوروں پرندوں، عمارتوں، باغوں، پہاڑوں اور آبشاروں کی تصویریں دیکھنے میں سچ مچ بڑا مزا آتا ہے، ہمیں یقین ہے کہ بہت سے پیامیوں کو تصویریں جمع کرنے کا شوق ہوگا۔

مگر خود اپنی کھینچی ہوئی تصویریں! بھئی واہ وہ تو اور بھی اچھی لگتی ہیں، فوٹوگرافی یا فوٹو کھینچنے کا مشغلہ واقعی بہت دلچسپ ہے، اور ساں مفید بھی، ویسے بھی یہ کتنا اچھا لگتا ہے گلے میں کیمرا پڑا ہے، اور بس چلے جا رہے ہیں، جہاں کہیں اچھا منظر دیکھا یا کوئی ننھا منا بچہ کھیلتا ہوا نظر آیا یا کوئی اور دلچسپ تصویر، بس کیمرا سنبھالا اور تصویر لے لی۔ اب جلدی ہے، کب یہ تصویر دھلتی ہے اور کب چھپتی ہے۔ اچھی خاصی مصروفیت اور دلچسپی! یہ تصویر چھپ کر آتی ہے تو کتنی خوشی ہوتی ہے، اور اسے کس احتیاط سے اپنے البم میں چپکایا جاتا ہے۔

کبھی کبھی بلکہ اکثر تصویر دیکھ کر وہ بیتی باتیں یاد آ جاتی ہیں۔ جو تصویر لیتے وقت پیش آئی تھیں۔ یہ تصویر یوں کھینچی تھی ایسے ایسے۔

ہمارے کالج میں ایک بار ہندوستان کے مشہور سائنس داں سی وی رمن تشریف لائے تھے، میں نے ان کی تصویر لی تھی اس تصویر کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات ہو گئی تھی، تم بھی سنو گے؟ مگر دیکھو کسی سے کہنا مت! ...... ہماری یعنی کالج کی انجمن کے ایک سکریٹری تھے، یہ بے چارے ذرا مغالطے میں مبتلا اور اپنے کو کچھ سمجھتے تھے! کہنے لگے۔ "سی، وی رمن کے ساتھ ہمارا فوٹو بھی لینا پڑے گا۔"

میں نے کہا۔ "بہت اچھا"

جب وہ رمن کے ساتھ کھڑے ہوئے، (رمن کے رعب سے ذرا الگ ہی کھڑے ہوئے تھے) تو میں نے صرف رمن کی تصویر لی، اور ان کو کاٹ دیا، وہ اس خیال میں مگن تھے کہ ہماری تصویر بھی آ گئی ہوگی، بے چارے بہت خوش تھے، دو دن تک کالج کے ریسٹوران (قہوہ خانہ) میں چائے

بلائی، ادھر ہم الگ خوش کہ خوب بے وقوف بنایا، بعد میں
ان سے کہہ دیا گیا کہ پورا فلم دھلتے وقت خراب ہو گیا۔ یہ سن
کر ان غریب کو اپنی قسمت پر بہت دنوں تک افسوس رہا۔

پھر آپ چھٹیوں میں گھومتے پھرتے جاتے ہوں
یا کہیں پکنک وغیرہ میں اور اپنا کیمرہ ساتھ ہو تو ان
سیروں اور پکنکوں کی یاد بھی محفوظ رہتی ہے۔

یوں تو طرح طرح کی تصویریں بازار میں بھی مل جاتی
ہیں، مگر اپنے ہاتھ کھینچی ہوئی تصویروں کی بات ہی کچھ اور
ہوتی ہے جس رخ سے جی چاہا تصویر اتار لی، فرض
کرو، ایک عمارت ہے۔ اوروں کو اس کا جو رخ پسند ہے
ہمیں پسند نہیں، ہم نے اس کا فوٹو کسی دوسری طرف
سے لیا۔

اس مشغلے سے ایک فائدہ اور بھی ہے، ہمارے
بعض ہفتہ وار اخباروں یا ماہوار رسالوں میں فوٹوگرافی
کے انعامی مقابلے ہوتے ہیں۔ ان مقابلوں میں شریک ہونا
بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ ان مقابلوں میں تصویر
بھیجو تو اپنی عمر ضرور لکھو، تصویریں جانچنے والے عمر
کا بھی خیال رکھتے ہیں۔

اس مشغلے کو شروع کرنے کے لئے سب سے پہلے تمھیں
کیمرے کی ضرورت ہوگی، ایسا کیمرہ خریدو جس کے
ویو فائنڈر (VIEW FINDERS) اچھے اور بڑے
ہوں، شٹر ٹھیک کام کرتا ہو اور لنس اچھا ہو، لنس اچھا
ہوگا تو تصویر بھی اچھی آئے گی، لنس پر گرد و غبار نہ پڑنا
چاہئے۔ نہ انگلی یا کسی اور چیز سے چھونا چاہئے، ذرا سی
بے احتیاطی سے نہیں معلوم خراشیں پڑ جاتی ہیں اور لنس
بیکار ہو جاتا ہے۔

یہ بات بھی معلوم ہونا چاہئے کہ کس کیمرے میں کس نمبر
کا فلم استعمال ہوتا ہے، زیادہ تر کیمروں میں ۱۲۰ یا ۶۲۰
نمبروں کے فلم استعمال ہوتے ہیں۔ ایک نمبر کا فلم دوسرے
نمبر کے کیمرے میں آسانی سے استعمال نہیں ہو سکتا، پھر فلم
کو کیمرے پر چڑھانا بھی ایک کام ہے، یہ بھی معلوم ہونا چاہئے
اگر تم نے اچھا اور قیمتی کیمرہ خریدا ہے تو اس میں بہت سے
چھوٹے چھوٹے پرزے ہوں گے، ان سب کا استعمال اپنے
فوٹوگرافر سے پوچھ لو۔ مقصد یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں
میں تم فوٹوگرافر کی مدد کے محتاج نہ رہو۔

تصویر لیتے وقت سورج دائیں یا بائیں یا پیچھے ہو
سامنے نہ ہو، سامنے بھی ہو تو کم سے کم کیمرا سائے میں
ہونا چاہئے۔ ورنہ تصویر بالکل نہ آئے گی۔

تم پہلے پہل کیمرا خریدو گے تو تمھارے بہن بھائی
اور دوست تمھیں اپنی اپنی تصویریں کھنچوانے کے لئے
بہت پریشان کریں گے اور تم انھیں دھوکا بھی نہیں
دے سکتے، ہمارے سکریٹری صاحب کی بات اور تھی
اپنے بہن بھائیوں کی تصویر اس وقت لو جب وہ اپنی
اصلی حالت میں ہوں، ان کے چہرے پر جھجک یا ان میں
اس بات کا احساس نہ ہو کہ تصویر کھنچوا رہے ہیں۔

عام طور پر میں نے یہ دیکھا ہے کہ تصویر کھنچواتے وقت

لوگ "بن" جاتے ہیں، ہنس بھی رہا ہوں تو منہ بنا لیں گے یا ایسے سنجیدہ بن جائیں گے۔ جیسے تصویر کھنچواتے وقت انھیں کچھ تکلیف ہو رہی ہے۔ اس لئے جب وہ ہنس رہے ہوں یا بات چیت کر رہے ہوں، تم چپکے سے بغیر بتائے ان کی تصویر لے لو جیسے شکار میں کرتے ہیں، بس یہ سمجھ لو کہ کیمرہ تمھاری بندوق ہے، اور جس کی تم تصویر لے رہے ہو وہ تمھارا شکار ہے اور تم؟ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟ تم ہوئے شکاری!

اچھا ہم تمھیں ایک اپنا قصہ سنائیں، ہماری ایک خالہ تھیں بڑی ہنس مکھ، مگر تصویر کھنچوانے سے بہت گھبراتی تھیں، کیمرے کے سامنے آتے ہی سنجیدہ ہو جاتیں، ایک روز وہ اپنے ننھے منے بچے کو گدگدا گدگدا کر ہنس رہی تھیں، میں نے چپکے سے ان کی تصویر لے لی، یہ تصویر بہت اچھی آئی، میں نے اُسے ایک انعامی مقابلے میں بھیجا، اور دوسرا انعام ملا، بغیر بتائے تصویر لینے میں سچ مچ بہت لطف آتا ہے۔

یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ ہنستے ہوئے تصویر لی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ چہرے پر بے ساختگی ہو، بناوٹ نہ ہو، اور ہاں تصویر لیتے وقت ان سب باتوں کا خیال رکھنا جن کا ذکر پہلے آچکا ہے، وہی روشنی سورج کا رُخ وغیرہ

شروع شروع میں لوگوں کو باقاعدہ بٹھا کر تصویر مت لو۔ فوٹوگرافی کی اصطلاح میں اسے (PORTROIT) کہتے ہیں، اس میں بہت مشق کی ضرورت ہے جہاں تک ممکن ہو اسنیپ (SNAP) ہی لیا کرو۔ یعنی جہاں کسی کو ہنستے یا کسی بچے کو کھیلتے دیکھا اچانک تصویر لے لی۔

بچے جب کھیلنے میں مشغول ہوں، اور بالکل اپنی نیچرل یا قدرتی حالت میں ہوں تو فوراً شٹر دبا دو اکا دکا بچوں کے چہروں کا خیال نہ کرو، پوری تصویر اچھی آنی چاہئے بس یہ معلوم نہ ہو کہ بچے تصویر لینے کے لئے وہاں بٹھائے گئے تھے۔ بلکہ خود آپ ہی آپ کھیل رہے تھے، بچیاں گڑیاں کھیل رہی ہوں تو اُن کی تصویر بہت اچھی آتی ہے۔

کتے بلی کی تصویریں بھی بہت پیاری لگتی ہیں، ان کی تصویر لیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ گھاس پر نہ بیٹھے ہوں، اس سے تصویر خراب ہو جاتی ہے، بجری یا سمنٹ کے فرش پر بیٹھے ہوں، جانور حیرت سے کیمرے کی طرف دیکھیں گے، اگر اس طرح ان کی تصویر نہ لینا ہو تو ان کی توجہ دوسری طرف کر دو کتے کو روٹی کا ٹکڑا دکھا دو، بلی کی طرف گیند لڑھکا دو۔

ہاتھ سے بنے ہوئے جانوروں اور کھلونوں کی تصویریں بھی بہت اچھی آتی ہیں، ان چیزوں کو سلیقے سے میز پر لگا دو ان کے دونوں طرف بجلی کے لیمپ لگا دو، دونوں میں ۱۰۰ واٹ کے بلب جل رہے ہوں۔ اب اپنا کیمرہ مقررہ فاصلے پر میز پر رکھ دو، کیمرہ ہلنے نہ پائے، اس لئے کہ تمھیں وقت دے کر تصویر لینا ہوگی، معمولی کیمرے کے لئے تین سیکنڈ کافی ہیں

اچھے کیمروں میں وقت دینے کا پیمانہ ہوتا ہے اسے دیکھ کر وقت دو۔

شروع اور آخر برسات میں لاجوردی اور گہرے نیلے آسمان پر، سفید سفید اور سرمئی بادل بہت اچھے لگتے ہیں۔ بادل کے ٹکڑے بڑے بڑے ہوں تو LAND SCAPE بہت عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر ایک بات کا خیال بہت ضروری ہے، کیمرے کا لینس معمولی ہے تو بادلوں کی تصویر نہیں آئے گی، اس کے لئے ایک اسکائی فلر (SKY FILLER) خریدنا پڑے گا۔ یہ لینس کے آگے لگ جاتا ہے۔ برسات میں تو اسے لگائے رکھنا ہی اچھا ہے۔

سمندر یا پہاڑوں کی تصویر لیتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ تصویر میں ان کی اونچائی یا دوری کا اندازہ ہو سکے، تصویر اس طرح لی جائے کہ پاس کا کوئی درخت روش یا کوئی اور چیز تصویر میں آجائے، اور یہ چیز مقابلے کا کام دے بغیر اس کی کچھ عجیب عجیب سی لگتی ہے۔

کسی سیدھی روش کی یا سڑک کی جو دور تک سیدھی چلی گئی ہو، تصویر مت لو، اس سے تصویر دو حصوں میں بٹی نظر آئے گی اور ذرا بھی خوب صورت نہ معلوم ہوگی، ہاں سڑک پر کوئی گاڑی وغیرہ ہو اس کے کنارے درخت لگے ہیں یا روش پر دروازہ لگا ہو تو کوئی ہرج نہیں۔

ایسی تصویریں بھی ضرور کھینچو جن میں ہندوستانیت ہو مثلاً تمھاری امی پاندان کھولے بیٹھی ہیں، اور پان لگا رہی ہیں یا تمھاری دیدی تھال ہاتھ میں لئے پوجا کو کھڑی ہوں یا شادی بیاہ، تہواروں (محرم، رام لیلا وغیرہ) تاریخی جلسوں کی تصویریں۔ پھر تمھارے مدرسے جو مختلف جلسے وغیرہ ہوتے رہتے ہیں، ان کی تصویریں ہاں کھیل کود کی تصویریں۔

ایسی تصویریں لینے سے ایک اور فائدہ ہے جنھیں قلمی دوستی اور خط کتابت کا شوق ہے تو اس طرح کی تصویریں تم اپنے ان دوستوں کو بھیج سکتے ہو، یہ ان کے لئے بہت دلچسپی کا سبب ہوں گی۔

لو بھئی تصویریں تو تمھارے پاس بہت سی جمع ہو گئیں اب انھیں رکھوگے کہاں۔ ایک البم بنا لو یا بنا بنایا بازار سے خرید لاؤ۔ اور اس میں احتیاط سے تصویریں لگاؤ۔

فلم کی دھلائی اور تصویروں کی چھپائی کا کام ذرا مشکل ہے شروع میں یہ کام کسی فوٹوگرافر سے کرا لو تم خود بھی کر سکتے ہو، پہلے پہل تمھارے فلم کی تصویریں خراب ہو جائیں تو نا امید ہونے کی ضرورت نہیں۔ مشق ہی سے سب کچھ آتا ہے، غلطیاں کر کے ہی آدمی سنبھلتا ہے۔ آج کے بہت اچھے اچھے فوٹوگرافروں سے جانے کتنے فلم خراب کئے ہوں گے، تب جا کر انھیں اچھی تصویریں لینا آئی ہیں ؂
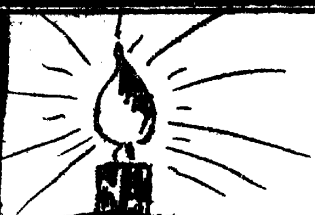
جاگو اور جگاؤ

جبرئیل جبل پور

جاگو دنیا والو جاگو

رات گئی اب صبح ہوئی ہے | وہ دیکھو پو پھوٹ رہی ہے
سورج کی بھی آنکھ کھلی ہے | سوئی کلی بھی جاگ اٹھی ہے

جاگو دنیا والو جاگو

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن | ذرہ ذرہ روشن روشن
رنگ برنگا چرخ کا دامن | دور ہوئی سب دل کی الجھن

جاگو دنیا والو جاگو

خوابِ غفلت ٹھیک نہیں ہے | بسترِ ذلت ٹھیک نہیں ہے
ایسی فطرت ٹھیک نہیں ہے | سوئی قسمت ٹھیک نہیں ہے

جاگو دنیا والو جاگو

نیند سے چونکو آنکھ تو کھولو | جو شئے ہے بیدار ہے دیکھو
ہوش کی لو کچھ ہوش میں آؤ | جبرئیل اک آواز تو دے دو

جاگو دنیا والو جاگو

آج کل سردی کیسی زوروں کی پڑ رہی ہے اور انگیٹھی یا چولھے کے آس پاس بیٹھ کر ہاتھ تاپنے میں کیسا مزا آتا ہے۔ سرخ سرخ انگارے کیسے دہکتے ہوتے ہیں اور اس میں کیسے کیسے گرم شعلے نکلتے ہیں۔

سچ پوچھو تو یہ آگ ہماری زندگی میں بہت ہی اہم ہے۔ یہ نہ ہو تو ہمارا کھانا کیسے پکے۔ اور چار کیسے تیار ہو، اور بھی حضرت موسیٰ کو پیغمبری بھی تو اسی نے دلوائی تھی، مگر یہ ہے کیا چیز اور اس میں سے شعلے کیسے نکلتے ہیں۔

تم نے سائنس تو پڑھی ہے؟ اچھا بتاؤ:۔ کیمیاوی عمل کسے کہتے ہیں۔ دیکھو اگر کوئی ایک چیز دوسری چیز سے ملنے کے بعد بالکل ایک نئی چیز بن جائے، اس طرح کہ اس کی خاصیتیں بھی بدل جائیں تو یہ کیمیاوی عمل کہلائے گا۔ مثلاً آکسیجن ایک گیس ہے۔ اس کی خاصیتیں الگ ہیں۔ ہائڈروجن ایک دوسری چیز ہے اس کی خاصیتیں بھی جدا ہیں ان دونوں کو ملا دیا۔ ان کے ملنے سے بالکل ایک نئی چیز بن گئی۔ بتاؤ کیا؟ پانی! اس کی خاصیتیں بھی ان دونوں سے الگ ہیں۔

اس کیمیاوی عمل یعنی دو چیزوں کے ملتے وقت عموماً گرمی یا حرارت اور کبھی کبھی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اسے تم احتراق کہہ لو، سمجھے! احتراق!! اسے تم جلنا بھی کہہ سکتے ہو۔

جب کیمیاوی عمل زیادہ تیزی سے ہو اور گرمی یا حرارت بہت کافی پیدا ہو جائے تو جس چیز پر یہ کیمیاوی عمل ہوتا ہے جلنے لگتی ہے۔ کلورین ایک زہریلی گیس ہوتی ہے اس میں تم تارپین کے گرم تیل میں ڈوبا ہوا فلٹر کا کاغذ ڈال دو فوراً جل اٹھے گا۔ تم نے تارپین کے تیل میں آگ لگائی تھی؟ بات یہ ہے کہ کلورین گیس اور تارپین کے تیل کے ملنے سے اتنی گرمی یا حرارت پیدا ہوئی کہ کاغذ نے فوراً آگ پکڑ لی۔ اسی طرح اور چیزیں

بھی جلتی ہیں۔ ہوا میں ایک گیس ہے آکسیجن وہ چیزوں کے جلانے میں بہت مدد دیتا ہے۔

مگر ہر کیمیاوی عمل میں اتنی حرارت یا گرمی کا پیدا ہونا ضروری نہیں۔ لوہے میں زنگ لگنا بھی ایک طرح سے کیمیاوی عمل ہے۔ سائنس والے اس زنگ لگنے کو بھی احتراق کہتے ہیں، لیکن یہ کیمیاوی عمل بہت سست ہوتا ہے اور اتنی حرارت پیدا نہیں ہوتی کہ آگ لگ جائے۔

اچھا اب بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن سے جلتے وقت شعلے اٹھتے ہیں، لکڑی یا گندک یا تیل وغیرہ جلاؤ گے تو شعلے پیدا ہوں گے، بعض شعلے روشن ہوتے ہیں مثلاً موم بتی کا شعلہ۔ بعض نہیں ہائڈروجن اور بائکسائڈ گیسوں کے ملنے سے جو شعلے پیدا ہوتے ہیں وہ روشن نہیں ہوتے۔

بات یہ ہے کہ کیمیاوی عمل کے وقت اگر جل اٹھنے والی گیس یا بخارات خارج ہوتے ہیں تو گرمی یا حرارت کی وجہ سے جلنے لگتے ہیں اور یہ جلتی ہوئی گیس ہمیں شعلہ معلوم ہوتی ہے شعلے کا رنگ اور بناوٹ بھی الگ الگ ہوتی ہے۔ جلتی ہوئی گندھک سے ارغوانی رنگ کا شعلہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض چیزوں کے شعلے نیلے رنگ کے ہوتے ہیں، غرض جتنی چیزیں ہوتی ہیں، ویسے ہی شعلے بھی ہوتے ہیں۔

اب تم ایک موم بتی جلاؤ اور اسے غور سے دیکھو، تمھیں اس میں شعلے کے کئی حصے صاف صاف نظر آئیں گے۔ بالکل جڑ میں نیلے رنگ کا حاشیہ سا نظر آئے گا

(۱) یہ روشن نہیں ہوتا۔ یہاں کوئی گیس یا

جل اٹھنے والی چیز جلتی نہیں، اوپر اٹھ جاتی ہے۔ اور اوپر جاکر جلتی ہے۔

(۲) یہاں گیس بہت تھوڑی جلتی ہے۔ زیادہ حصہ بن جلا ہوتا ہے۔ اگر اس حصے پر ایک نلکی رکھی جائے اس کے سرے پر ایک اور شعلہ پیدا ہوگا۔ یہاں تم تنکا رکھ کر دیکھو جلے گا نہیں۔

بس جھلس جائے گا۔ اب
(۳) بیچ کے حصّے پر آؤ۔ یہاں گیس خوب جلتی ہے
شعلے کا سب سے بڑا حصّہ یہی ہوتا ہے۔ روشنی بھی
اسی میں ہوتی ہے۔
(۴) سب سے اوپر کا حصہ سب سے گرم اور
روشن ہوتا ہے۔ سائنس کے تجربہ خانوں میں چیزیں
گرم کرنے کے لئے آگ نہیں جلاتے۔ مختلف
شعلوں سے کام لیتے ہیں۔ یہ جلد جل اُٹھتے
ہیں۔ اور ان کی گرمی اتنی ہوتی ہے کہ چھوٹے
موٹے کام جلدی سے ہو جاتے ہیں۔ تم نے
اپنے ہاں کے سائنس کے کمرے میں
اسپرٹ لیمپ اور بنسن برنر دیکھے ہوں گے
انھی سے یہ کام لیا جاتا ہے +

بچوں کی نظمیں

محمد شفیع الدین نیّر کی اصلاح کے بعد

بڑوں کا حکم

اوم پرکاش، جموں

ذکر ہے یہ اک روز بھائی
بیٹھے جو تھا میں گھبرایا
چاہا اُٹھ کر باہر جاؤں
ماں نے کہا جاؤ گے کیوں کر
ماں کا کہا میں نے نہیں مانا
پاؤں جو پھسلا بن گئی یہ گت
ماں نے فوراً آ کے اُٹھایا
حکم بڑوں کا مانو تم

بارش آئی بارش آئی
بیٹھے بیٹھے جی گھبرایا
سیر سے اپنا جی بہلاؤں
پانی، کیچڑ ہوگا سڑک پر
کوٹ پہن کر چاہا جانا
کیچڑ میں میں ہو گیا لت پت
پھر تو میں دل میں شرمایا
فرض یہ اپنا جانو تم

چاند

سید یوسف جہاں، حیدرآبادی

چرخ پہ نکلا چاند ہمارا
دور ہوا لو سب اندھیارا
چرخ پہ تارے فرش بچھائے
چاند کو راجہ اپنا بنا کر
کھیلتے تارے آنکھ مچولی

سب سے اچھا سب سے پیارا
تاروں نے آکاش نکھارا
ننھی مُنّی روشنی لائے
بیچ میں اپنے اس کو بٹھا کر
ہم بھی کھیلیں آ کر ہولی

کھیلے کون اب ساتھ ہمارے بھائی بہنیں سو گئے سارے
یک دم آیا بادل گھر کر
چاند چلا بادل میں چھپ کر

ایک شام

سیدہ افسر جہاں تاز، حیدرآبادی

چڑیوں کے چہچہے ہیں کیا لطف آ رہا ہے
کیا وجد میں پرندہ ایک حمد گا رہا ہے
یہ سب حسین منظر چٹکی ہوئی ہیں کلیاں
ہر شاخ پر چہکتی گاتی ہوئی یہ چڑیاں
جھرنے کا پیارا پیارا، دریا کی یہ روانی
اس شام کے میں صدقے کتنی ہے یہ سہانی
اونچی پہاڑیوں کا یہ دل فریب منظر
سبزے کی تھرتھراہٹ وہ اس کی چوٹیوں پر
سورج کی سرخ کرنیں دنیا پہ چھا رہی ہیں
ٹھنڈی ہوائیں مجھ کو بے خود بنا رہی ہیں
آؤ تو نازؔ مل کر خالق کے گیت گائیں
بد مست ہیں فضائیں ہم جھوم جھوم جائیں

بھائی بہن کی یاد

عائشہ بیگم

کیا پیاری پیاری صورت تھی　　سانچے میں ڈھلی اک مورت تھی
اس میرے احمد پاشا کی

کیا سانولی سانولی رنگت تھی　　کیا بھولی بھالی سنگت تھی
اس میرے احمد پاشا کی

چھوٹا سا دہن تھا غنچہ سا　　دو پنکھڑیوں سے ہونٹ تھے کیا
اس میرے احمد پاشا کے

کیوں ہم کو تڑپتا چھوڑ گیا　　دیکھ اماں کا کیا حال ہوا
فرقت میں احمد پاشا کی

اس دنیا میں ہم جیتے ہیں
معمولاً کھاتے پیتے ہیں
پر خونِ جگر ہی پیتے ہیں
فرقت میں احمد پاشا کی

اب گھر کا چمن ویران ہوا
وہ جنت کا مہمان ہوا
آباد یہ قبرستان ہوا
جانے سے احمد پاشا کے

نسیما کو بلایا پاس اپنے
اور اس کو سلایا پاس اپنے
اور کھوئے ہوش و حواس اپنے
ماں باپ نے احمد پاشا کے

ہمارا باغ

اقبال احمد بنارسی (عمر ۱۲ سال)

کیسا اچھا باغ ہمارا　　حسن کا ٹکڑا آنکھ کا تارا
پھول ہیں اس میں پیارے پیارے　　رنگ برنگ کے ننھے غنچے
نرگس، شہلا، چمپا، بیلا　　اور وہ کھڑا شمشاد اکیلا
سبزے کا اک فرش بچھا ہے　　دل کش اور رنگین فضا ہے
پھولوں کے انبار ہیں ہر سو　　رات کو جگ مگ کرتے جگنو
ہر پتی ہر پھول حسیں ہے　　خوشبوؤں سے معمور زمیں ہے
سرو پہ قمری بول رہی ہے　　پیار کے موتی رول رہی ہے
صبح کو اس میں چڑیاں آئیں　　میٹھے میٹھے گیت سنائیں
دل میں اک ہل چل سی مچائیں　　سوتے ہوؤں کو آن جگائیں
باغ میں جس دم کوئل بولے　　جی میرا رہ رہ کے ڈولے
دفعۃً پپیہا شور مچائے　　پی، پی کی آواز سنائے
آنکھ کو میری اس سے فرحت　　دل کو میرے اس سے راحت
مجھ کو یہ سکھ چین ہے دیتا　　درد و الم کو واپس لیتا
شام و سحر ہوں اس جا آتا　　دل سے ہر اک رنج مٹاتا
مجھ کو ٹہلنے کی ہے عادت　　اس سے قائم میری صحت

اپنا تو اقبال ہے ایماں
سب سے بہتر ہے یہ گلستاں

ابا جان کا قلم

انور سعید انصاری

ابا جان بمبئی سے واپس آئے تو میرے لئے ایک خوب صورت سی کتاب لائے۔ ننھی منی کہانیوں کی کتاب۔ اتفاقاً میری نظر اُن کی تیسر والی کی جیب پر پڑی۔ کوئی نئی چیز تھی جو ابا جان اپنے لئے لائے تھے۔ میرے بار بار کہنے پر انھوں نے جیب سے نکالی اور میرے ہاتھ میں دے دی۔ یہ بہت خوب صورت اور رنگین تھی، اور مجھے بہت پسند آئی ابا جان نے بتایا کہ اسے انگریزی میں فاؤنٹن پن کہتے ہیں۔ اس میں ایک عمدہ قسم کی روشنائی بھر دیتے ہیں تو یہ قلم بغیر دوات میں ڈبوئے لکھتا ہے۔ میں نے ابا جان سے کہا "یہ فاؤنٹن پن مجھے دے دیجئے اور اپنے لئے دوسرا خرید لیجئے۔ مگر ابا جان نے کہا نہیں یہ بہت قیمتی ہے۔ جب تم بڑے ہو جاؤ گے اور بڑے درجوں میں پڑھو گے تو تمھیں اچھا سا قلم خرید دیں گے" میں یہ سن کر بہت خوش ہوا۔

ہمارے محلے میں ایک لڑکا جھمّو رہتا تھا۔ کوئی ۱۲، ۱۳ سال کا ہوگا۔ ماں مر چکی تھی، باپ ایک دفتر میں چپراسی تھا، یہ سویرے تڑکے اُٹھتا اور کھانا پکا کر دفتر چلا جاتا تھا، پھر بہت رات گئے واپس آتا۔ اس نے جھمّو کو مدرسے میں داخل کیا، مگر جھمو کو پڑھنے سے نفرت تھی، مدرسے سے بھاگ آتا جھمّو کا باپ اس بات پر اُسے خوب مارا کرتا۔ مگر وہ کبھی مدرسے نہ جاتا، سارے دن کھیلتا رہتا۔

جھمّو سے میری بہت دوستی تھی وہ مجھ سے چار سال بڑا تھا۔ میں اُسے اکثر گھر سے پھل اور مٹھائی لا دیا کرتا، اور وہ بڑے شوق سے کھاتا۔ ایک دفعہ میں نے اُسے چپکے سے جوتوں کا ایک نیا جوڑا لا کر دیا۔ یہ ابا جان نے مجھے عید کے لئے لا کر دیا تھا۔ مگر وہ اُس کے پاؤں میں چھوٹا تھا۔ اُس کو اس نے چار آنے میں بیچ کر انار، امرود و غیرہ کھائے تھے۔

جھمّو بے حد شریر لڑکا تھا، محلے کے سارے بچے اس سے ڈرتے، اور اسے دیکھتے ہی بھاگ

جاتے۔ وہ ان سب کو بہت ستایا کرتا، کبھی ان کے ہاتھ میں سے پیسے لے کر بھاگ جاتا، کبھی اُن کی ٹوپی اُڑا لیتا۔

میری اور چھجو کی بہت گاڑھی چھنتی تھی، وہ مجھے بالکل نہ ستاتا، اور مجھ سے اچھی طرح کھیلا کرتا۔ کبھی دوسرے لڑکوں سے میری لڑائی ہو جاتی وہ بھاگ کر میری مدد کو آجاتا اور مجھے بچا لیا کرتا وہ اکثر خوانچے والوں کو خوب چھیڑا کرتا، اُچک کر اُن کے خوانچے سے مٹھائی وغیرہ کی مٹھی بھر کر گلیوں میں غائب ہو جایا کرتا خوانچے والے دیکھتے کے دیکھتے رہ جاتے اور پھر ہم دونوں مل کر خوب مزے لے لے کر کھاتے، اکثر وہ کمہار کے گدھوں میں سے ایک گدھے کو چپکے سے کھول لاتا اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا کر دور دور لے جاتا۔ اکثر ہم دونوں باغوں میں جاتے اور پھل توڑ توڑ کر خوب کھاتے پیٹ بھر جاتا تو گدھے پر بیٹھ کر واپس آجاتے۔

محلے والے بھی اس سے بہت تنگ تھے اور اس کے باپ سے اس کی شکایتیں کیا کرتے۔ اس کا باپ اُسے خوب خوب سزائیں دیتا، اُسے پٹتے دیکھ کر مجھے بے حد رنج ہوتا تھا۔ مگر وہ کسی طرح شرارتیں کرنے سے باز نہ آتا۔ ابا جان اور بھائی جان مجھے اس کے ساتھ کھیلتا دیکھتے تو بہت خفا ہوتے۔ اس بات پر مجھے دو ایک دفعہ سزا بھی ملی، پھر بھی اس کی دوستی چھوڑنے کو دل نہ چاہتا تھا، اور اس کے ساتھ چپکے چپکے کھیلا کرتا۔

ایک روز چھجو سے میں نے ابا جان کے فاؤنٹن پن کا ذکر کیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ وہ قلم اُسے بھی دکھاؤں ورنہ وہ مجھے گدھے پر بٹھا کر باغ نہیں لے جائے گا۔ میں اس کی باتوں میں آگیا ایک روز دوپہر کو جب سب سو رہے تھے، میں نے ابا جان کی شیروانی میں سے قلم نکالا اور اس کو لے جا کر دکھایا۔ اُسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ میری بہت تعریف کی اور مجھے باتوں میں لگا کر کہنے لگا۔ چلو میں تمھیں ایک بہت ہی اچھی جگہ لئے چلتا ہوں۔ میں فوراً تیار ہو گیا۔

اس وقت میں ننگے سر اور ننگے پاؤں اس کے ساتھ جا رہا تھا۔ آخر بہت دور چلنے کے بعد ہم ایک بہت بڑے بازار میں پہنچے۔ چھجو ایک دوکان میں گیا۔ جہاں بہت سارے ویسے ہی قلم رکھے تھے جیسا ابا جان بمبئی سے لائے تھے، تھوڑی دیر میں وہ واپس آیا اور مجھے چار چمک دار روپے دکھائے میں نے حیرت سے اُس سے پوچھا، کہ وہ یہ روپے کہاں سے لایا، مگر اُس نے کوئی جواب نہیں دیا اور مجھ سے کہنے لگا، آؤ چلو، ایک چیز کھائیں گے، ہم نے خوشی خوشی ایک خوانچے والے سے بہت سی مٹھائیاں خریدیں، اور ایک پھل والے کی دوکان سے بہت سے پھل خریدے۔ اور ایک جگہ سائے میں بیٹھ کر مزے

مزے لے لے کر کھائے۔ کھانے کے بعد کچھ باقی بچا وہ وہیں چھوڑ کر ایک کھلونوں کی دُکان پر آئے جہاں بہت سے کھلونے رکھے تھے، اُس نے مجھے کئی موٹریں، گھڑیاں اور عینکیں خرید کر دیں اور اپنے لئے ایک خوب صورت سا ہوائی جہاز خریدا۔ میں ان چیزوں کو لے کر بہت ہی خوش ہوا

ان چیزوں کے لئے خوش خوش ہم شام کو اپنے گھر واپس آئے۔ میں دروازے سے تھوڑی ہی دور تھا کہ بھائی جان دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ انھوں نے مجھے چھمو کے ساتھ دیکھ پایا، پھر کیا تھا، زور سے میرا کان پکڑ کر گھر میں لائے اور مجھ سے پوچھا کہ یہ کھلونے تم کہاں سے لائے ہو۔ پہلے تو میں نے غلط سلط جوابات دینے شروع کئے، لیکن جب سزا کی دھمکی دی گئی میں نے سارا قصہ سنا دیا کہ چھمو کے ساتھ میں بازار گیا اور ایک دُکان سے وہ چار روپے لایا اور اس نے یہ چیزیں خریدیں کچھ اس نے خود لیں اور باقی مجھے دے دیں۔

سب نے خیال کیا کہ شاید چھمو نے کہیں سے وہ روپے چرائے اور ان کی چیزیں خریدی ہیں۔ اس لئے مجھے خوب ڈانٹا گیا۔ کہ میں اس کے ساتھ کیوں پھرتا ہوں، اور مجھ سے کہا گیا کہ فوراً یہ سب چیزیں چھمو کو واپس کر آؤں۔ میں جب یہ چیزیں لے کر چھمو کے گھر کی طرف جا رہا تھا تو یکایک مجھے فونٹن پن کا خیال آیا۔ میں نے سب باتیں چھمو سے جا کر کہیں اور سب کھلونے واپس دے دئے۔ واپس ہوتے وقت میں نے اس سے کہا کہ ابا جان کا جو قلم میں نے تمھیں دیکھنے کے لئے دیا تھا وہ واپس کر دو۔ چھمو نے یہ سُن کر کہا "واہ وہی تو میں نے اس دُکان پر چار روپے میں بیچا تھا" میں یہ سُن کر بہت گھبرایا اور اس سے کہا کہ میں نے تمھیں وہ قلم اس کام کے لئے تھوڑا ہی دیا تھا، تم مجھ سے پہلے ہی کہہ دیتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ لیکن چھمو نے صاف جواب دے دیا کہ میرے پاس تو اس وقت قلم نہیں ہے۔ میں غصہ اور گھبراہٹ میں رونے لگا، اور روتا ہوا گھر پہنچا۔ دیکھا تو اسی قلم کی تلاش ہو رہی تھی، شاید اس وقت ابا جان کو اس کی ضرورت ہوئی ہوگی جیسے ہی ابا جان نے مجھے دیکھا فوراً کرخت آواز میں بولے:۔ "انور کیا تم ہی نے میری شیروانی کی جیب سے قلم نکالا" میں یہ سُن کر بہت گھبرایا اور بجائے جواب دینے کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا"

مجھے روتا دیکھ کر سب سمجھ گئے کہ میں نے ہی قلم ابا جان کی جیب میں سے نکالا ہے اور چھمو کے پاس رکھنے کے واسطے لے گیا۔ چھمو مجھے بہکا کر بازار لے گیا اور قلم کو چار روپے میں فروخت کر کے مٹھائی اور کھلونے خریدے، پھر کیا تھا، سب نے مل کر سوالات

کی بوچھاڑ کردی، غصّے کی نظروں سے گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا، اتنے بڑے نقصان پر ابّا جان، امّی جان، بھائی جان سب نے مجھے بہت بُری طرح ڈانٹا۔ ابّا جان کو غصّہ جو آیا انھوں نے اپنے بید سے مجھے اس قدر مارا کہ میں اُدھ مُوا ہو گیا۔ وہ مار مجھے اچھّی طرح یاد ہے۔ اور پھر میں نے توبہ کرلی کہ کبھی چھمّو کے ساتھ نہیں کھیلوں گا، اور کبھی کوئی چیز نہیں چُراؤں گا اسی دن شام کو میں چھمّو کے گھر کے قریب سے گذر رہا تھا تو مجھے چھمّو کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں نے دروازے میں جھانک کر دیکھا تو چھمّو کا باپ اس کو لکڑی سے خوب مار رہا تھا۔ مجھے چھمّو پر بہت غصّہ آرہا تھا۔ میں اس کے پٹنے پر دل ہی دل میں خوش تھا

اب میں بڑی جماعت میں ہوں۔ ابّا جان نے بالکل ویسا ہی فاؤنٹن پن مجھے خرید کر دیا ہے وہ قلم مجھے بے حد پسند ہے۔ اکثر جب میں چھمّو کو بیل گاڑی ہانکتے دیکھتا ہوں تو وہ واقعہ یاد آ جاتا ہے۔

نیّت کا پھل

انوار الحق اعظمی، کوہنڈہ

اک بندر اور اک کتّے نے
روٹی کے دو ٹکڑے پائے
اب جو اُنھیں کھانے بیٹھے وہ
چھوٹے اور بڑے پر آئے
جب دو کی محنت شامل ہو
پھر کیوں گھاٹا کوئی اٹھائے
کم پر کوئی کیوں بس کرلے
اور کیوں بڑے پر کوئی جائے
پھر باہم انصاف کی خاطر
دوسرا اک بندر سے آئے
لیکن جب کچھ طے نہ ہوا تو
دونوں جاکے ترازو لائے
جُھک جو گیا تھا اس کا پلّا
حضرتِ بندر آگے آئے
کاٹا ایک بڑے ٹکڑے سے
اب چھوٹے نے پیر پھیلائے
پھر کیا تھا حضرتِ منصف نے
جھٹ اس پر بھی دانت لگائے
حرص کے بندے حرص میں اندھے
کون بھلا ان کو سمجھائے
وزن برابر ہو نہ سکا یہ
اور نہ ٹکڑے بچنے پلّے

کیا تم جانتے ہو

دُنیا میں سب سے بڑے آبشار کون سے ہیں؟

یہ وکٹوریہ آبشار ہیں، دریائے زمبیزی (روڈیشیا جنوبی افریقہ) میں ہیں۔ کوئی ایک میل چوڑے ہیں۔ پانی تقریباً ۴۰۰ فٹ کی اونچائی سے گرتا ہے۔ ان کی پھواریں سینکڑوں فٹ اونچی اُٹھتی ہیں، بالکل جیسے بادل اور صاف دن میں دس میل سے دکھائی دیتی ہیں۔ پانی کا شور تو کوئی ۲۵، ۳۰ میل سے سنائی دیتا ہے، مشہور سیاح ڈیوڈ لونگسٹن نے اُن کا پتہ لگایا تھا۔ گویا یہی سب سے پہلا یورپین سیاح تھا جس نے اِن آبشاروں کو دیکھا تھا (۱۸۵۵ء) یہ ملکہ وکٹوریہ کا زمانہ تھا۔ لونگسٹن نے اسی کے نام پر اس کا نام وکٹوریہ آبشار رکھا۔

نیاگرا کے آبشاروں کا نمبر ان کے بعد ہے، ان میں سے سب سے اونچے آبشار کی اونچائی ۱۶۷ فٹ ہے۔ چوڑائی چودہ سو فٹ۔

دائیں سے بائیں

۱۔ اگر...... میں دم ہے تو میدان میں آئیے۔

۳۔ اکثر بچے ...... ہوتے ہیں۔

۶۔ کہاں میخانے کا ...... غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے (بے ترتیب)

۷۔ ہر کھٹے کی خواہش کہ ہو ناک ......
لنڈورا کہے سب کی اڑ جائے دم (بے ترتیب)

۹۔ لاپروائی اور آرام کی زندگی دوسرے لفظوں میں (″)

۱۰۔ ہر ملک و قوم اور ہر شخص میں یہ کی عادت ہوتی ہے۔

۱۱۔ یہ کسی کے پاس نہ ہو ...... تو اچھی ہو، مگر بری خدا کی لعنت

۱۳۔ "پناہ" لفظ دوسرے لفظوں میں

اوپر سے نیچے

۱۔ ...... بنائے کام

۲۔ موت

۳۔ ...... سے بھاگتا ہوں دل ڈھونڈتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

۴۔ دور کا اشارہ (الٹا)

۵۔ مسلمانوں کا واحد۔ جس کی عبادت کرتے ہیں۔

۸۔ اگر تمہارے در پر فقیر آئے تو اسے یہ ...... بغیر ......

۹۔ اجمیر شریف میں بڑے زور شور سے لگتا ہے۔

۱۲۔ نصیبہ پڑوسی کا کھلنے لگے تو حاسد ...... میں جلنے لگے (الٹا)

۱۱۔ محبت و پیار کے معنی نکلتے ہیں۔

موتی کی لڑی۔

۱۔ ہمیں انسان بننے کے لئے صرف علم ہی کافی نہیں ہمارے ...... اچھے ہونے چاہئیں ایسے کہ جدھر نکل جائیں لوگ ہمیں سر آنکھوں پر بٹھائیں

۲۔ دوسروں کے کام آؤ۔ اور اپنے کئے کا احسان نہ جتاؤ۔

۵ حل اگلے پرچے میں۔

۴۔ اپنا دل اور اپنی زبان دونوں صاف رکھو۔

۵۔ دوسروں کی ترقی پر حسد نہ کرو، اپنی کامیابی کی تدبیریں سوچو۔

نسیم اللہ ترنسارن

۱۔ اپنی دی ہوئی چیز لینے والے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی اپنی الٹی ہوئی قے منہ میں واپس لے لے۔

۲۔ بے وقوف کا دل اس کے منہ میں اور عقل مند کی زبان اس کے دل میں ہوتی ہے

۳۔ کسی کام کا ثواب کرنے والے کی نیت پر ہے۔

۴۔ نیک بات بتلانے والا بھی نیک کام کرنے والے کی طرح ہے۔

لطیفے :۔

ساس :۔ (نئی دلہن سے) بہو تم ہمیشہ چپ چاپ رہتی ہو، ایسی بھی کیا شرم۔

دلہن :۔ اچھا اماں ایک بات پوچھوں، آپ بتائیں گی۔

ساس :۔ ہاں کیوں نہیں۔

دلہن :۔ اگر آپ کا بیٹا مر جائے تو میری دوسری شادی کر دیجئے گا؟

ساس :۔ (منہ بنا کر) بیٹی تمہارا چپ ہی رہنا اچھا ہے۔

عبدالرحیم، امراؤ گنج

صاحب :۔ (چپراسی سے) آج کیوں لیٹ (دیر) (LATE) کر کے آئے۔

چپراسی :۔ حضور میں تو کھڑا کھڑا آیا ہوں۔

ماسٹر :۔ آج رمضان کہاں ہے؟

ایک لڑکا :۔ وہ تو عید سے پہلے ہی بھاگ گیا، ماسٹر صاحب۔

دوسرا لڑکا :۔ اچھا ہوا بہت ظالم تھا۔

معین الدین، گیا

ماں :۔ بیٹا، دیکھو تو کمرے میں کون جانور شور مچا رہا ہے۔

لڑکا :۔ جانور تو کوئی بھی نہیں امی، ابا جان گا رہے ہیں۔

ماسٹر :۔ گرمیوں میں دن بڑے اور سردیوں میں چھوٹے کیوں ہوتے ہیں۔

ایک لڑکا :۔ ماسٹر گرمی سے ہر ایک چیز پھیلتی اور جاڑے میں سکڑتی ہے۔ بس اس لئے گرمی میں دن بڑے اور جاڑوں میں چھوٹے ہوتے ہیں۔

[illegible]

بڑے لڑکوں کے مضامین

شمو کی شرارت

اظہر افسر حیدرآباد دکن

امّی سالن بھون رہی تھیں، میں باورچی خانے میں بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا، بھیّا چیختے ہوئے باورچی خانے میں گھس آئے۔

"دیکھنا امّی اس شمو کی شرارتیں! میں پیٹوں گا اسے!"

"کیا ہوا بھئی" امّی نے پتیلی پر ڈھکن ڈھانکتے ہوئے کہا۔

"ہوا کیا، بار بار میری میز سے کتاب اُٹھا لے جاتی ہے۔"

اتنے میں شمو بھی بھاگتی ہوئی آگئی: "نہیں امّی، میں نے نہیں لی، ان کی کتاب یونہی کہہ رہے ہیں یہ۔"

بھیّا نے اسے پکڑنا چاہا، مگر وہ بھاگ کر امّی کے پیچھے چھپ گئی۔

"اور تھوڑی دیر پہلے حوض پر بیٹھا کون تصویریں دیکھ رہا تھا، وہ شاید میں ہوں گا؟"

"اجی جناب پھر آپ نے اپنی کتاب چھین بھی تو لی تھی۔" شمو نے امّی کے پیچھے سے گردن نکال کر کہا۔ "نہیں بھیّا میں نے نہیں لی، آپ کی کتاب سچ مچ امّی میں نے نہیں لی بھیّا کی کتاب۔"

امّی نے شمو کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور بولیں۔ "نہیں جی شمو نے نہیں لی، تمہاری کتاب وہیں کہیں ہوگی ڈھونڈھ لو۔"

"اچھا اب آئے شمو کی بچی میرے کمرے میں، اتنا پیٹوں گا، اتنا پیٹوں گا کہ بھرکس ہی نکل جائے گا بیگم کا۔"

"نہیں بیٹی" امی شمو کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سمجھانے لگیں۔ "بڑوں کی کتابیں نہیں چھوتے۔ اور پھر تو جاتی ہی کیوں ہے، اُن کے کمرے میں پرسوں ہی ایک کتاب گم ہوگئی، کوئی لٹو روپے میں آئی، نہ جانے کیسے گم ہو جاتی ہیں یہ کتابیں، مگر نام تو تیرا ہوتا ہے، اب کبھی نہ جائیو ان کے کمرے میں سمجھی!"

"کبھی نہ جاؤں امّی؟" شمو نے ان کے گلے میں بانہیں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں کبھی نہیں آخر تیرا کام ہی کیا ہے وہاں۔"

اچھی بات ہے، اب کبھی نہ جاؤں گی، بھیا کے کمرے میں، ان سے بات بھی نہ کروں گی، بہت خراب ہیں بھیا۔"
شمو سامنے کی تشتری میں سے تلے ہوئے چھلکے کھانے لگی، پھر کہنے لگی۔
"امی بھیا کی کتابوں میں بڑی اچھی اچھی تصویریں ہیں، بطخیں ہیں، گھوڑے ہیں، اور ایک آدمی شیر کے گلے میں زنجیر ڈالے اُسے روکے کھڑا ہے"........ پھر پوچھنے لگی۔
"اچھا امی...... میں اب بھیا کے کمرے میں کبھی نہ جاؤں ؟"
"نہیں" امی نے شمو کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔
شمو گھبرا گئی کہنے لگی:۔ "امی وہ بھیا کی کتاب بھی رکھنے نہ جاؤں، بھیا باہر ہیں چپکے سے رکھ آؤں گی"
کریمن، امی اور میں سب کے سب ہنسنے لگے۔ خود شمو بھی ہنسنے لگی، پھر شمو نے سیدھے کھڑے ہوکر اپنی قمیص کے اندر سے ایک چھوٹی سی سنہری کتاب نکالی اور امی کی گود میں ڈال کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

سمندر میں

ام۔ اے جلال الدین، حیدرآباد دکن۔

سمندر کے کنارے ایک چھوٹا سا خوب صورت شہر آباد تھا۔ اس شہر کے لوگ بہت ہنسی خوشی زندگی گذارتے تھے بچے بھی چونچال، خوب پڑھتے، اور نئے نئے کھیل کھیلتے، سمندر قریب تھا، اس لئے یہ بچے تیراکی بھی بہت اچھی جانتے تھے روزانہ اپنی اپنی ٹولیاں بنا کر سمندر کے کنارے پانی میں تیرا کرتے، ان ٹولیوں میں سے ایک کا سردار ارشد لکھنے پڑھنے اور کھیل کود میں سب سے تیز تھا، اس کی ٹولی بھی دوسری ٹولیوں سے ہر بات ممتاز تھی۔

ارشد اپنی ٹولی کو تیرنے کی خوب مشق کراتا تھا اور خود تیرتا تیرتا دور تک نکل جاتا تھا، ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ پندرہ پندرہ بیس بیس منٹ تک پانی کے اندر سانس روکے ہوئے تیرتا تھا، یہ مشق وہ ایک خاص مقصد سے کر رہا تھا، اس کے دماغ میں ایک خاص مہم تھی۔

وہ خود اور اس کے ساتھی پانی میں دیر تک سانس روکنے میں مشاق ہوگئے تو ایک مقرر دن اُس نے اپنی مہم شروع کر دی، کچھ دیر وہ اوپر ہی اوپر تیرتے رہے ذرا دور نکل گئے تو سب نے غوطہ لگا اور سیدھے سمندر کی تہ کی طرف۔ راستے میں اُنھیں بڑے بڑے بہت بڑے بڑے ہیبت ناک جانور ملے۔ بڑی بڑی مچھلیاں، پہاڑ کا پہاڑ چھوٹی چھوٹی خوب صورت مچھلیاں بھی قوس قزح کے رنگ کی۔ زیادہ گہرائی میں انھیں ایک عجیب وغریب جانور سے سابقہ ہوا سر نہ دھڑ، بس ایک گول سی چیز تھی، سامنے کی طرف دو چمک دار آنکھیں، چاروں طرف لانبے لانبے پیر، آٹھ خوفناک

جانور کو دیکھتے ہی سب کی چیخ نکل گئی ۔ وہ بھی جیسے ان کی تاک میں تھا ۔ اپنے پیروں سے انھیں پکڑنا چاہتا تھا کہ ایک عجیب مخلوق ان کی مدد کو پہنچ گئی ، یہ جل پری تھی ، اوپر کا دھڑ عورت کا نیچے کا مچھلی کا ، اس کو دیکھتے ہی وہ جانور بھاگ گیا ۔

جل پری نے ان سے یہاں تک آنے کا سبب پوچھا ، انھوں نے جواب دیا ، ہم سمندر کی عجیب چیزیں دیکھنا چاہتے تھے اب جل پری آگے آگے ، اور یہ سب ساتھی ان کے پیچھے پیچھے ، اب سمندر کی تہہ نظر آنے لگی تھی ، بحری پودوں کی شاخیں سمندر میں ہچکولے کھا رہی تھیں ، کہیں کہیں اسفنج پتھروں سے چمٹے ہوئے تھے ، بحری پھول بھی عجیب عجیب قسم کے ، رنگ برنگی مچھلیاں ، پودوں کی شاخوں اور کنجوں میں سے تیرتی ہوئی گزرتیں تو دل پر خاص اثر ہوتا ۔

جل پری ارشد اور اس کے ساتھیوں کو اپنے گھر لے گئی ۔ ایسا گھر انھوں نے کبھی کاہے کو دیکھا تھا ، چھت اسفنج کی ، دیواریں رنگین سیپیوں اور مونگوں کی ، گھر میں ایک طرف اسفنج کے نرم نرم بستر پر جل پری کی ماں لیٹی تھی ، لانبے لانبے بال ، برف کی طرح سفید چہرے پر جھریاں ۔ ان سب نے بڑی بی کو بہت ادب سے سلام کیا ، جل پری بولی :- "یہ بہت بوڑھی ہو گئی ہیں ، اور اب کچھ دنوں سے بیمار بھی ہیں ۔ ان کی دیکھ بھال آج میرے سپرد ہے ، میرے دوسرے بہن بھائی غذا کی تلاش میں دور دور گئے ہوئے ہیں ۔ میں یہاں بیٹھی تھی کہ تم لوگوں کے چیخنے کی آواز آئی ، اگر میں فوراً نہ نکل پڑتی تو یہ موذی جانور تم سب کو ہڑپ کر چکا ہوتا ۔

ارشد نے جل پری کا بہت بہت شکریہ ادا کیا ، اور رخصت چاہی ، پانی میں آئے انھیں بہت دیر ہو گئی تھی ، اور سب سانس لینے کے لئے بیتاب تھے ، جل پری بولی "آؤ ، میں تمھیں اوپر تک پہنچا آؤں ، میرے ہوتے سمندری جانور تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے "

سمندر میں پانی کا دباؤ بہت ہوتا ہے ، یہ ہر چیز کو اوپر پھینکنے کی کوشش کرتا ہے ، اس لئے یہ لوگ ذرا کے ذرا میں سطح سمندر تک پہنچ گئے

ارشد نے دوبارہ جل پری کا شکریہ ادا کیا ، وہ رخصت ہونے لگی ، تو سب کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں ۔

صحیح حل معما نمبر ۸

1 ت	2 ج	3 ز	4 ی	ک	■	5 گ	6 ے
7 ف	ا	س	ق	■	8 ا	■	ا
9 م	ع	و	ل	■	10 ن	11 ق	د
■	ت	■	ہ	■	12 گ	س	■
13 س	■	■	■	■	14 ر	م	15 و
16 پ	17 ر	18 ے	ش	19 ا	ن	■	ہ
20 و	ف	د	■	21 س	ف	ر	ا
22 ت	و	ب	ش	■	23 س	گ	ن

پیام برادری

پچھلے مہینے ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اگلے مہینے سے پیامیوں کی دلچسپی کے لئے نئے نئے مقابلے شروع کریں گے۔ اس مرتبہ ہم اس سلسلے میں ایک دلچسپ مضمون شروع کر رہے ہیں۔ یہ مضمون عزیزی سید شرافت حسین بریلوی نے ہمارے پاس بھیجا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آیندہ بھی وہ اور دوسرے پیامی اس طرح کی دلچسپ چیزیں ہمیں بھیجتے رہیں گے۔

نرالے چہرے

(سید شرافت حسین)

ہمارے بہت سے پیامیوں کو فوٹوگرافی کا شوق ہوگا۔ مگر آج کل فلم بہت مہنگی ہے، اور بڑی مشکل سے ملتی ہے، شاید دو چار مہینے اور یہی صورت رہے گی۔ مگر جب تک ہاتھ پہ ہاتھ دھرے کیوں بیٹھے رہو، ہمارے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔ بہت دلچسپ اور مزے دار۔ تم خود اپنے ہاتھ سے ایسی تصویریں کیوں نہ بناؤ جو فوٹو کی تصویر سے بھی دلچسپ ہوں۔

ان تصویروں کے بنانے کے لئے تمھیں ایک ذرا بڑے سے کاغذ، پنسل اور تیز روشنی کی ضرورت ہوگی۔ روشنی اتنی تیز ہو کہ پرچھائیں پڑ سکے، یہ کام دن میں کرنا ہو تو دھوپ تو ہے ہی مگر رات کے وقت لیمپ کی روشنی بہتر رہے گی، ہاں اپنا ایک ساتھی بھی تلاش کر لو۔

کاغذ کو دیوار پر پن سے لگا دو، پھر اپنے ساتھی کو لیمپ اور کاغذ کے بیچ میں اس طرح کھڑا کرو کہ اس کی پوری پرچھائیں کاغذ پر پڑے، ایک بات کا خیال رکھنا، تمھارے ساتھی ہلیں جلیں نہیں، اب تم پنسل سے اُن کے چہرے کا خاکہ کھینچ لو، تصویر تیار ہو جائے تو اپنے دوستوں کو دکھاؤ، اور پوچھو کہ بھلا تم ایسی تصویریں بنا سکتے ہو؟

اب ایک کاغذ اور لگاؤ۔ اب کی اپنے ساتھی کو دیوار کی طرف ذرا جھکتا ہوا کھڑا کرو، یہاں تک جھکاؤ کہ اس کی ٹھوڑی اور ناک باہر نکلی ہوئی اور نوک دار معلوم ہوں، انگریزی کتابوں میں چڑیل یا بڑھیا جادوگرنی کی تصویریں تم نے دیکھی ہیں، بس بالکل ویسی ہی۔ تمھارا ساتھی تصویر میں اپنی اس بھبت ناک اور نوکیلی تصویر کو دیکھ کر بہت حیران ہوگا۔

اچھا اب ایک تصویر اور بناؤ۔ اپنے ساتھی سے کہو کہ اپنی زبان خوب باہر نکالے اور اوپر کو بڑھا کر کے خوب ہنسے، کہو کیسی تصویر بنی۔ اس طرح یہ خاکے یا تصویریں اور بھی دلچسپ بن سکتی ہیں۔

اس طرح کچھ تصویریں بنا لو تو اپنے ساتھی کی جگہ تم کھڑے ہو جاؤ، اور اس سے اپنی تصویریں بنواؤ۔ ان تصویروں میں جی چاہے تو رنگ بھی بھر لو، اور آنکھ، ناک، کان وغیرہ کو الگ الگ نمایاں کردو، اب یہ تصویریں اور بھی اچھی ہو جائیں گی، اور تمھارے پاس ان نرالی تصویروں کا اچھا خاصا البم تیار ہو جائے گا، بہت دلچسپ البم! تصویریں ایسی ہوں گی کہ تمھیں مشکل سے یقین آئے گا کہ یہ خود تمھاری اپنی تصویریں ہیں
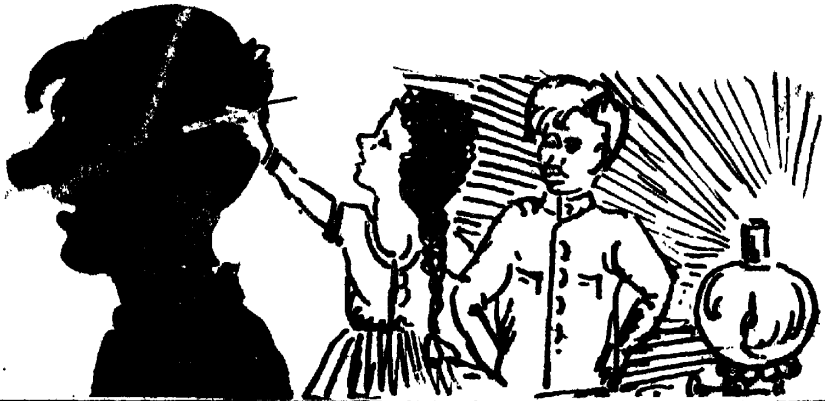
مناسب سمجھو تو ان میں سے کوئی اچھی سی تصویر ہمیں بھی بھیج دینا، کوئی تصویر بہت ہی اچھی معلوم ہوئی تو شاید ہم انعام بھی بھیج دیں۔

پچھلی عید میں بہت سے پیامیوں نے مجھے عید کارڈ بھیجے تھے، ان کی محبت اور قدردانی کا دلی شکریہ۔

برادری کی رپورٹیں :-

ایبٹ آباد کی برادری بہت مستقل مزاجی اور جوش سے اپنا کام کر رہی ہے اس کا قلمی رسالہ مکتب مہینے کے مہینے پابندی سے نکلتا ہے اور ہر نمبر پچھلے نمبر سے بہتر ہوتا ہے۔ یہ شاخ جنوری میں اپنے رسالے (مکتب) کا سالنامہ نکال رہی ہے اور مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ برادری کے جوشیلے ممبر بہت اچھا سالنامہ نکالیں گے۔

جامعہ نگر کی برادری کے صدر عزیزی آصف انور بہت ہی پرجوش پیامی ہیں، انھیں ساتھی بھی اچھے ملے ہیں مگر کام ابھی تیزی سے نہیں ہو رہا ہے، آصف میاں! ایک اچھا سا ڈراما کر ڈالو، تمھاری کامیابی دیکھ کر دوسری برادریاں بھی اس طرف توجہ کریں گی، بھئی کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے تم ابھی ذرا جھجکتے ہو۔

قرول باغ اور ائیڈل اسکول دکشمیری گیٹ کی برادری کا نام اب آئیڈیل اسکول کی برادری ہو گیا ہے) کی برادریاں بھی سنتے ہیں بہت کام کر رہی ہیں۔ لیکن ان برادریوں کے ناظم، کام کا دار و مدار زیادہ تر اپنے مربیوں پر رکھتے ہیں؟ اور مربی دونوں برادریوں کے بہت مشغول ہیں۔ اس لئے صدر دفتر کو یہاں کی کارروائیوں کی کوئی اطلاع نہیں ملتی۔

ہسپورہ (گیا)

ہسپورے کی برادری کی رپورٹ خود ناظم (محکمہ اطلاعات کی لکھی ہوئی ہے اور نیچے درج کی جاتی ہے:-

۲۲ر ستمبر ۱۹۵۸ء کا دن ہم لوگوں کو ہمیشہ یاد رہے گا، آج ہم لوگ نرنجن پور شیلڈ کے سیمی فائنل میچ میں دو گول سے جیتے یہ میچ دو روز سے برابر چلا آ رہا تھا، اس میچ کو جیت کر فائنل میں پہنچے، اس لئے اس کے جیتنے کی بڑی خوشی تھی، اس خوشی میں ہمارے اچھے بھائی اور مہربان استاد جناب مولانا اسرار صاحب ندوی نے چھ بجے اسکول کے پارک میں ہم سب کھلاڑیوں کو مٹھائی کی دعوت دی۔ اس دعوت میں ہمارے اور ساتھی بھی شریک تھے، اور مقامی بڑے لوگ بھی۔ مٹھائی کھانے کے بعد ہمارے استاد موصوف نے "جَامِعَہ مِلِّیَہ" پر "پیامِ تعلیم" اور "پیام برادری" سے ہم لوگوں کا تعارف کرایا، اور برادری کی شاخ قائم کرنے کی تجویز پیش فرمائی، جس کو تمام حاضرین نے بڑی خوشی سے منظور کیا۔ اس برادری کے بڑھانے کے لئے فوراً ایک کابینہ بنایا گیا جس کے افراد حسب ذیل ہیں:-

۱- استاد محترم جناب مولانا اسرار صاحب ندوی (مربی)
۲- جناب بدر منیر صاحب (صدر)
(۳) " منظور الحق " (نائب صدر)
(۴) " عبدالسمیع " (ناظم)
(۵) جناب ابرار صاحب قادری (نائب ناظم)
(۶) " عبدالوہاب صاحب (صدر شعبہ مراسلات)
(۷) راقم الحروف (عبدالستار شکیب)
(مہتمم محکمہ اطلاعات)

اس نشست میں ہم لوگوں نے یہ بھی طے کیا کہ

۱- ہر مہینے کی آخری تاریخ میں ایک مجلس منعقد کریں گے جس میں ہمارے اسکول کے طلبا اپنے اپنے مضامین، کہانیاں، ڈرامے، نظمیں اور غزلیں سنائیں گے۔

۲- ہم میں کا ہر طالب علم کم سے کم دو ان پڑھوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے گا۔

۳۔ ہم میں کا ہر ایک ممبر آیندہ سے خطوں کے پتے اور اپنے دستخط اردو میں کیا کرے گا۔
۴۔ ہم سال کے ختم پر اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں، اچھے اچھے مضامین اور کہانیوں کی نمائش کریں گے، جن کے ممبروں کی بنائی ہوئی چیزیں یا مضامین اور کہانیاں اچھی ہوں گی اُسے برادری کی طرف سے انعام دیا جائے گا۔
اس کے بعد مجلس برخاست کر دی گئی۔ سب لوگ خوش خوش اپنے گھروں میں چلے گئے۔

عبدالستار شکیب (مہتمم محکمۂ اطلاعات)

نئے ممبر

	مقام	عمر	شوق
۔ شہیرالدین احمد	جامعہ نگر	۱۱ سال	پک نک، سیر و سیاحت، کتابوں کا مطالعہ۔
۔ محمد عمران	"	۱۵ "	" " تاریخی معلومات حاصل کرنا۔
۔ نعمان محمود	سیتا پور	۱۰ "	کرکٹ، ہاکی اور بے بات کی بات پر لڑنا۔
۔ سلمان محمود	"	۵ "	کہانیاں وغیرہ سننا، اسلامی تاریخ سے محبت۔
۔ راجندر کمار	حیدر آباد دکن	۱۲ "	ڈرائنگ، مضمون لکھنا، دیا سلائی کے لیبل جمع کرنا۔

نیچے لکھے ہوئے سب نام ہسپورہ کی برادری کے ممبروں کے ہیں۔

	مقام	عمر	شوق
۔ مبارک حسین خاں	ہسپورہ	۱۴ سال	پڑھنا لکھنا
۔ اسلام الحق خاں	"	۱۴ "	کہانیاں پڑھنا
۔ وکیل خاں	"	۱۵ "	گانے گانا
۔ عبدالسلام خاں	"	۱۰ "	کتابیں پڑھنا
۔ مشتاق خاں	"	۱۳ "	
۔ فتح العزیز خاں	"	۱۶ "	دوسروں کی مدد کرنا
۔ جلال الدین خاں	"	۱۶ "	
۔ ستار خاں	"	۱۳ "	فٹ بال کھیلنا
۔ ضامن خاں	"	۱۲ "	پڑھنا لکھنا
۔ منظورالحق	"	۱۶ "	" "
۔ بدر منیر	"	۱۶ "	خدمت زبان
۔ عبدالقیوم صوفی	"	۱۶ "	کتابیں پڑھنا

۱۳- عبدالرحمٰن خلش	چھپورہ	۱۳ سال	
۱۴- عبدالستار شکیب	"	۱۴ "	ادبی کتابیں پڑھنا
۱۵- عبدالوہاب	"	۱۲ "	مضمون نویسی
۱۶- محمد ہاشم سحرؔ	"	۱۱ "	سیر کرنا
۱۷- عبدالغفور	"	۱۶ "	خدمت مذہب
۱۸- عبدالسمیع	"	۱۳ "	مسلمانوں کی خدمت
۱۹- ابوبکر حلیم	"	۱۶ "	شکار کھیلنا
۲۰- عبدالمغنی ملک	"	۱۴ "	رسالے پڑھنا
۲۱- شعبان	"	۱۱ "	
۲۲- ظہیرالدین بابر	"	۱۱ "	حساب بنانا
۲۳- عرفان قادری	"	۱۳ "	کتابیں پڑھنا
۲۴- ابرار قادری	"	۱۰ "	
۲۵- نعمان قادری	"	۱۴ "	باغبانی
۲۶- نہال قادری	"	۱۳ "	فٹ بال کھیلنا

معمّا نمبر ۹ ماہ ستمبر صحیح حل

۱- عزیز احمد کلکتہ ۶۰/ ۳- سعید الحسن قدوائی ہردوئی ۶۰/ ۵- اے آئی اگوائی بھکل ابن کنارہ ۶۰/

۲- محمد حفیظ اللہ میرتی سلاکٹان ۶۰/ ۴- محمد ہاشم تحصیل پورہ ۶۰/ ... ...

نومبر کے پرچے میں اور ہاں دسمبر میں بھی معمّا نہیں چھپ سکے گا۔ پریس کی بدانتظامی کی وجہ سے کئی پرچے ساتھ ہی چھپ رہے ہیں تو اب ہم جنوری میں معمّا چھاپ سکیں گے۔ اور ہاں جس رسالے میں اکتوبر کے معمے کا صحیح حل چھپے گا، اسی میں مسلسل انعام پانے والے پیامیوں کے لئے کوپن چھپے گا۔

"مشتاق بھائی"

معمّا نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ایک غلطی

۱- منیر حسین مظفر نگر ۱۰/ ۳- مرزا اکرم علی بیگ کیمل پور ۱۰/ ۵- سعید احمد صدیقی اٹاوہ ۱۰/

۲- مس زرینہ کاظمی آگرہ ۱۰/ ۴- مرزا رفیع الزماں کلکتہ ۱۰/ ۶- ابن الطارق جلگے بھاسا ۱۰/

معمّا نمبر ۹ کا صحیح حل صفحہ ۵۹ پر دیکھو

بچوں کی کتابیں

روٹی کس نے پکائی	۹ر	بچھڑا دم کے ڈکو	۸ر	غنچۂ حکمت	۵ر	بازیچہ	۴ر
پان کھاکر طبلہ بجاکر	۸ر	بی مینڈکی اور کوا	۷ر	قیدی شیر	۵ر	وینس کا سوداگر	۴ر
چل مرے مٹکے ٹمک ٹم	۸ر	ممی شکر (نظمیں)	۹ر	نصیحت کا کرن پھول	۸ر	پرِ پرواز	۵ر
پھر چگوں کیا خاک	۸ر	چور لڑکا (ڈراما)	۴ر	آسمانی دولھا	۳ر	ذرا سوچو	۴ر
ہتپو چھپو	۸ر	صحت و صفائی	۶ر	آویزۂ گوش	۵ر	اتالیق	۵ر
تاک دنا دن تاکے	۸ر	بچوں کے اسماعیل	۸ر	نورانی کہانیاں	۵ر	بچوں کی پیاری کہانیاں	۴ر
تارا دھرمی تارا	۸ر	پریم کی جیت (ڈراما)	۳ر	کائناتِ عرب	۶ر	اسیرِ قفس	۳ر
		احسن القصص (مکمل)	۱۰ر	مشاہیر کا لڑکپن	۷ر		

اساتذہ اور ٹریننگ اسکولوں کے لئے

انشار کی تعلیم :- از سید وقار عظیم صاحب، فن مضمون نگاری پر اردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب عمر

باغبانی پروجکٹ - از محمد عبد الغفار صاحب ۱۲ر

میلاد النبی پروجکٹ " " " ۸ر

اونٹنا دھننا	۸ر	پستالوزی	سے ر
لکڑی کا کام	۶ر	آسان املا	۴ر
کاغذسازی	۶ر	بچوں کی تربیت	۴ر
پھلوں کی کھیتی - عامر			عامر

بچوں کا البم

بچوں کو چیزیں جمع کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اُن کا ایک بہت اچھا مشغلہ تصویریں جمع کرنا بھی ہے۔ اس البم میں چڑیوں، جانوروں، مناظر، مشہور عمارتوں اور لیڈروں کی تصویریں اور مزید تصویریں جمع کرنے کے لئے خانے دیئے گئے ہیں۔ قیمت عہ۔ کچھ پوسٹیج ۲ر یعنی عہ۲ر پیشگی بھیجئے۔ وی۔پی سے تعمیل نہ ہوگی۔

پیام تعلیم

جلد ۲۴
نمبر ۳

دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار، اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ "منیجر"

ایڈیٹر:۔ محمد حسین حسان

قیمت سالانہ ے/
فی پرچہ ۳/

ہندوستان سے باہر للعہ/

فہرست مضامین دسمبر ۴۵ سنہ ء

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے۔ چھاپہ جید برقی پریس دہلی

بچّوں سے باتیں

ایڈیٹر

اکتوبر اور نومبر کے رسالے تمھیں مل چکے ہوں گے یہ دسمبر کا پرچہ ہے۔ جنوری کا پیام تعلیم بھی جلد جلد تیار کیا جارہا ہے۔ بیچ میں خدا نخواستہ کوئی ایسی ویسی بات پیدا نہ ہوگئی تو یہ بھی بہت جلد تمھارے ہاتھوں میں پہنچ جائے گا۔

نہ جانے ہماری یا کاتب صاحب کی بھول سے معمّا نمبر ۹ کا حل اکتوبر میں چھپ گیا اور معمّا نمبر ۸ کا نومبر میں۔ کیسی دلچسپ غلطی ہے وہ تو کہو دونوں پرچے قریب قریب ایک ساتھ ہی شائع ہوئے، نہیں تو بڑی خراب بات ہوتی۔

مکتب کا ذکر اس سے پہلے کئی بار آچکا ہے۔ یہ قلمی رسالہ ماہوار شاخ پیام برادری ایبٹ آباد سے نکلتا ہے۔ کسی پچھلے پرچے میں ہم اس کے دو ایک مضمون بھی نقل کر چکے ہیں۔ ابکے انھوں نے اپنا سالنامہ نکالا ہے اچھا خاصا ضخیم۔

سالنامے کے قریب قریب سبھی مضمون خود پیامیوں کے لکھے ہوئے ہیں، اور اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ نظموں، کہانیوں، ڈراموں کے ساتھ سا[تھ] مضمون بھی ہوں، سائنس، تاریخ، جغرافیہ و[غیرہ] سب اچھے ہیں۔ ان کی ترتیب میں بھی بہت س[لیقے سے] کام لیا گیا ہے۔ جگہ جگہ تصویریں بھی ہیں، [...] اچھا، اس کامیابی پر ہم عزیزی اسد (ایڈیٹ[ر] شاخ) اور ان کے ساتھیوں کو دلی مبارک[باد دیتے ہیں۔]

قرول باغ میں جامعہ کا ایک ابتدائی مد[رسہ ہے] تعلیمی مرکز نمبر ۱ اس مدرسے میں بچّوں کی ایک [...] اپنے مقصد میں بہت کامیاب۔ اس کے ع[...] کا انتخاب ہر سال ہوتا ہے، بہت باقاعد[ہ] اور کونسل کے انتخاب بھی اس کے آگے م[...] کے بعد مسند نشینی کا جلسہ ہوتا ہے۔ یہ جلسہ اس [...] تعلیمی مرکز کے ہال میں ہوا۔ پرانے صدر نے [...] کی رپورٹ پڑھی۔ نئے صدر صاحب نے خ[...] پڑھا۔ پھولوں کی بارش ہوئی گلے میں ہار ڈالے گ[ئے] وزارت کے زمانے میں جو انعامی مقابلے ہوئے [...] تقسیم کیے گئے غرض یہ تقریب ہر طرح سے کامیا[ب]

کھیل
خلیل الرحمن اعظمی، علی گڑھ
مجھ کو شریر کہتے ہیں وحشی پکارتے
لیکن میں سوچتا ہوں کہ میں کیا کروں اسے
دنیا میں مجھ کو صرف محبت ہے کھیل سے
میں صبح اُٹھتے ہی چلا جاتا ہوں مدرسے
لیکن تمام دن مجھے ہے انتظار سا
کب چھٹی ہو مری میں چلوں دوڑتا ہوا
اور دوستوں کے ساتھ رچاؤں میں اپنے کھیل

نہ جانے بات کیا ہے	کہ بالو میں گھروندے بنانے میں

نہ جانے بات کیا ہے
اک ساتھ کودنے میں
ملتا ہے لطف مجھ کو
اور اک یہی سبب ہے
اپنے سبق کو جلدی سے
استاد میرے مجھ سے
چھٹی سویرے مل گئی
بس اتنا اور حال
میں رات کو جو
خوابوں میں اپنے میں
دنیا میں مجھ کو صرف

کہ بالو میں لگانے میں
گھروندے بنانے میں
خوشی مجھ کو ہوتی ہے
جو مجھ کو ابھارتا
گر یاد میں کروں
بہت شاد ہوں گے سب
تو خوب کھیلوں گا،
میں اپنا بتاتا ہوں
نیند کی دنیا میں جاتا ہوں
کھیل کا میدان پاتا ہوں
محبت ہے کھیل سے

ننھے پیامیوں کے لئے

منی منی کہانیاں

بڑبولا مینڈھا

ایک مینڈھا تھا، بہت بڑبولا، بہت شیخی خورا، ہمیشہ اپنے دل میں کہتا میں جو کام کرلیتا ہوں، کوئی بھی نہیں کرسکتا۔

ایک دن میدان میں ایک بکرے سے مڈبھیڑ ہوئی، مینڈھے میاں بکرے سے بولے "دنیا میں کوئی بھی اتنی زور سے ٹکر نہیں مار سکتا جتنی زور سے میں مارتا ہوں

بکرا بولا۔" آؤ ذرا ہم بھی تجربہ کرکے دیکھیں"

اب تو مینڈھے صاحب سٹپٹائے۔ کہنے لگے

"نہیں نہیں، آج نہیں، آج میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔

بکرے نے پوچھا۔ "کیا بات ہے کس وجہ سے درد ہونے لگا؟"

مینڈھا بولا۔ "کچھ نہیں ادھر دوسرے میدان میں ایک بیل سے ٹکر لڑائی

اس لیے کچھ کچھ درد ہونے لگا۔"

بکرے کو بہت اچنبھا ہوا، اس نے پوچھا۔ "پھر چیتا کون؟"

مینڈھے نے جواب دیا۔ "ارے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، میں چیتا ر کون چیتا۔"

یہ سب باتیں میاں شیر جنگلے کے اس طرف کھڑے سن رہے تھے، نتھنے پھلا کر لے:-

"یہ سب میں کیا سن رہا ہوں۔"

اب تو مینڈھے صاحب نے یہاں ٹھہرنا بالکل مناسب نہ سمجھا۔ ایسی تیزی بھاگے کہ بس خاک اڑتی دکھائی دی۔

دلے کا بدلا

ایک دن بی میاؤں نے ایک چوہا پکڑا، مگر اسے مارا نہیں۔ اس سے کھیلتی رہیں

چوہا چلایا۔ "بی میاؤں، میاؤں آپ مجھے چھوڑ دیجیے!"

"اچھا اچھا جاؤ۔"

بی میاؤں نے اپنا پنجہ ہٹا لیا، مگر چوہا جوں ہی بھاگنے کو ہوا، بی میاؤں نے

پھر اُسے پکڑ لیا۔

بی میاؤں اپنے دل میں سوچ رہی تھیں، چوہے کو پریشان کرنے میں مزا آ رہا ہے۔

اتنے میں میاں بھوں بھوں کہیں سے آ نکلے، اب تو بی میاؤں بہت گھبرا بھاگنے کا راستہ ڈھونڈنے لگیں۔ اپنی جان کی فکر پڑ گئی۔

پاس ہی دیوار تھی۔ بی میاؤں کود کر اس پر چڑھ گئیں۔ اب جب کبھی بی نیچے اُترنے کا ارادہ کرتیں، میاں بھوں بھوں ایک ڈراؤنی آواز نکال کر ان کا پیچھا، بی میاؤں بھاگ کر پھر دیوار پر بیٹھ جاتیں۔

آخر بی میاؤں بے بس ہو کر بولیں:۔

"کیوں میاں بھوں بھوں، آخر کیوں اتنا ستاتے ہو مجھے جانے دو نا"

چوہا اپنے بل میں پہنچ چکا تھا۔ کبھی کبھی بل سے سر نکال کر یہ تماشہ دیکھ لیتا تھا۔

سب کام کے!

باہر کھیت میں بہت شور غل تھا، بی گائے کہہ رہی تھیں:

"ہو او، میں ہی سب سے زیادہ آدمی کے کام آتی ہوں میں اُس کے بچوں کو دودھ دیتی ہوں"

بی بھیڑ آواز لگا رہی تھیں۔

"باں آں، میں اون دیتی ہوں، آدمی اونی کپڑوں سے اپنا اور اپنے بچوں کا بدن گرم رکھتے ہیں"

گھوڑے صاحب ہنہنا رہے تھے۔

آدمی زیادہ دور نہیں چل سکتے، میں اپنی پیٹھ پر انھیں دور دور لے جاتا ہوں"

بیل صاحب ڈکرا رہے تھے

"میں بوجھ لادتا ہوں، میں آدمی کا ہل جوتتا ہوں، میرے بغیر آدمی کھیت کی جتائی نہیں کر سکتا"

"بغیر جتائی کے آدمی اناج نہیں بو سکتا، اناج نہ ہو تو انسان کھائے کیا؟"

بی کٹ کٹ کٹاک فرما رہی تھیں:-

"کُٹ کُٹ گگیں گک گکیں، میں انڈے دیتی ہوں، میں بھی آدمی کے اتنا ہی کام آتی ہوں، جتنا تم آتے ہو"

پاس ہی پیڑ پر ایک بوڑھا آلو بیٹھا تھا، وہ یہ سب باتیں سن رہا تھا اس نے کہا:-

"تم سب کے سب آدمی کے کام آتے ہو، تم میں سے ہر ایک ایسا کام کرتا

ہے جو دوسرا نہیں کر سکتا، اور تو اور میں بھی انسان کے کام کا ہوں، میں چوہے کھاتا ہوں، چوہے آدمی کا اناج برباد کرتے ہیں۔"

"تو پھر ہم کیوں نہ ایک دوسرے کے دوست رہیں، اور اپنا کام کرتے رہیں"
میاں اُلّو کی یہ باتیں سب کی سمجھ میں آگئیں، لڑائی جھگڑا بند ہوا۔ سب اپنے کام میں لگ گئے،

کہانیاں تو تُم پڑھ چُکے۔ اب ذرا اس تصویر میں رنگ بھی بھر لو۔
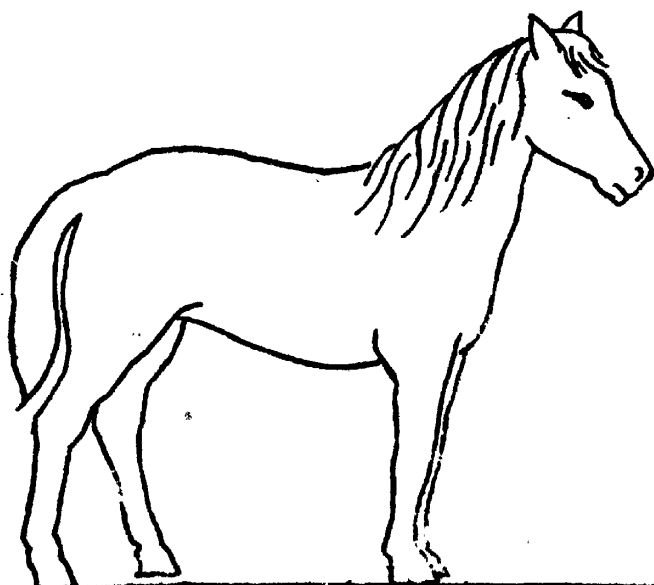
بی بی چھایا

مرزا اظہر افسر — حیدرآباد دکن

یہ کل آپ نے کیا کیا بی بی چھایا
کہ چرخی بھی توڑی پتنگ بھی گنوایا

منع میں نے لاکھوں دفعہ کر دیا تھا
میں جب تک نہ لوٹوں یونہی بیٹھی رہنا
یہ سب کچھ ہوا تھا یہ سب کچھ سنا تھا
"نہیں منے بھیا میں ہرگز کسی کی
نہ چیزوں کو چھیڑوں نہ سامان دیکھوں

نہ بنگلے پہ چڑھنا جتا بھی دیا تھا
نہ اوپر ہی آنا نہ کمرے میں جانا
یہ تم نے بھی گردن ہلا کر کہا تھا
قسم لے لو چاہو تو تم اماں جی کی
کہ ہوگا نہ سامان نہ اپنا پرایا"

یہ پھر آپ نے کیا کیا بی بی چھایا
کہ چرخی بھی توڑی پتنگ بھی گنوایا

میں تم کو پتنگ اپنا دیتا نہ ہرگز
چھپا کر [illegible] اس کو رکھا
مگر تم نے ضد کی تھی دیکھوں تو بھیا
یہ پیاری سی چرخی یہ اتنا بڑا سا
حفاظت سے بس اس کو رکھے میں منّا

[illegible] نہ ڈورا دکھاتا
[illegible] کو نہ پاتا
[illegible]
[illegible]
[illegible]

یہ پھر آپ نے کیا کیا بی بی چھایا
کہ چرخی بھی توڑی پتنگ بھی گنوایا

مسواک

ڈاکٹر مگنیش داس سچدیو

اسد میاں اپنے درجے میں سب سے تندرست ہیں۔ درجے کا مضبوط سے مضبوط لڑکا بھی ان کے مقابلے میں آتے ذرا ہچکچاتا ہے۔ انھیں بھی اپنی تندرستی کا بہت خیال رہتا ہے، روزانہ صبح ہی صبح ٹہلنے جاتے ہیں۔ پھر چاہے گرمی ہو چاہے کڑاکے کی سردی پڑتی ہو نہاتے ضرور ہیں۔ کھانے پینے میں بھی احتیاط کرتے ہیں۔ شام کو پابندی سے کھیل کے میدان میں چلے جاتے ہیں۔

مگر کچھ دنوں سے ان کی طبیعت کچھ گری گری سی رہتی ہے۔ دانتوں سے کبھی کبھی خون بھی آجاتا ہے۔ ایک دن یہ میرے پاس آئے ذرا اپنے دانت دکھائے۔ میں نے پوچھا:۔

بھئی آپ دانت کاہے سے صاف کرتے ہیں؟ کہنے لگے "برش سے۔" ڈاکٹر صاحب میں منجن یا مسواک وغیرہ کا قائل نہیں ہوں عمدہ سے عمدہ برش لاتا ہوں اور قیمتی سے قیمتی انگریزی منجن یا ٹوتھ پیسٹ۔"

میں نے کہا: "جبھی آپ کے مسوڑھے کمزور پڑ گئے ہیں۔ ٹوتھ پیسٹ میں اکثر دوائیاں بہت تیز ہوتی ہیں، ان کو برابر استعمال کرتے رہیں تو مسوڑھے کم زور پڑ جاتے ہیں، اتنے کم زور کہ کسی بیماری کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر برش کا استعمال بھی بہت خطرناک ہے۔ اسے روزانہ استعمال سے پہلے کم سے کم ایک گھنٹے اُبلتے پانی میں کھولا لینا بہت ضروری ہے، ورنہ اس میں جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ برش روز بروز خطرناک بنتا جاتا ہے، اور اس کے استعمال سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

اسد:۔ اچھا یہ نئی بات معلوم ہوئی کہ برش کو استعمال کے بعد کھولتے پانی میں ڈال دینا چاہیئے۔ معلوم بھی ہوتی تو اتنی پابندی تو بہت مشکل ہے۔

میں نے کہا" بھائی یہ نئی تہذیب کچھ اس

طرح ہمارے دماغ پر چھاگئی ہے کہ اپنے پُرانے
طور طریقے ہمیں بے معنی اور غلط معلوم ہوتے
ہیں - اب تمھی مسواک کو بُرا کہتے ہو، ہمارے
خیال میں تو دانتوں کے لئے مسواک سے
زیادہ کوئی چیز مفید نہیں -

اسد :- یہ بات تو اب بھی میری سمجھ
میں نہیں آئی "

میں نے کہا "ہاں بھائی کیوں سمجھ میں
آنے لگی - وہ تو میاں کچھ ہوا ہی ایسی چل رہی
ہے کہ یورپ کی ہر چیز ہمارے لئے نعمت ہے
اور اپنی ہر چیز میں کیڑے پڑ گئے ہیں - اچھا آؤ
میں تمھیں سمجھاؤں ، بات ایسی کھلی ہوئی ہے کہ
تم تو تم جاہل آدمی بھی سمجھ جائے گا - پہلی بات تو
یہ کہ داتن یا مسواک روز کے روز ہرے بھرے
پیڑ سے توڑی جاتی ہے ، اس لئے جراثیم وغیرہ کا
تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا - پھر مسواک کرنے
سے پہلے اسے خوب چباتے ہیں تاکہ اس میں ریشے
پیدا ہو جائیں ، اور مسواک آسانی سے کی
جا سکے - اس طرح چبانے سے مسوڑھوں
اور جبڑوں کی خوب ورزش ہو جاتی ہے -
ہمارے منہ کے اعصاب ٹھیک رہتے ہیں
اور چہرے پر جھرّیاں نہیں آنے پاتیں -
بہت سے لوگوں کے دانت آگے پیچھے
نکلتے ہیں - یہ بہت بُرے معلوم ہوتے ہیں -
یہ خرابی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ ان کے
جبڑے نرم ہوتے ہیں - اگر انھیں بچپن سے
مسواک کرنے کی عادات ہوتی تو جبڑے کی
ہڈّی پورے طور پر بڑھتی اور دانت بھی
ٹھیک نکلتے -

پھر داتن کرنے سے تھوک خوب بہتا
ہے - یہ تھوک بہت ہی مفید ہے - منہ میں غذا
کے ذرّے سڑنے سے ایک تیزاب بنتا ہے -
یہ تیزاب دانتوں کو گلا دیتا ہے - دانتوں میں
کیڑے لگنے کی بیماری اصل میں یہی ہے -

تھوک میں ایک قسم کا کھار ہوتا ہے - یہ اس
بیماری کو روکتا ہے ، اور ہاں ، جتنا تھوک داتن
کرنے سے بہتا ہے اسی قدر معدے میں
(GASTIC JUICE) بنتا ہے - یہ کھانا ہضم
کرتا اور بھوک بڑھاتا ہے - تم خود تجربہ کرکے دیکھو
جس روز مسواک کروگے بھوک زیادہ لگے گی -

بھلا برش میں یہ بات کہاں ؟

داتن کے سخت ریشے تو مسواک کا کام
دیتے ہیں اور اوپر کے چھلکے کے رس میں جراثیم
کو ہلاک کرنے کی طاقت ہوتی ہے - ایک اور بات
ہے - برش تو بڑا سا ہوتا ہے ، مسواک چھوٹی سی
چیز ہے گول گول - دانتوں کے اندر باہر غرض

ہر حصے میں پہنچ سکتی ہے، برش نہیں پہنچ سکتا۔

اسد:۔ منجن کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔

میں نے کہا "منجن بھی اچھی چیز ہے مگر اس کے ذرّے دانتوں کی جڑوں میں جم جاتے ہیں اور طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ اس لئے ہمارے خیال میں تو مسواک ہی بہترین چیز ہے۔"

اسد:۔ اور برش ہی کی طرح اس سے دانت صاف کرنے چاہئیں۔

میں نے جواب دیا۔ "ہاں اور کیا۔ پہلے خوب چبا چبا کر اس کا برش بنا لو اور پھر ایک ایک دانت کو اندر باہر سے رگڑ رگڑ کر صاف کرو۔"

اسد: "اور مسواک کس درخت کی؟"

میں نے جواب دیا "بھئی نیم کی مسواک سب سے اچھی ہوتی ہے، اور پھر کیکر یا ببول کی۔"

ہاں ایک بات بتانا بھول ہی گیا، میں جس زمانے میں رائل ڈینٹل کالج آف لندن میں پڑھتا تھا، اپنے بہت سے ساتھیوں اور پروفیسروں کو مسواک کے استعمال پر مجبور کیا، اور جس جس نے اس کا تجربہ کیا اُسے ماننا پڑا کہ مسواک برش کے مقابلے میں کہیں بہتر ہے۔ اب تو آپ کو بھی تسکین ہو گئی ہوگی +

کیا تم جانتے ہو؟

اُلّو دیکھنے کے لئے اپنا سر کیوں گھماتا ہے؟

اُلّو صرف وہی چیز دیکھ سکتا ہے جو اس کی آنکھ کی بالکل سیدھ میں ہو۔ آنکھیں اُبھری ہوئی، اور سر کی ہڈی میں بالکل جڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ اسی لئے اِدھر اُدھر دیکھنا ہو تو سر کو گھمانا پڑتا ہے۔

بلّی کی طرح اُلّو بھی رات ہی میں شکار کرتا ہے۔ رات میں اسے قریب کی چیزیں نظر آ جاتی ہیں۔ ایشیا میں بعض جگہ خصوصاً ہندوستان میں عام طور پر اسے منحوس پرندہ سمجھتے ہیں۔ یہ خیال بس خیال ہی خیال ہے۔ اُلّو انسان خصوصاً کسان کے لئے بہت مفید ہے، یہ چوہے، خرگوش اور کھیت کو نقصان پہنچانے والے دوسرے کیڑے مکوڑے کھاتا ہے۔

بعض اُلّوؤں کے سر پر دونوں طرف کان یا سینگ جیسی کوئی چیز ہوتی ہے، یہ اصل میں پروں کے لمبے لمبے گچھے ہوتے ہیں۔

اُلّو ہمیشہ رات میں اُڑتے ہیں؟ +

کولھائی کی مہم

ہمالیہ کی اونچی چوٹیوں ایورسٹ، ننگاپربت کنچن جنگا، نندا دیوی کو سر کرنے کی کوششیں اب سے نہیں چالیس پچاس سال سے جاری ہیں، بہت سے جواں مرد تو اس دُھن میں اپنی جانیں بھی دے چکے ہیں، کامیابی ابھی تک بس نندا دیوی کی مہم میں ہوئی ہے۔

مگر ان جانبازوں میں ہمارے دیس کے کتنے تھے؟ ایک بھی نہیں! سب باہر کے۔ جرمن، انگریز، امریکن وغیرہ۔ ہاں ان کے ساتھ ہندوستانی قلی ضرور تھے، بوجھ ڈھونے والے۔ تم ان کا شمار کن میں کروگے؟

مگر صاحب بددل ہونے کی کوئی بات نہیں اب ہمارے دیس کے زمین و آسمان بدل رہے ہیں، غلامی کی زنجیریں ٹوٹ رہی ہیں اور اب ہم میں، ہمارے نوجوانوں میں آزاد دیس کے لوگوں جیسی ہمت اور بڑے بڑے خطرے کے کاموں میں کود پڑنے کا حوصلہ پیدا ہورہا ہے! کیسی خوشی کی بات ہے!

آج ہم تمھیں ایک ایسی ہی ہمت اور کامیاب ارادے کی کہانی سنائیں۔ شاید تم نے بھی اخباروں میں پڑھی ہو۔

کولھائی یا کولاہائی ہمالیہ کی ایک چوٹی ہے، اٹھارہ ہزار فٹ اونچی، دو ہندوستانی نوجوانوں حمید اور رؤف نے اس پر اپنی کامیابی کا پرچم لہرا آئے۔

ہم نے اس مہم کی تفصیل "السٹریٹڈ ویکلی" میں پڑھی تھی، اسی کو سامنے رکھ کر یہ مضمون لکھ رہے ہیں۔

پنجاب میں ایک کلب ہے ماؤنٹینیرنگ کلب یہ کلب اس لئے قائم ہوا ہے کہ دیس کے نوجوانوں میں پہاڑوں پر چڑھنے کا شوق پیدا کرے اور انھیں چوٹیوں پر چڑھنے کے طریقے بتلائے۔

اس کلب نے کولھائی کی چوٹی پر چڑھنے کا پروگرام بنایا اور کوئی بیس ممبر اس کام کے لئے

منتخب کیے گئے ، مہم کے سردار مسٹر ڈبلو کاولی تھے ۔ یہ پنجاب پراونشل لوتھ آرگنائزر ہیں ۔

کولکھائی کی چوٹی کشمیر میں ہے ، سری نگر سے کوئی ۷۵ میل ہوگی ۔ پہلگام اور آڑو ہوکر راستہ جاتا ہے ۔

پچھلے اگست میں اس مہم کے لوگ سری نگر اور سری نگر سے پہلگام پہنچے ۔ سری نگر سے پہلگام تک بسیں چلتی ہیں ۔ آگے جانا ہو تو پیدل یا گھوڑے پر جاتے ہیں ۔

مہم کے لوگوں نے پہلگام کو اپنا مرکز بنایا قلی ، گھوڑے یا ٹٹو ، خیمے ، کھانے پینے کا سامان غرض سب چیزیں یہیں فراہم کیں ۔

جب سب سامان ہوگیا تو یہ لوگ یہاں سے آڑو کے لئے روانہ ہوئے ، قلیوں اور باورچیوں وغیرہ کو ملاکر کل ۱۲۵ آدمی تھے پہلگام سے یہ قافلہ آڑو کو روانہ ہوا آگے مہم کے نوجوان اپنے تھیلوں کو پیٹھ پر رکھے ان کے پیچھے نوکر چاکر ، سب سے آخر میں قلیوں کی قطار ۔ بہت دلچسپ منظر تھا ۔

آڑو پہلگام سے کچھ ایسا دور تو ہے نہیں تیسرے پہر تک یہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور سفر کی پہلی رات یہیں بسر کی ، دوسرے روز پھر چل کھڑے ہوئے ، اور لارواٹ میں ایک بڑی سی چٹان کے قریب پڑاؤ ڈالا ، اور دوسری رات یہیں بسر کی ۔ تیسرے روز سہ پہر کو یہ لوگ کولھائی کی چوٹی میں پہنچ گئے ۔ اس وقت آسمان پر بادل اور کہر چھایا ہوا تھا لیکن کہر کے اندر سے کبھی کبھی چوٹی کا شمالی حصہ نظر آجاتا تھا ۔

چوتھے دن مہم کا اصلی یعنی چڑھائی کا کام شروع ہوا ۔ مہم کے لوگ چھ ٹولیوں میں بٹ گئے ۔ ہر ٹولی کے لئے ایک تجربہ کار آدمی کو رہنما مقرر کیا گیا ۔

برف پر چلنا بہت مشکل کام ہے ۔ اگر کہیں اگر کہیں پیر پھسل گیا اور کھڈ میں جاگرے تو قصہ ہی ختم ! اس لئے چلنے میں پیر کے ناپ کے برابر برف کاٹتے جاتے ہیں کہ پاؤں اچھی طرح جم جائیں ، اسے تم قدم تراشی کہہ لو ، تو ان لوگوں نے چوٹی کے نیچے کے حصے میں پہنچ کر سب سے پہلے قدم تراشی کی مشق کی ۔ ہر ٹولی کا سردار اپنی ٹولی کے لوگوں کو اس کی مشق کرا رہا تھا ۔

اس مشق کے بعد چڑھائی کی مہم شروع ہوئی ۔ برف کی چٹانیں ڈھلوان تھیں پھر ان چٹانوں یا تودوں میں بڑی بڑی درزیں یا دراڑیں پڑی ہوئی تھیں ۔ اس لئے ایک دوسرے کی کمر میں رسیاں باندھ دی گئیں تاکہ کسی کا پیر پھسل

جائے تو دوسرے اُسے سنبھال لیں۔

ذرا اور اوپر جاکر ان کی مشکلیں اور بھی بڑھ گئیں، یہاں برف کے چھوٹے چھوٹے تودے جن کی شکل کچھ برجیوں جیسی ہوتی ہے زیادہ خطرناک ہوگئے۔ آخر یہ لوگ برف کے ایک ایسے تودے پر پہنچے جو بالکل مچھلی کی پیٹھ کی طرح بہت ڈھلوان تھا، یہاں سے جیسے تیسے گذر کر چوٹی کے دامن سے کوئی ۵۰۰ فٹ کی اونچائی پر پہنچے تھے کہ ایک بڑی دراڑ بیچ میں آگئی۔ مجبوراً انھیں دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑا۔

اب یہ فیصلہ کیا گیا کہ پندرہ ہزار فٹ کی اونچائی پر آگے جانے والوں کے لئے کیمپ لگایا جائے، اور یہیں سے آخری چڑھائی کی کوشش کی جائے۔ یہ کام مہم کے چار ممبروں کے سپرد کیا گیا، ان لوگوں نے برف کے اوپر ایک راستہ تلاش کیا، اور مقررہ اونچائی پر خیمہ لگا دیا۔ وہاں انھوں نے چٹان کی دیواروں اور ڈھلوان جگہوں کو بھی دیکھا بھالا۔ انھیں یہ بھی اندازہ ہوا کہ رسیوں کی مدد سے چڑھائی بہت سست ہوتی ہے، تکلیف بھی زیادہ ہوتی ہے

مہم کے ایک ممبر پی۔ سی سنگھ تو ۱ ہزار فٹ کی اونچائی پر پہنچ گئے، یہ بہت اچھے چڑھنے والے تھے، یہاں انھوں نے ایک چٹان کی نوک سے اپنی پتلون ٹانگ دی، تاکہ دوسرے دن آنے والوں کے لئے رہنمائی کا کام دے۔ مگر دوسرے دن لوگ ایک اور راستے سے چڑھے اور پتلون شاید اب بھی ہوا میں لہرا رہا ہو۔

دوسرے دن صبح کو موسم بہت اچھا تھا فضا بھی خوب صاف تھی، اس لئے پانچ آدمیوں کی ایک ٹولی آخری چڑھائی کے لئے روانہ ہوئی، چڑھائی بہت سخت تھی، ان کو جگہ جگہ دم لینے اور سستانے کے لئے رکنا پڑتا تھا، ایک موقع تو ایسا آگیا کہ ان کے دل میں ناامیدی اور اس مہم کو چھوڑ دینے کا خیال پیدا ہونے لگا، پیاس کی وجہ سے ان لوگوں کا برا حال تھا۔ خوش قسمتی سے کہیں کہیں چٹانوں کے سوراخوں یا پتھر کی درزوں سے ذرا ذرا سا پانی رس رہا تھا، اسی سے انھوں نے اپنے حلق تر کئے، کچھ لوگوں نے برف چوس کر پیاس بجھائی۔

چوٹی سے واپسی کا وقت دو بجے مقرر ہوا تھا، مگر چڑھائی اتنی سخت تھی کہ صحیح وقت پر پہنچنا ناممکن نظر آتا تھا، مگر ان بہادروں نے ہمت نہیں ہاری، چڑھائی برابر جاری رکھی، ان کا ارادہ یہی تھا کہ ایک گھنٹے میں چوٹی پر

ایک کی جگہ دو گھنٹے ہو گئے، مگر ان کا نعرہ برابر یہی رہا " ایک گھنٹے میں چوٹی پر "
کہیں کہیں یہ لوگ چٹانوں پر بیٹھ کر ہانپنے لگتے تھے، اور بار بار پھر چڑھائی کی کوشش کرتے تھے۔ آخر ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں صرف **حمید اور رؤف** آگے بڑھ سکے۔ حمید نے اس موقع پر خاص طور پر سوجھ بوجھ اور مستقل مزاجی سے کام لیا، اور ایک بج کر پندرہ منٹ پر آخری چوٹی پر چڑھ گئے، اُن کے پندرہ منٹ بعد رؤف بھی پہنچ گئے
خود حمید اپنے اس کارنامے کے بارے میں کہتے ہیں :- " ... ۵ فٹ تک چڑھائی کے بعد میں اپنے آگے جانے والے ساتھیوں سے جا ملا، اور انھیں راستہ دکھانے لگا، ایک خطرناک دراڑ کے سامنے میں نے اپنے ساتھیوں کو برف کی دو تین برچھیاں لے کرائیں۔ پھر ہم ایک ڈھلوان دیوار پر رینگتے ہوئے چڑھے۔ یہاں سے ہم پورب کی طرف کی چوٹی پر چڑھنے لگے۔ میں تو چڑھتا ہی چلا گیا اور ایک بج کر پندرہ منٹ پر انتہائی چوٹی کے سرے پر پہنچ گیا۔"
اس مہم کے دوسرے ہیرو **رؤف** کہتے ہیں :- " جب ہماری جماعت آخری چوٹی سے صرف پانچ سو فٹ نیچے تھی چوہان اور عزیز ہمت ہار کے بیٹھ گئے اور لوگ چوٹی پر پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے، مگر اُن کی ہمتوں نے بھی جواب دے دیا، جب میں اوپر پہنچا تو دیکھا کہ چار ہزار فٹ گہرا ایک خطرناک کھڈ نیچے موجود ہے ایک ہی غلط قدم میں موت یقینی تھی۔

زندہ باد رؤف اور حمید!

بیماری سے بچو

بچوں کی نظمیں

مولوی محمد شفیع الدین نیّر
کی اصلاح کے بعد

ہماری بلی

شبیر الحسن، سرائے میر

ہم نے ہے اک بلی پالی اچھی اچھی بھولی بھالی
دودھ اور چاول کھاتی ہے یہ چوہوں کو دوڑاتی ہے یہ
ڈر کر اس سے سارے چوہے بھاگ گئے ہیں گھر سے میرے
ہم جب بھی کھانا کھاتے ہیں بلی کو کھلاتے جاتے ہیں

کیا ہی اچھی ہے یہ بلی
کیا ہی پیاری ہے یہ بلی

صُبح

محمد نسیم اللہ، ترنتارن

صبح ہوئی کل دنیا جاگی نینوں سے ہے نندیا بھاگی
بولی چڑیا چوں چوں چوں بولے مرغے ککڑوں کوں
کوئل بولی کو کو کو قمری بولی یا حق تو
گھنٹے باجے ٹن ٹن ٹن جھانجیں باجیں جھن جھن جھن
دیکھو بچو! بادل چھایا چار طرف سے گھر کر آیا
برسے ہے مینہ چھم چھم چھم بجلی چمکے جھم جھم جھم
پنچھی گائیں مل کر مینڈک بولے ٹرٹرٹر
جھینگر بولے جھیں جھیں جھیں طوطے بولے ٹیں ٹیں ٹیں

اتنے میں لو سورج چمکا
خوشبو سے پھر گلشن مہکا

گھروندا

رفعت قدیر، ندوہ لکھنؤ

آؤ ایک گھروندا بنائیں چھوٹا سا اک باغ لگائیں
شمّو عفت دوڑو آؤ ساتھ میں اپنے چھٹا لاؤ
وحیدا تم کیوں نہیں آتے اپنی کدالی کیوں نہیں لاتے
روٹھ گئے کیا تم من جاؤ اچھا! مالی تم بن جاؤ
بن گیا لو! گھروندا پیارا باغ بھی بن گیا پیارا پیارا

ہم سب مل کر گیت یہ گائیں
رفعت کی نظمیں دہرائیں

موٹر تانگا

امام الدین انصاری گوہر

ننھا چھوٹا موٹر تانگا خوب بنایا خوب نکالا
ٹٹو اس کا بھولا بھالا ہانکنے والا بھی ہے نرالا
ٹٹو بھاگا پاکے اشارا ہوگیا دل بس شاد ہمارا

صاف اور ستھرا چھوٹا ڈبا بیٹھنے والا ہے یہ حصہ
ٹھنڈی سڑک دریا کا کنارا اس پہ تانگا پیارا پیارا
راحت میں آرام میں یکتا نام میں یکتا کام میں یکتا
ریل سے کب کھاتا ہے ماتیں کرتا ہے یہ ہوا سے باتیں
بیٹھے جس دم چڑھ کر گوہر
تانگا بھاگا فرفر فرفر

رکھ آپس میں میل

از محمد فاروق ۔ منڈوا ۔ فتح پور

میل محبت سے لے بابا قائم ہے یہ دنیا بابا
راہِ محبت سے کر بابا پھر ہو گی تیری جے بابا
رکھ آپس میں میل بابا
رکھ آپس میں میل

روز لڑائی جھگڑا کرنا آپس ہی میں کٹنا مرنا
غصے میں بے کار بگڑنا الزام اس پر اُس پر دھرنا
ہیں شیطانی کھیل بابا
رکھ آپس میں میل

سب کو سمجھ تو بھائی اپنا ان کی یاد میں سیکھ تڑپنا
پریم نام کی مالا جپنا فاروق دیکھ اسی کا سپنا
اچھا ہے یہ کھیل
رکھ آپس میں میل

ترانہ

مسرت نعیم بھٹی ۔ اچھرہ ۔ لاہور

کنارے پہ دریا کے اک جو بیٹھا ہے
کہیں اس کا حیران و ششدر کھڑا ہے
کہ دریا میں نورِ نظر گر پڑا ہے
اُسے ڈوبنے سے بچاتا چلا جا
کوئی کام کر کے دکھاتا چلا جا

ذرا سن تقاضے نوجواں جانے والے
بتا جا رہا ہے کہاں جانے والے
ذرا دیکھ تو یہ سماں جانے والے
لگی آگ ہے وہ بجھاتا چلا جا
کوئی کام کر کے دکھاتا چلا جا

مسرت کا پیغام گھر گھر سنا دے
کسی تیرہ قسمت کی بگڑی بنا دے
اُسے جادۂ کامرانی پہ لا دے
جو روتا ہو اس کو ہنساتا چلا جا
کوئی کام کر کے دکھاتا چلا جا

جگر میں خلش ہو تو آنکھوں میں نم ہو
ترے دل میں اپنے پرائے کا غم ہو
نہ سر تیرا اغیار کے در پہ خم ہو
تو دنیا کو در پہ جھکاتا چلا جا
کوئی کام کر کے دکھاتا چلا جا

بنا دے زمانے کو گلزارِ جنت
تو نابود کر دے غریبی کی لعنت
ہر اک دل کو کر آشنائے مسرت
مسرت کی تانیں اُڑاتا چلا جا

مٹر کے دانے

نفیس احمد، جالندھر

ایک تھی مٹر کی پھلی۔ اس پھلی میں ایک نہ دو، پورے پانچ دانے تھے۔ یہ پھلی اُن کا گھر تھا، یہ ہفتوں اسی میں پلتے، بڑھتے رہے۔ سورج دادا اپنی کرنوں کے ذریعے، اور بادل بھائی اپنی بوندوں کے ذریعے اُنھیں کھانا پانی پہنچاتے رہے، جوں جوں پھلی بڑھتی، یہ بھی بڑھتے جاتے۔ مٹر کی پھلی ہری ہری تھی، دانوں کا خیال تھا، ساری کی ساری دنیا اُسی رنگ کی ہوگی وہ اکثر سوچا کرتے تھے ہم اس سبز دنیا سے باہر آئیں گے تو کیا ہوگا!

آخر ایک دن ایک دانے نے اپنے اور سب بھائیوں سے پوچھا "کیا عمر بھر یہیں رہنے کا ارادہ ہے۔ یہاں پڑے پڑے تو پتھر کی طرح سخت ہو جاؤ گے، ہم تو جانتے ہیں کہ اس سبز دنیا کے باہر بھی ایک دنیا ہے۔"

ہفتوں پر ہفتے گزرتے رہے، آخر مٹر کی پھلی کا اور پھلی کے اندر دانوں کا رنگ زرد پڑنے لگا، کسی ڈر سے نہیں، خزاں کے جھونکوں کی مہربانی سے۔ اب ان کے خیال میں ساری کی ساری دُنیا پر زردی چھا گئی تھی۔

ایک دن اچانک بیٹھے بیٹھے کسی نے ان کے سبز گھروندے کا دریچہ کھول دیا۔ اور پھر ننھی ننھی انگلیوں نے انھیں ایک ننھی سی جیب میں ڈال لیا۔

ایک دانہ خوش ہو کر بولا: "لو بھئی! اب تو ہماری قید کے دن کٹ گئے۔ بڑے مزے کی سیریں رہیں گی"

سب سے چھوٹے بھائی نے پوچھا۔ "تو سب سے پہلے کس کی باری آئے گی؟"

بڑے بھائی نے جواب دیا "اب یہ کسے معلوم، بھائی جو ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا"

بڑا بھائی ابھی یہ جملہ پورا بھی نہ کر پایا تھا کہ چھلکا بولا "چٹاک" اور پانچوں مٹر کے دانے مزے سے سورج کی روشنی کا لطف

اٹھارہے تھے۔ اب وہ میاں فاروق کے ننھے ننھے ہاتھوں میں تھے۔ فاروق میاں انھیں ہاتھ میں سنبھال کر بولے:۔" اہا یہ تو میری بندوق کے لئے چھرّے کا خوب کام دیں گے۔"

انھوں نے ایک دانہ اپنی ہوائی بندوق میں رکھا، اور بندوق چلا دی، مٹر کا دانا اپنے جی میں بہت خوش تھا کہنے لگا "آہ ہا اب تو میں بڑی بہت بڑی دنیا میں اُڑا چلا جا رہا ہوں۔"

اور سچ مچ وہ دیکھتے دیکھتے نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ دوسرے دانے نے سورج کی طرف جھانکا سمجھا یہ بھی کسی بہت بڑے مٹر کا گول گول چھلکا ہے۔ اور اپنے جی میں کہنے لگا "ہم تو اسی میں جا کر رہیں گے۔"

فاروق میاں اُسے بندوق کی نال میں ڈالنے لگے تو بولا" لو بھائیو خدا حافظ، ہم بھی چلتے ہیں۔" اور وہ سورج کی طرف اُڑ گیا۔

مٹر کے دو دوسرے دانے بہت کاہل اور سست تھے۔ یہ زمین پر گر گئے اور گرتے ہی اونگھنے لگے۔ مگر فاروق میاں انھیں کب چھوڑنے والے تھے۔ انھوں نے ان دونوں کو بھی بندوق میں رکھ، داغ دیا۔ اب تو یہ بھی بولے "ہم بہت دور جائیں گے۔"

اب مٹر کا بس ایک ہی دانہ رہ گیا تھا یہ، بولا" بھئی جو ہونا تھا وہ تو ہو کر رہے گا۔" فاروق میاں نے اُسے بھی بندوق میں رکھ کر کہیں دور بھیج دیا۔

اب پہلے دانے کی آپ بیتی سُنو، یہ صاحب ایک مکان کی چھت پر گرے اور لڑھکتے لڑھکتے پرنالے میں پہنچ گئے۔ اتفاق سے ایک کبوتر نے انھیں دیکھ لیا۔ بس پھر کیا تھا، ہڑپ کر گیا،

دوسرے صاحب سورج کو گھر بنانا چاہتے تھے مگر تھوڑی ہی دور ایک نالی میں منہ کے بل جا گرے ہفتوں اسی گندگی میں رہے۔ مگر جو بھی تو خوب پھول گئے"، اپنے جی میں بہت خوش کہ ہم خوب موٹے ہو رہے ہیں۔

مٹر کے دو دوسرے دانوں کا حشر بھی کچھ اچھا نہ ہوا۔ بے چاروں کو کبوتر کھا گئے۔

اب رہ گئے پانچویں صاحب، وہی جنھوں نے کہا تھا "جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔" یہ بندوق سے نکلتے ہی بہت اونچے چڑھ گئے، اور ایک دو منزلہ مکان کی کھڑکی میں آگرے، بے چارے کے چوٹ تو بہت آئی مگر صبر و شکر کے ساتھ وہیں پڑے رہے۔

اس کمرے میں ایک بڑی بی رہتی تھیں۔ ایک ان کی بچی تھی نسیمہ۔ بڑی بی بہت غریب

تھیں، اور بچی ان دنوں بہت بیمار رہتی تھی
بڑی بی نے بہت دوا دارو کی۔ مگر نسیمہ کی
بیماری بڑھتی ہی رہی اور بے چاری دن بدن
کمزور ہوتی گئی۔ بڑی بی کی پریشانی کا کیا پوچھنا
اب تو اُن کے دل میں یہ ڈر رہنے لگا کہ کہیں
میری بچی اللہ کو پیاری نہ ہو جائے۔

بڑی بی کا آگے پیچھے کوئی تھا بھی نہیں،
بھائی نہ بہن، نہ عزیز نہ رشتہ دار، بے چاری
کے یہی ایک بچی تھی، کوئی اتنا بھی نہیں تھا کہ اڑے
وقت میں کام آئے۔ گھر کا کام، بچی کی تیمارداری
حکیم کے ہاں حال کہنے جانا۔ دوا لانا، یہ سب
کام انھی کو کرنا پڑتے تھے

بڑی بی کو دوا لینے یا کسی اور کام سے باہر
جانا پڑتا تو نسیمہ اکیلی رہ جاتی۔ بیمار بچی اکیلے
میں گھبراتی۔ کوئی کھلونا بھی نہیں تھا، جو اس سے
دل بہلاتی۔

ایک دن صبح کو نسیمہ کی نظر کھڑکی پر پڑی
خوشی سے چیخ اُٹھی "امی، امی یہ ہری ہری کیا چیز
ہے ارے ہے کتنی خوب صورت ہے امی"

ماں بولی: "ارے یہ تو مٹر کا پودا ہے
بیٹی۔ کیسا پیارا پیارا ہے نگوڑا"

نسیمہ بہت غور سے پودے کو دیکھتی رہی
اپنے جی میں بہت خوش، بہت ہی خوش، بڑی
بی دوا لینے بازار چلی گئیں۔ نسیمہ اپنے کمزور
ہاتھوں سے بیٹھے بیٹھے چارپائی کھسکا کر کھڑکی کے
پاس لے آئی۔ پودے کے مخمل جیسے نرم پتوں
کو اپنے ہاتھوں سے چھونے لگی۔ اور اپنے
خیالوں میں بالکل کھو گئی۔ بیماری کی تکلیف
بھی بھول گئی۔

شام کو بڑی بی آئیں تو نسیمہ کو بہت
ہشاش بشاش پایا۔ بڑی بی کو جیسے دل کی مراد
مل گئی۔

اب روز یہی ہوتا، بڑی بی بازار چلی جاتیں
اور نسیمہ اکیلے گھر میں اس پودے سے دل
بہلاتی۔ اس کا وقت اچھی طرح کٹتا۔ اس پودے
نے معلوم ہوتا تھا نسیمہ میں ایک نئی روح پھونک
دی تھی، اب وہ دن بدن تندرست ہو رہی تھی
ایک دن اس پودے میں پھول کھلا پیارا
پیارا، سرخ پھول۔ نسیمہ تو دیکھ کر بس اُچھل
پڑی۔ اس نے پھول کی نازک نازک پتیوں کو
ہاتھ سے چھوا اور پھر چومنے لگی۔

اب نسیمہ کی حالت پہلے سے بہت اچھی
ہو گئی تھی، وہ اب چل پھر سکتی تھی۔

ایک رات بڑی بی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی
کمرے میں آئیں اور نسیمہ کو پھول سے دل بہلاتے
دیکھ کر پھولی نہ سمائیں۔ ان کے ہاتھ بے اختیار

آسمان کی طرف اٹھ گئے۔ اور بھرائی ہوئی آواز
میں بولیں۔ "میرے اللہ میں تیرے قربان
جاؤں۔ تو نے اس پودے کو اپنے ہاتھ سے یہاں لگایا
ہے اور یوں میرے کمھلائے پودے کو دوبارہ
جلایا۔ یہ پھول کاہے کو ہے۔ میرے لئے اور
میری بچی کے لئے کوئی قسمت کا فرشتہ ہے۔"

نسیمہ نے مڑ کر دیکھا تو ماں پاس کھڑی تھیں،
اور خوشی کے آنسو نکل رہے تھے۔ بولی۔ "دیکھئے امّی
یہ پھول اس وقت کیسا پیارا پیارا معلوم ہو رہا
ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنی امّی سے لپٹ گئی۔ دونوں
ماں بیٹیاں کتنی خوش تھیں۔

واہ بھئی، مٹر کے دانے!

امریکہ میں ایک عجیب وغریب سائیکل ایجاد
ہوئی ہے۔ یہ خشکی پر چلنے والی سائیکلوں کی طرح
پانی پر چلتی ہے۔ اس کی رفتار دس میل فی گھنٹہ ہے۔

روس میں ایسا کپڑا ایجاد ہوا ہے جس میں آگ
نہیں لگ سکتی۔ یہ کپڑا پہن کر لوگ آسانی سے آگ
میں چل پھر سکتے ہیں۔ روس میں آگ بجھانے والے
یہی کپڑا پہنتے ہیں۔

انگلستان میں ایسے کارڈ بنائے گئے ہیں
جو پڑھنے کے بجائے سنے جاتے ہیں جس مشین سے
گانے والے ریکارڈ بھرے جاتے ہیں اُسی سے یہ
بھی بھرے جاتے ہیں اور گراموفون پر رکھ کر سنے
جاتے ہیں۔

دید پرکاش صراف جموں

اسپین کے پاس ایک گاؤں میں جب کوئی
سفید کپڑے پہن کر باہر نکلتا ہے تو اکثر اس کے
کپڑوں میں آگ لگ جاتی ہے اور دوسری سفید
چیزوں میں بھی آگ لگ جاتی ہے۔ سائنس دانوں
نے تحقیق کے بعد معلوم کیا ہے کہ اس جگہ زمین کے
نیچے پٹرول ہے۔ یہ بھاپ بن کر اوپر آجاتا ہے اور
سورج کی گرمی سے جل اٹھتا ہے۔

بچوں کی کوششیں

پچھلے معمے کا حل ۔ محمد نسیم اللہ تخار

کیا آپ جانتے ہیں ؟

محمد نثار اللہ خاں پشاور

۱۔ ایک مالی کے پاس گلاب کے بارہ پودے ہیں وہ انھیں اس ترتیب سے لگانا چاہتا ہے کہ چھ قطاریں بنیں، اور ہر قطار میں چار پودے آئیں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ پودے اسے کس طرح لگانے چاہئیں ذرا شکل کھینچ کر دکھیے

۲۔ کیا آپ ایسی شکل پنسل اُٹھائے بغیر، اور ایک لائن کو دوبارہ پنسل سے کھینچے بغیر بنا سکتے ہیں۔

جوابات

(۱)

(۲)
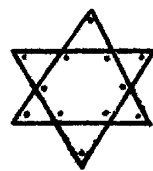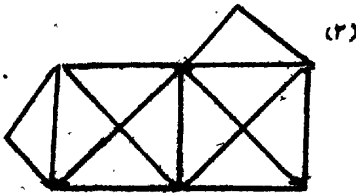
اچھی باتیں

مفتی اعجاز احمد قریشی

۱۔ جو لڑکا اپنے بزرگوں کی نصیحت نہیں مانتا، آخر پشیمان ہوتا ہے۔

۲۔ سورج نکلنے سے پہلے جاگنا عقل کو بڑھاتا ہے، اور آدمی کو چست بناتا ہے۔

۳۔ بُرے آدمی کی صحبت سے بچو۔

۴۔ اپنے بزرگوں کا احترام کرو۔

لطیفے

حکیم :- دوا پینے کے بعد پیاس تو نہیں لگی
مریض :- لگی تھی میں نے برف کا پانی پی لیا۔
حکیم :- میں نے تو گرم پانی بتایا تھا۔
مریض :- کیا ہرج ہے۔ پیٹ سینک لوں گا۔

خورشید :- مجھے ایک اکنی دیجئے۔
باپ :- روپیہ بھنا کر دے دوں گا
خورشید :- آپ نہیں دیں گے تو میں اس لڑکے کے
یہاں چلا جاؤں گا۔ جسے کھجلی ہوگئی ہے۔
سرتاج احمد شمسی ، کلکتہ

لڑکا :- کھانسی کی جو گولیاں آپ نے میرے والد صاحب
کو دی تھیں، اُن کی ایک شیشی اور دے دیجئے۔
دوافروش :- ان گولیوں سے کچھ فائدہ بھی ہوا؟
لڑکا :- یہ تو معلوم نہیں لیکن وہ میری بندوق میں
پوری اُترتی ہیں۔

دشونا تھ آہوجہ۔ فاضلکا

ماں :- بیٹا دیکھو تو کمرے میں کون جانور گھس
کر شور مچا رہا ہے۔
لڑکا :- جانور تو کوئی بھی نہیں امی ، ابا جان
گا رہے ہیں۔

منشی اعجاز احمد قریشی ، ایبٹ آباد

بجھارتیں

۱۔ انگارہ لڑکی کی راج دھانی ہے
انگور

۲۔ امریکہ کے لوگ بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔
آم

۳۔ ناصر کل آؤ گے نا؟ یا میں رنگی ہوئی ٹوپی دھلا
کر دے دوں۔
نارنگی

۴۔ خدا اکیلا ہے اس کا کوئی ساتھی نہیں۔
کیلا

۵۔ سیلاب میں اشرف کا گھر بہہ گیا۔
سیب

بدر منیر سیپورہ

۱۔ اصغری چھت پر بیٹھی بُن رہی ہے
ریچھ

۲۔ احمد کا صابن دری پر پڑا ہے
بندر

۳۔ اس اسیر کو آخر گوشت کھانا ہی پڑا
خرگوش

۴۔ ادیب کریم اور نعیم ٹہلنے گئے ہیں۔ بکری
عتیق الحسن کلکتہ

ننّھا مصوّر

راشد حسن قادری، آگرہ

ملکہ وکٹوریہ کے زمانے میں سرجان میلے بہت بڑا مصور گذرا ہے۔ وہ اتنا بڑا مصور اپنی ماں کی بدولت بنا تھا۔ اس کی ماں نے اور بچوں کی طرح جان میلے کو اسکول میں داخل نہیں کیا بلکہ خود تعلیم دیتی تھی، جب بچے کو پنسل پکڑنی آگئی تو اس کو جتنی خوشی اسے لکیریں کھینچنے میں ہوتی تھی اتنی اور کسی کام میں نہیں ہوتی تھی۔

جان کا چار برس کی عمر میں یہ حال تھا کہ فرش پر لیٹا ہوا گھنٹوں تصویریں بنایا کرتا۔ جو چیز اس کے سامنے ہوتی اس کا خاکا بناتا، دیکھنے والے اس کی مصوری پر تعجب کرتے اور حیرت میں رہ جاتے۔ جان کے اس شوق کو دیکھ کر اس کے چچا نے ایک دن کسی سے کہا تھا "میری بات یاد رکھنا کہ یہ لڑکا ایک دن بڑا آدمی ہوگا" ہر آدمی اس کی تعریف کرتا تھا۔

ساتویں برس میں اس کو اپنے والدین کے ساتھ فرانس جانے کا اتفاق ہوا، اس سفر سے وہ بہت خوش ہوا۔ وہاں اس نے بہت سی نئی چیزیں دیکھیں۔ ایک دن وہ اپنے بھائی کے ساتھ تفریح کرنے گیا۔ اس نے دیکھا کہ ہیڈ ماسٹر اکڑتا ہوا اپنے سپاہیوں کے آگے آگے چلا آرہا تھا۔ ریچھ کی کھال کی خوب اونچی چوٹی سر پر رکھے اور سنہرے مونٹھ کا بید ہاتھ میں لیے تھا، یہ منظر دیکھ کر جان سے نہ رہا گیا، اور پنسل کاغذ نکال کر فوراً اس کی تصویر بنا ڈالی جس وقت تصویر کی آخری لکیریں کھینچ رہا تھا تو افسر اس کے قریب آیا اور تصویر دیکھ کر حیران رہ گیا، ننھے مصور کے کمال کی نہایت تعریف کی اور تصویر کے کچھ روپے انعام میں دیے۔ فرانس سے واپس آکر اس کے والدین اس کو انگلستان کے ایک بڑے مصور کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا کہ "ابھی اس کو کام سکھاؤ"، مگر جب اس کے ہاتھ کی تصویریں دیکھیں تو رائے بدل دی۔ جان میلے نے اس کی نگرانی میں خوب محنت کی۔

جان میلے ۱۸۲۰ء میں انگلستان میں پیدا ہوا۔ ۱۸۸۵ء میں "سر" کا معزز خطاب ملا۔ ۱۸۹۶ء میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔

بے تار کی تار برقی

سلیمان حامد، مارہرہ

وائرلیس یا بے تار کی تار برقی جس سے ہم دُور دُور کے ملکوں سے آسانی سے بات چیت کر سکتے ہیں، اور جس سے موجودہ جنگ میں ایک سپاہی کو دوسرے سپاہی تک خبریں پہنچانے میں کثرت سے کام لیا گیا ہے۔ مسٹر مارکونی کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اسے انھوں نے ۱۸۹۵ء میں ایجاد کیا۔

آج کل تمام ملکوں میں بے تار کی تار برقی کے کھمبے نظر آتے ہیں، بعض کھمبے بہت زیادہ اونچے ہوتے ہیں، کیونکہ زیادہ دُور خبریں بھیجنا کھمبے کی بلندی پر ہے۔

انگلستان میں بے تار کی تار برقی کا ایک کھمبا ۲۷۵ ہاتھ اونچا ہے۔ اس کے اوپر ۲۰۰ گھوڑوں کی قوت والی مشین لگی ہے۔ جس کے ذریعے زمین ہو یا پانی تین ہزار میل تک آسانی سے خبریں بھیجی جاسکتی ہیں۔

تم سوچتے ہو گے کہ آخر بغیر تار وغیرہ کے آوازیں ایک جگہ سے دُوسری جگہ کیسے پہنچ جاتی ہیں، تو ہم بتائیں:۔

جس طرح تالاب میں اینٹ یا پتھر وغیرہ پھینکنے سے گول لہریں اُٹھتی ہیں، اسی طرح ہوا میں ایک مادہ "ایتھر" ہوتا ہے۔ اس میں بھی بولنے سے گول لہریں اُٹھتی ہیں۔ جس کو دُوسرے ملک یا دُوسرے شہر پر لگی ہوئی مشین اپنے اندر کھینچ لیتی ہے اور ریڈیم جیسے مادے سے اس قسم کی لہریں تیزی سے اٹھنے لگتی ہیں۔

جس جگہ سے خبر روانہ کی جائے، وہاں پر باہر سے آواز نہ آنی چاہیے، کیونکہ وہ آواز بھی تمھاری آواز میں شامل ہو کر سننے والے کے سمجھنے میں دقت پیدا کرے گی۔

کاغذی مشغلہ
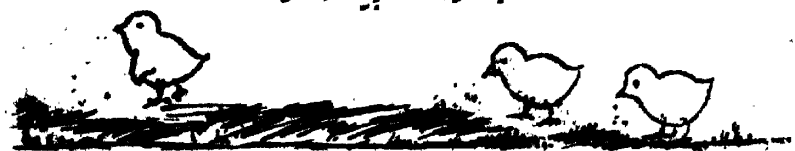
خالد حسن قادری

پچھلے مہینے ہم نے تمھیں نرالے چہرے بنانے کی ترکیب بتائی تھی۔ اب ہم تمھیں کاغذ کی اچھی دلچسپ اور مفید چیزیں بنانے کی ترکیب بتائیں گے۔ یہ چھوٹوں کے لئے الگ ہوں گی، بڑوں کے لئے الگ، مگر سامان کی ضرورت تو چھوٹے بڑے سبھی پیامیوں کو ہوگی۔ اس لئے اس کی تفصیل ہم یہیں لکھے دیتے ہیں۔

کاغذ:- کھلونے بنانے کا کاغذ کسی قدر موٹا ہونا چاہیے، اتنا موٹا بھی نہ ہو کہ موڑنے سے ٹوٹ جائے۔ ریپنگ پیپر (یعنی وہ کاغذ جو پارسلوں پر لپیٹتے ہیں) ٹھیک رہے گا۔ رنگین ہو تو اچھا ہے۔ نہیں تو تم خود رنگ لو۔

چاقو:- چاقو تیز ہونا چاہیے۔ موٹا کاغذ آسانی سے نہیں مڑتا، چاقو کی نوک سے ہلکا سا نشان ڈال دیا جائے تو موڑنے میں آسانی رہتی ہے۔

رولر:- تمھارا اسکول والا فٹا کافی ہوگا۔

پرکار:- یہ بھی اپنے جیومیٹری بکس سے نکال لو۔

گوند:- گوند اچھا ہے۔ یہ نہ ہو تو پھر لئی سے کام لو، مگر لئی پکاؤ گے کیسے۔ تھوڑا آٹا کسی موٹے کپڑے میں چھان لو۔ پھر اسے پانی میں گھول کر پکالو۔ اچھے چھنے ہوئے آٹے کی لئی زیادہ چپکدار ہوگی۔

ہاں ایک بات کا اور خیال رکھو۔ کھلونوں کے نقشوں میں دو قسم کی لکیریں ہیں۔ پوری کھنچی ہوئی (———) اور نقطے والی (.........) پوری کھنچی ہوئی لائنوں پر سے کاٹا جائے گا۔ اور نقطے والی لائنوں پر موڑا جائے گا۔

اچھا اب ہم اپنے ننھے پیامیوں کو ایک آسان سا کھیل بتاتے ہیں۔

۴½ انچ لمبا اور ۳¾ انچ چوڑا کاغذ لو ا ب اور ج د دو لائنیں کناروں سے ایک انچ دور کھینچ دو۔ س ش اور ص ض کی لکیریں ۱½ انچ دور کھینچو۔ اس کے بعد نقشے کے مطابق لفافے کا خاکا بنالو۔ سامنے کے کنارے ایک دوسرے پر چپکا دو۔ شروع شروع میں کوئی خراب ہو جائے تو بددل مت ہونا دو چار بنا ڈالو پھر تمہارا ہاتھ صاف ہو جائے گا۔

س ص

د ج

ب

ش ض
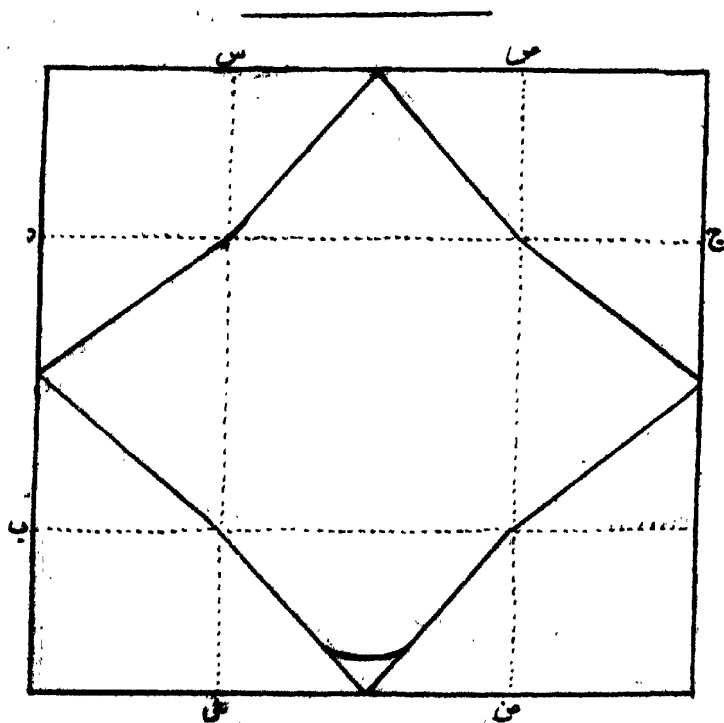
بڑے لڑکوں کے لئے

شش پہل میز

۵ انچ چوڑا اور ۱۳ ½ انچ لمبا کاغذ لو - ایک سرے پر ½ انچ کے فاصلے کی لائن کھینچ دو - اب باقی کو چھ برابر حصّوں میں تقسیم کر دو - اب ½ انچ چوڑی لائن اوپر کی طرف لمبائی میں کھینچو اور جہاں یہ لائنیں ملتی ہیں وہاں (V) شکل کے ٹکڑے کاٹ دو ، اب دونوں سرے ملا دو

اوپر کے تختے کے لئے ایک انچ کا فاصلہ لے کر پرکار سے ایک دائرہ کھینچ دو - اسی فاصلے سے دائرے پر چھ نشان بنا دو - انھیں آپس میں ملا کر اور چھ کونے کا تختہ بنا کر کاٹ لو ، اور ان ٹکڑوں کو موڑ کر ان پر چپکا لو -

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

مسز شہزاد چودری

بچوں کا کتب خانہ

الف لیلہ کے افسانے

شہرزاد	۸ر	حرکت میں برکت	۱۰ر
مرجینا	۸ر	سچی بہادری	۸ر
گلنار بیگم	۸ر	سنجوگ	۸ر

قصے، کہانیاں، وغیرہ

جل پری	۵ر	منی منی کہانیاں	۵ر
صفو دادا	۵ر	سچی لگن	۵ر
بی سیدانی	۶ر	سنہری گھنٹی	۵ر
نادرہ	۵ر	دُر دانہ	۵ر

پانچ کم تیس :- مشہور پرانی کتاب طوطا کہانی کی پچیس کہانیاں ۱۲ر

ایک بچے کی کہانی :- سعید انصاری صاحب نے ایک مشہور افسانہ نگار کی سب سے اچھی کہانی کا ترجمہ کیا ہے ۵ر

آدمی کی کہانی :- یہ کہانی کیا ہے آدمی یعنی خود ہماری شروع سے لے کر اب تک کی تاریخ ہے ۸ر

کہانی نانی کی زبانی :- از مرزا فرحت اللہ بیگ ۵ر

کلو راجہ	۱۲ر	جادو کا ڈنڈا	۱ر
ہماری نظمیں	۵ر	نارنجی چوزے	۲ر

چند اسلامی کتابیں

حبیب خدا :- آں حضرت صلعم کی سیرت پاک

اچھی کہانی :- حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی ۱ر

نیا میلاد :- بچوں کے لئے میلاد شریف

یاران نبی :- خلفاء اربعہ کی سیرتیں ۱ر

ستارے :- مشہور صحابہ کی سیرتیں

سیب شہزادہ اور دوسری کہانیاں

بچوں کے لئے پچیس کہانیوں کا یہ سٹ حال ہی میں ہمارے اسٹاک میں آیا ہے۔ سب کہانیاں بڑی دلچسپ ہیں۔ اچھے اچھے مصنفوں کی لکھی ہوئی ہیں اور بڑی ہی مزیدار اور سبق آموز ہیں۔ مکمل سٹ ۱۲ؔ۔ دس کتابوں کا سٹ

نیا سال مُبارک

مولانا محمد شفیع الدین صاحب نیرؔ

چمن میں یہ بلبل نے نغمہ سُنایا ٭ یہ قمری نے خوش ہو کے اک گیت گایا
خدا نے خوشی کا نیا دن دکھایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا

اُمنگیں نئی ہیں، نئی آرزو ہے ٭ نئی خواہشیں ہیں، نئی جستجو ہے
نئے سال نے یہ نیا گُل کھلایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا

ہم اس سال ہر روز بڑھتے رہیں گے ٭ ترقی کے زینے پہ چڑھتے رہیں گے
یہی اب تو ہے اپنے دل میں سمایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا

کریں گے سبھی کام باقاعدہ ہم ٭ اُٹھائیں گے اس طور سے فائدہ ہم
یہ گُر دل میں ہے اپنے ہم نے بٹھایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا

جو محتاج ہیں اُن کی خدمت کریں گے ٭ غریبوں، ضعیفوں سے اُلفت کریں گے
نہ دیکھیں گے ہم اس میں اپنا پرایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا

مُبارک نیا سال ہو سب کو یارب ٭ ملے چین سب کو سلامت رہیں سب
دُعا میں یہی شعر نیرؔ نے گایا
نیا سال آیا، نیا سال آیا

پیام تعلیم
دہلی

دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار، اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔
"منیجر"

جلد ۲۷ نمبر ۱

قیمت سالانہ ۳ ر

فہرست مضامین جنوری سنہ ۴۶ء

ایڈیٹر: محمد حسین حسان

ہندوستان سے باہر چار روپے

فی پرچہ ۵ر

پرنٹر، پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے۔ پی ایچ ڈی

بچّوں سے باتیں

دسمبر کا پرچہ تمھیں مل چکا ہوگا، لو اب یہ جنوری کا پڑھو۔ اگر مطبع والوں کی ایسی ہی عنایت رہی تو شاید ہم مارچ تک پرچے کو صحیح وقت پر لے آئیں۔

نئے سال کی خوشی میں دو خاص نظمیں شائع کی جا رہی ہیں۔ امید ہے کہ پیامیوں کو پسند آئیں گی۔

پیامیوں نے محسوس کیا ہوگا کہ رسالہ پہلے سے زیادہ دلچسپ ہوتا جا رہا ہے۔ ننھی منّی کہانیوں کو ہمارے ننھے پیامیوں نے بہت پسند کیا ہے۔ ان کا سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

معمّے اور پیام برادری کے سلسلے میں پیامیوں کے خط آ رہے ہیں۔ فروری سے یہ سلسلہ بھی شروع ہو جائے گا۔

مکتبے کی بہت سی کتابیں کاغذ کی کمی کے سبب دوبارہ نہ چھپ سکی تھیں، پیامیوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ اب ان میں سے اکثر چھپ گئی ہیں، فہرست ٹائٹل کے تینوں صفحوں پر برابر چھپ رہی ہے۔

دلّی کے ڈاک خانے کو شکایت ہے کہ پیام تعلیم کو خط لکھنے والے پیامی پتے میں قرول باغ پہلے لکھتے ہیں، دلی بعد میں۔ اس سے ایک تو ڈاک خانے کا کام بڑھتا ہے، دوسرے پیامیوں کے خط دفتر میں بہت دیر میں پہنچتے ہیں۔ دلی پہلے قرول باغ بعد میں لکھا جائے تو خط جلد پہنچ جائے گا، مثلاً یوں لکھو۔

محمد حسین حسّان

مکتبہ جامعہ، دلی

قرول باغ

نننھے پیامیوں کے لئے

مُنّی مُنّی کہانیاں

مورکھ چوزا

ایک ننھے مُنّے خوب صورت سے چوزے نے اپنی اُمّی سے پوچھا۔
"اُمّی اُمّی ہم ذرا ان بطخوں کے ساتھ کھیل آئیں۔"
بی مُرغی بولیں :۔ "نا بیٹا۔ تمھیں تیرنا نہیں آتا۔"
"یہ آپ نے کیا بات کہی۔"

مُرغی نے جواب دیا۔
ذرا اپنے پنجے تو دیکھو۔ بطخ کے پنجوں پر جھلّی ہوتی ہے، وہ آسانی سے تیر سکتی ہے۔ تمھارے پیروں پر کہاں ہے۔ تم تو ڈوب جاؤگے۔
مگر اُمّی کی یہ بات چوزے میاں کی سمجھ میں نہیں آئی، انھیں اس بات کا یقین تھا کہ تیرنا جانتے ہیں
انھوں نے اپنی امّی کی بات پر ذرا بھی کان نہ دھرا، اور سیدھے بطخوں

کے پاس بھاگے۔

بطخیں تالاب میں گھس گیئں اور تیرنے لگیں، یہ بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہو لیئے مگر ان کے بچوں پر جھلّی کہاں تھی، یہ پانی میں گھستے ہی لگے ڈبکیاں کھانے بے چارے بڑی زور سے چلائے "اُمّی اُمّی مجھے بچایئے۔"

مگر وہ بے چاری خود تیرنا نہیں جانتی تھی۔ ان کی جان کیسے بچاتی۔

خوب سوجھی

ننھے مُنّے بھوں بھوں چھوٹی سی رکابی میں اپنا راتب کھا رہے تھے، میاں کاگا کہیں دور کے سفر سے آ رہے تھے۔ اُنھوں نے ننھے بھوں بھوں کی رکابی کہیں دیکھ پائی۔ بس رال ٹپکنے لگی اپنے جی میں کہا "بھئی اس میں سے تو کچھ ہمیں بھی ملنا چاہیے۔"

مگر ننھا بھوں بھوں بھلا انھیں کیوں اپنے پاس آنے دیتا۔

میاں کاگا پہلے تو کچھ دیر سوچتے رہے، پھر ایک بات اُن کے دماغ میں آئی وہ اپنے اور بہت سے بھائیوں کو بلا لائے، اور بولے "آؤ، آؤ میری مدد کرو

ہم سب مل کر اُس کتے سے کھانا چھینیں۔"

سب کوّے بھوں بھوں کے چاروں طرف بیٹھ گئے، اور مارے شور کے آسمان سر پہ اُٹھا لیا، کائیں کائیں کائیں!

ننھے ننھے بھوں بھوں کو غصہ آگیا۔ انھوں نے بہت گرج کے کہا:۔

"بھو۔ اوں دور ہو یہاں سے۔"

ایک کوّے نے پیچھے جا کر اُن کی دُم چونچ سے پکڑ کر کھینچی۔ ننھا بھوں بھوں جھلّایا ہوا اُس کے پیچھے دوڑا۔ کوّا ایک ہی اُڑان میں کہیں کا کہیں پہنچا۔ باقی کوّوں کی خوب بن آئی، ننّھا بھوں بھوں جب تک لوٹے، انھوں نے خوب دعوت اُڑائی ننّھا بھوں بھوں اس کوے کو بھگا کر لوٹا، اب ایک دوسرے کوے نے اس کی دم کے ساتھ یہ مذاق کیا۔ دیر تک یہی آنکھ مچولی ہوتی رہی، اور باری باری ہر کوّے کو ننھے بھوں بھوں کے راتب میں سے تھوڑا بہت حصہ مل گیا۔

واہ میاں کاگا خوب سوجھی!

چوہا

ایک لڑکا تھا بہت غریب، بے چارے کے ماں باپ کوئی بھی نہ تھا۔

ایک دن اُسے ایک چوہا ملا۔ سڑک پر مرا پڑا تھا۔ وہ اسے لالا شادی رام

کے پاس لے گیا، لالہ شادی رام کے ہاں ایک بلی تھی۔

لڑکے نے وہ چوہا تھوڑے چنوں کے بدلے لالہ جی کے ہاتھ بیچ دیا، لالہ نے چوہا اپنی بلّی کو کھلا دیا۔

لڑکا یہ چنے اور پانی کا ایک لوٹا جنگل میں لے گیا۔ جنگل میں لکڑ ہارے لکڑیاں کاٹ رہے تھے۔ یہ دونوں چیزیں اس نے لکڑ ہاروں کو دے دیں۔ لکڑ ہاروں نے اُسے کچھ چھپٹیاں دے دیں۔

لڑکا ان چھپٹیوں کو ایک دُکان پر لے گیا، اور انھیں بیچ ڈالا۔ جو کچھ پیسے ملے اُن سے اور چنے خرید لئے۔

اب وہ ہر روز ایک لوٹے میں پانی اور چنے لکڑ ہاروں کے پاس لے جاتا لکڑ ہارے اس کے بدلے میں اسے کچھ لکڑیاں دے دیتے۔

لڑکے کے پاس بہت سی لکڑیاں جمع ہو گئیں۔ یہ لکڑیاں اس نے اچھی قیمت میں بیچ دیں۔ ہوتے ہوتے اس کے پاس اچھے خاصے روپے جمع ہو گئے، اس نے ایک چھوٹی سی دُکان کر لی۔ یہ دکان خوب بڑھی، خوب بڑھی، لڑکا بہت مال دار ہو گیا۔ لوگوں نے اس لڑکے کا نام چوہا رکھ دیا تھا۔

اچھا بتاؤ کیوں ؟

اب ذرا اِس تصویر میں رنگ بھی بھرلو

لنبا لفافہ
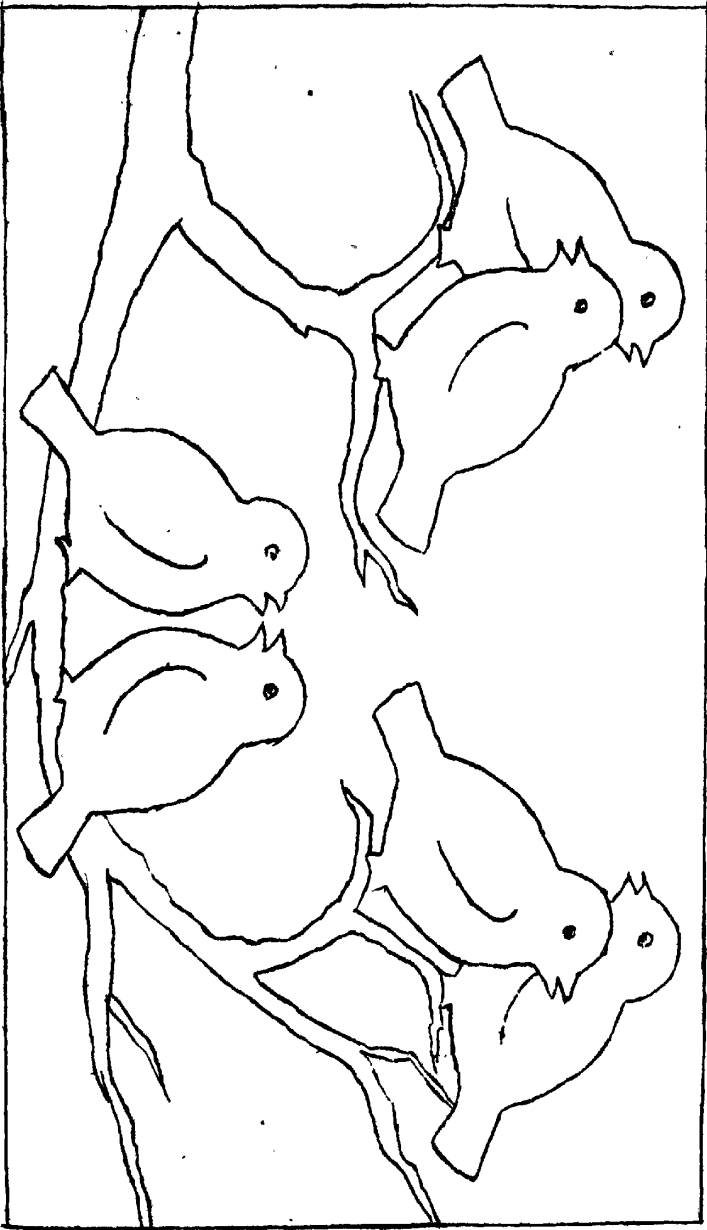
ایک ذرا سا کام اور۔ پچھلے مہینے تم نے لفافے بنانے کی خوب مشق کی ہوگی، اب ذرا لنبا لفافہ تو بناؤ، ۷½ انچ لنبا اور ۴½ انچ چوڑا کاغذ لو، اور نقشے کے مطابق خاکا بناؤ۔ اور بس، پچھلے لفافے کی طرح اسے بھی چپکا کر بنا لو

زمین کا جنم

پروفیسر محمد عبدالغفور

آج سے ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں نہیں، اربوں بلکہ کھربوں برس پہلے کی بات ہے۔ ارے بھئی واہ کھرب کے ہندسے سے تم چونک پڑے۔ اجی جناب کائنات کے کھیل میں تو اربوں اور کھربوں سے کم بازی نہیں لگائی جاتی۔

تو آج سے کھربوں برس پہلے ہمارا سورج آج کل کے سورج سے بہت بڑا تھا۔ آج کل تو یہ ایک دہکتی ہوئی آگ معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت یہ آتشیں لگن تھا، آتشیں لگن! مگر تھا اکیلا۔ بالکل ٹنڈوں لنڈوں اپنی کائنات کے کونے میں پڑا تھا۔

ایک دن ایک ستارے نے اوپر سے جھانک کر دیکھا، اُسے اس کی بے چارگی پر بہت ترس آیا، ہمدردی کے طور پر اس کے پاس سے گزرا بس یہی غضب ہو گیا۔ سورج دادا جلے بھنے بیٹھے تھے، یا نہ جانے اسے روکنا چاہتے تھے، وہ ستارا جوں ہی قریب آیا۔ انھوں نے آتشیں یا کسی اور سیال مادے کی ایک کمند اس کی طرف پھینکی۔ اب اس کمند یا آتشیں سیال مادے کا ایک سرا سورج دادا کے ہاتھ میں اور دوسرا اس ستارے کے ہاتھ میں، یوں سمجھو کہ ستارے اور سورج کے درمیان اس سیال گیس اور آتشیں مادے کا ایک پل بن گیا، دونوں سروں پر پتلا اور بیچ میں خوب موٹا۔

مگر جناب باوجود اس رکاوٹ کے ستارے میاں نے اپنی منزل کھوٹی نہیں کی، وہ بڑھتے ہی چلے گئے۔ اور اس پل کے سرے کو بس فضا میں لٹکتا ہوا چھوڑ گئے۔

گیس اور آتشیں مادے کی یہ لہر آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہوتی چلی گئی اور اس میں سے نظام شمسی کے سیارے یوں بنتے چلے گئے جیسے مکڑی کے جالے کے کسی تار پر شبنم کے ننھے ننھے قطرے جم جاتے ہوں۔ ہماری زمین بھی انھی قطروں میں سے ایک قطرہ تھی۔

مگر بعض لوگ کہتے ہیں، یہ ستارے والی

بات کچھ یوں ہی ہے۔ اصل میں اس بات کے بانی مبانی خود ہمارے سورج دادا ہیں، کہنے والے کہتے ہیں سورج دادا شروع میں مجسّم بے قرار ہی تھے، بس ہر وقت بگولے (NEBULA) کی طرح چکر کھاتے رہتے تھے۔ چکّر کھاتے کھاتے ایک لہر جو اُٹھی تو گیس اور سیال مادے کا ایک حصّہ فضا میں اُچھال دیا۔ جیسے کوئی شریر بچہ اپنا لٹّو خوب زور سے گھما کر زمین پر چھوڑ دے سورج دادا نے یہ حرکت بار بار کی مگر یہ گیسی مادّہ بے کار نہیں جاتا تھا، اس سے ایک مستقل سیّارہ وجود میں آجاتا تھا۔ عطارد، زہرہ، مریخ یہ سب سیارے اسی طرح تو بنے، خود ہماری زمین اسی طرح وجود میں آئی۔ مگر سورج دادا نے رکھا ان سب کو اپنے قابو میں۔ سب کے سب ادنیٰ غلاموں کی طرح لگے ان کے چاروں طرف چکّر لگانے، بلکہ زمین تو خود بھی لٹّو کی طرح گھومتی تھی اور ان حضرت کے گرد چکّر بھی لگاتی تھی۔

ہماری زمین نے گھومتے گھومتے سیب یا ناشپاتی کی سی شکل اختیار کر لی اور اسی چکّر کی بدولت یا سورج اور سیاروں کی کھینچ تان یا کشش کے زور میں ایک حادثہ اور ہو گیا، اس ناشپاتی یا سیب (یعنی ہماری زمین) کا ڈنٹھل ٹوٹ کر الگ ہو گیا۔ یہ ڈنٹھل صاحب بھی اس ناچ میں شامل ہو گئے، اور زمین کے گرد گھومنے لگے، لوگوں نے ان کا نام چندا ماموں رکھ دیا، ہماری زمین میں ان صاحب کے الگ ہونے سے ستائیس میل گہرا گڑھا پڑ گیا بعد میں یہی گڑھا ہماری زمین کا سب سے بڑا سمندر بن گیا، اور بحر الکاہل کہلایا۔

یہ کھینچ تان یا کشش والی بات تمھارے دماغ کی گہرائی تک شاید نہ پہنچی ہو، ایک بار ایک پروفیسر صاحب کو بھی یہ دقت پیش آئی تھی مگر آدمی ذہین تھے، وقت پر ایک بات سوجھ گئی انھوں نے اپنے طالب علموں کے سامنے ایک دلچسپ تجربہ کیا اور زمین اور ستاروں کی کشش گویا آنکھوں سے دکھا دی۔

انھوں نے کیا یہ کہ الکحل ملے پانی میں تیل کا ایک گولا گھمانے لگے، گھومتے گھومتے گولے کا درمیانی حصّہ آہستہ آہستہ چوڑا ہونے لگا، اور سروں پر سے دبتا چلا گیا۔ اب انھوں نے اسے ذرا اور تیزی سے شروع کیا، گولے نے تیل کے چھلّے پھینکنے شروع کیے، یہ چھلّے گولے سے الگ ہوتے ہی ٹوٹ جاتے تھے، اور چھوٹی چھوٹی گولیوں میں بدل جاتے تھے، یہ گولیاں (اپنے محور پر) خود بھی گھومتی تھیں اور بڑے گولے کے چاروں طرف چکر بھی لگاتی

تھیں۔ غرض پروفیسر صاحب نے نظام شمسی کا چھوٹا سا نمونہ اپنے کمرے ہی میں پیش کر دیا اور لڑکے ان کی بات کو خوب سمجھ گئے۔

ایک مدت تک تو زمین بس ایک آتشیں دھند سی بنی رہی۔ آگ کا گولا۔ اپنے موجودہ حجم سے ہزاروں گنا بڑا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی گرمی کم ہونی شروع ہوئی اور اس نے سکڑنا شروع کیا، اتنی سکڑی، اتنی سکڑی کہ پہلے ایک نارنگی کے برابر تھی تو اب ایک نقطہ ہو گئی آج کل جو تم یہ سب باغ و بہار دیکھ رہے ہو وہ سب اسی نقطے پر ہے۔

مگر باغ و بہار بننے سے پہلے زمین پر نہ جانے کیا بیتی ہے۔ بڑی دلچسپ داستان ہے پڑھنے کے قابل۔ شروع شروع میں تو یہ بس آگ کا گولا تھی اور جانے اس میں کتنی گرمی تھی۔ ہوتے ہوتے اس کی حرارت کا درجہ ۱۲۰۰ ڈگری پر پہنچا یعنی پانی کھولنے کے درجے سے بارہ گنا زیادہ، اس وقت زمین کی سطح پر سخت پپڑی جمنا شروع ہوئی۔ ذرا تصور تو کرو زمین کا نظارہ اس وقت کیسا ہیبت ناک ہوگا۔ ایک عظیم الشان دہکتی ہوئی دیگ ہے جس میں دھاتیں پانی کی طرح بہہ رہی ہیں۔ بجلی کا طوفان ہے، آتش فشاں پہاڑ ہیں کہ چار طرف سے آگ اگل رہے ہیں۔ لمحے لمحے میں زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوتے ہیں

زمین کچھ اور ٹھنڈی ہوئی تو گیسی مادوں یا گیسی عناصر نے مائع کی صورت اختیار کرنا شروع کی، گیسی دھاتیں مائع بن کر زمین پر برسنے لگیں۔ زمین پر ٹھنڈ نے ڈیرا ڈالا، فضا میں اب تک بھاپ کے بادل چھائے رہتے تھے ٹھنڈ زیادہ بڑھی تو بھاپ بھی جمنے لگی اور بوندیں بن کر نیچے کا رخ کیا۔ نیچے زمین پر لاوے کا گرم سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس نے ان بوندوں کو بھاپ بنا کر پھر اوپر بھیج دیا، کئی بار ایسا ہی ہوا، آخر موسلا دھار بارش ہونے لگی، زمین کی سطح پر لاوے میں کہیں کہیں بڑی سی دراڑ تھی پانی اس میں جمع ہوتا گیا۔ آہستہ آہستہ اس نے پورے کرۂ زمین کو ڈھانپ لیا۔

زمین کی کھولتی ہوئی دیگ میں اس پانی نے دوسری چیزوں سے مل کر عجیب عجیب قسم کے نئے نئے مرکب بنائے۔ پھر آہستہ آہستہ پانی کم ہوتا گیا، اور زمین ملکوں اور براعظموں کی صورت میں نکھرتی اور ابھرتی چلی آئی۔

تمہارے دل میں رہ رہ کر یہ سوال اٹھتا ہوگا کہ آخر ہماری زمین کا بننا اور سنورنا کب سے شروع ہوا، شاید کوئی صاحب اس طرح کے

سوال پر یہ کہہ بیٹھیں کہ زمین کی عمر! یعنی چہ!! یہ بھی کوئی بڑھیا ہے کہ سفید بال اور پوپلا منہ دیکھ کر اس کی عمر کا اندازہ لگایا جائے۔ یہ تو سدا سہاگن معلوم ہوتی ہے، ہمیشہ سے ایسی ہی چلی آئی ہے، اور ہمیشہ ایسی ہی رہے گی نہیں جناب! یہ بات نہیں، اگر تم اس کے خد و خال اور اس کے تہہ در تہہ لباس کو جانچو تو تمھیں معلوم ہو کہ زمین کی عمر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دیکھو سلیٹ کا پتھر کیسا صاف صاف صاف ہوتا ہے۔ ایک دوسرے پر پپڑیاں سی جمی ہوئیں جیسے کالی چکنی مٹی کسی وزنی چیز کے نیچے دب کر سخت ہو گئی ہو۔ یہ بھی یہی بات سلیٹ کا پتھر پانی کے نیچے کی مٹی سے بنا ہے ایک زمانے میں اس جگہ سمندر ہی سمندر تھا یہ سمندر ہٹا تو اس کی تہہ کی مٹی رہ گئی، وہی آہستہ آہستہ اور مٹی کے نیچے دب دب کر سلیٹ بن گئی۔

نیا سال

وحید۔ صفی پوری

نیا سال بچّو مبارک تمھیں

اُمنگیں، اُمیدیں، تمنّا نئی ہر اک بات اس سال کرنا نئی
اسی سال پاتا ہے درجہ نیا کتابیں بھی ہیں تم کو پڑھنا نئی
کرو شوق تم دل میں تعلیم کا کہ تم کو ہے دنیا بسانا نئی
بھُلا دو پُرانی جو باتیں ہیں تم ہر ایک بات اب ہے اُٹھانا نئی

نیا سال بچو مبارک تمھیں

خدا وند عالم سے ہے یہ دُعا مبارک کرے سال تم کو نیا
برس یہ خوشی اور مسرت کا ہو نہ غم کوئی تم کو ستائے ذرا

ہو ہر کام میں کامیابی تمھیں خدا پورا کر دے دلی مدّعا
قدم جس طرف تم بڑھاؤ تمھیں ملے ہر طرف صاف ہی راستہ
کدورت، کثافت حسد اور بغض نہ پائیں کبھی دل میں کوئی جگہ
نیا سال بچّو مبارک تمھیں

کبھی لاؤ ہرگز نہ تم دھیان میں کہ ہو فرق انسان انسان میں
کرو مل کے وہ کام جس سے کبھی نہ بٹّا لگے ملک کی شان میں
ہر اک ہند والے کو سمجھو سدا یہ قالب ہیں سب ایک ہی جان میں
ہو یوں متحد تم ہر اک کام میں کہ جوں کتّھا چونا لگے پان میں
خدا ایسی توفیق دیتا رہے رکھو عظمتِ ہند کو دھیان میں
نیا سال بچو مبارک تمھیں

نہ محنت سے ہو عار تم کو ذرا کہ محنت سے انسان ہوتا بڑا
ملی کامیابی اُسے بالضرور کہ محنت سے ہی کام جس نے لیا
غلامی سے نفرت ہی جس قوم کو تعصب سے پرہیز جس نے کیا

رہے گی وہی قوم اب سربلند کرے گی ترقی وہ صبح و مسا
نیا سال ہے آج ہوتا شروع کرو آج سے عہد تم بھی نیا
اگر زندگی اپنی باقی رہی زمانے کو ہم بھی یہ دیں گے دکھا
تھا نظروں میں اب تک بہت جو ذلیل وہی ملک ہے دیکھ لو ہند کا
لو انگڑائی لے کر اُٹھا ہند بھی جو غافل تھا اب تک پڑا سو رہا
زمانہ ہے ششدر کہ ہندوستاں ہر اک ملک سے اب تو آگے گیا
نیا سال بچو مبارک تمھیں

تعصب کو دو اپنے دل سے نکال کرو ایک قائم جہاں میں مثال
ہوں ہندو مسلمان سب ایک دل کہ ہندوستاں بھی ہو جنت مثال
ہو صنعت کہ حرفت کہ علم و ادب ہر اک بات میں ہو تمھیں اک کمال
ہو تہذیب و اخلاق میں طاق تم خیالات بد کو سمجھ لو وبال
بدرگاہِ رب ہے دعائے وحید عطا کامیابی تو کر ذوالجلال
نیا سال بچو مبارک تمھیں

جاڑے کے دِن

احمد حسن، لکھنؤ

جاڑے کے دن تھے اور کرکٹ کا زمانہ۔ ہم لوگ آج بہت خوش تھے، انگریزی گرامر کے استاد نے اس روز چھٹی لے لی تھی اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہمیں خالی گھنٹے میں کرکٹ کھیلنے کی اجازت دے دی تھی، دوسرا گھنٹہ اردو کا تھا اور ایک مولوی صاحب (جن کے صرف ایک آنکھ تھی) ہمیں اردو پڑھا رہے تھے۔ میرا دل پڑھائی میں بالکل نہیں لگ رہا تھا۔ مولوی صاحب شعروں کا مطلب بتا رہے تھے، نہ جانے کیا۔ میری میز پر میری کتاب کھلی رکھی تھی۔ اس کے ورق ہوا کی وجہ سے بدل گئے تھے۔ مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ وہ کس جگہ پڑھا رہے ہیں۔

ایک دم سے بیت لئے مولوی صاحب میرے پاس آگئے اور پوچھنے لگے :- "بتاؤ اس شعر کا مطلب۔" پھر انھوں نے ایک شعر پڑھا۔

میں اس بلائے ناگہانی سے چونک پڑا جیسے سے کھڑا ہوا اور سوچنے لگا، بھلا اس شعر کا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔ آخر ایسی فضول چیزیں ہمیں کیوں پڑھائی جاتی ہیں، جن سے کچھ حاصل نہ وصول انھی خیالوں میں وہ شعر میرے ذہن سے غائب ہو گیا اور میں کھڑکی سے باہر میدان کی طرف دیکھنے لگا۔ وہاں چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ میں نے مولوی صاحب کی طرف دیکھا تو وہ بھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہے تھے۔ باہر نیلی نیلی گرم دھوپ پھیلی تھی، جی چاہتا تھا کہ بس دریچے سے بھاگ، باہر پتنگ اڑائی جائے۔

اچانک مولوی صاحب کا بیت پڑا اور میری پتنگ کی ڈور ٹوٹ گئی۔

"غلام، پاجی، نالائق، سناتا نہیں، باہر کیا گھور رہے تھے تم آئیں جی۔"

میری زبان سے تکلیف کے مارے کچھ نہ نکلا۔ صرف آنکھوں سے دو گرم گرم آنسو نکل کر کاپی کے لکھے ہوئے صفحے پر گرے اور حروف

کی روشنائی پھیل گئی۔

میرے پٹنے سے درجے میں سناٹا تھا صرف مولوی صاحب کی آواز گونج رہی تھی "کیوں بے بتا؟ اب ٹھیک سے سنے گا یا نہیں۔"

اسی وقت گھنٹہ بجا اور درجے میں کچھ شور ہوا، کرسیوں اور میزوں کی کھڑکھڑاہٹ ہوئی اور مولوی صاحب نے اپنا بٹوا اور پانوں کی ڈبیا میز پر سے اُٹھالی، درجہ خالی ہوگیا۔

میں بجائے کرکٹ کھیلنے کے درجے میں بیٹھا رہا، آنسو رکتے ہی نہ تھے۔

ہائے دونی

از عتیق رضا خاں
رام پور

اس جگہ ایک لڑکے کی دونی گرگئی ہے۔ بے چارا بہت پریشان ہے۔ ذرا آپ ہی کوشش کیجیے۔ مگر خود جیب میں نہ رکھ لیجیے گا۔
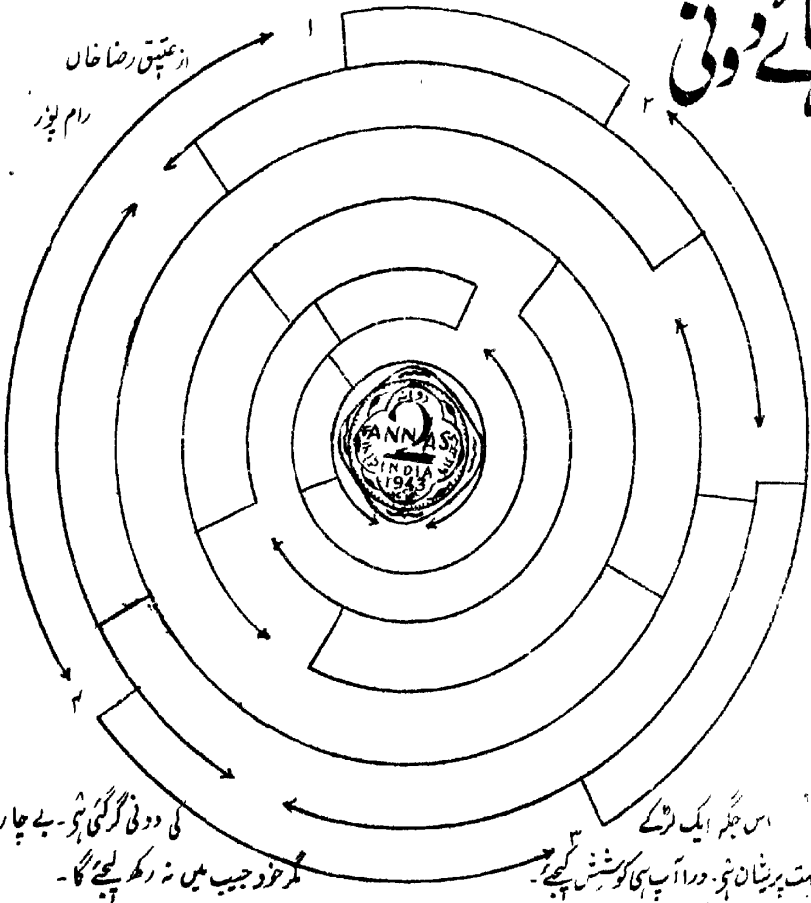
گیت

سعید بھوپالی

آؤ پیارے تارو آؤ
سندر مکھڑا اپنا دکھاؤ

آؤ، آؤ مت شرماؤ　　بات ہماری مان بھی جاؤ
تم کو ہم سے پیار اگر ہے　　پیار کی دنیا آ کے بساؤ

آؤ پیارے تارو آؤ
سُندر مکھڑا اپنا دکھاؤ

رؤپ نگر سے آنا ہوگا　　ساتھ ہمارے کھانا ہوگا
مان لیں گر یہ چندا ماموں　　ساتھ میں ان کو لانا ہوگا

آؤ پیارے تارو آؤ
سندر مکھڑا اپنا دکھاؤ

کالی بدریا چھانے لگی ہے　　کوئل بن میں گانے لگی ہے
اب تو آؤ آ بھی جاؤ　　نندیا مجھ کو آنے لگی ہے

آؤ پیارے تارو آؤ
سُندر مکھڑا اپنا دِکھاؤ

تمھارے گھر میں۔ نہیں نہیں میں نے غلط کہا۔ تمھارے باورچی خانے یا رسوئی میں صبح شام آگ تو ضرور جلتی ہے، تمھاری امی۔ اپیا، بچی اماں روز صبح کو چار کا پانی کھولاتی ہیں، پھر کھانا پکاتی ہیں، یہی روٹی، دال، گوشت سبزی، ترکاری وغیرہ۔ تم کہیں دعوت اڑانے چلے جاؤ تب تو خیر، نہیں تو یہ روزانہ کا معمول ہے۔

دیکھتے دیکھتے یہ تو تم بھی جان گئے ہوگے کہ آگ کیسے جلتی ہے، یا آلو کیسے ابلتے ہیں۔ اچھا بھئی ہم تم سے کچھ باتیں پوچھتے ہیں، یہی بہت معمولی معمولی باتیں۔ ان کا جواب دو تو ہم جانیں، مثلاً جلتے میں کبھی کبھی لکڑی میں سے پٹاخے سے کیوں چھوٹتے ہیں۔ تمھارے باورچی خانے میں چمنی یا دودکش ضرور ہوگا۔ اب تو ہمارے ہاں ان کا بہت رواج ہوگیا ہے، آگ جلتی ہے تو دھواں سیدھا چمنی یا دودکش میں چلا جاتا ہے۔ باورچی خانے میں نہیں پھیلتا اور سنو مٹی کے تیل کا چراغ، لیمپ یا لالٹین جلتی ہے تو اس میں کالا کالا دھواں کہاں سے آتا ہے۔ تم آلوؤں کو بھوبل میں بھون کر کھاتے ہو تو کیسے مزے کے ہوتے ہیں۔ سوندھے، سوندھے، ان بھنے ہوئے آلوؤں پر پپڑی سی پڑ جاتی ہے، کچھ سخت سخت سی، ابلے ہوئے آلوؤں پر تو ایسی پپڑی نہیں ہوتی!

تو کیوں جناب یہ باتیں آپ مجھے سمجھا سکتے ہیں؟ بھائی مجھے تو کچھ یقین نہیں آتا!

ایک بات اور۔ جلتی لکڑی پر اگر پانی ڈالا جائے تو آگ بجھ جاتی ہے! ہمارے ایک ننھے پیامی یہ سوال سن کر ذرا ناک بھوں سکوڑتے بولے:۔

یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے! پانی میں ٹھنڈک اور تری ہوتی ہے۔ اس لئے آگ بجھ جاتی ہے، مگر صاحب یہ باتیں تو مٹی کے تیل

میں بھی ہوتی ہیں۔ ذرا اسے تو آگ پر ڈال کے دیکھئے۔ کہیں ایسا کر نہ بیٹھئے گا۔ آگ بجھانے والا انجن بلانا پڑے گا۔

دیکھو یہیں معمولی معمولی باتیں، اور ان کا جواب؟ کتنا مشکل ہے!

اصل میں اپنے آس پاس کی چیزوں کے بارے میں ہماری واقفیت بہت ہی کم ہے۔ جاننا بھی چاہیں کوئی بتانے والا نہیں۔

ویسے بھاپ والے انجن، ٹیلیفون، بجلی بے تار کی تار برقی وغیرہ پر تمھیں بہت سی کتابیں مل جائیں گی، اردو میں نہیں تو انگریزی میں۔ مگر چھٹے، چھلکی یا بھنے ہوئے آلوؤں پر تو شاید کسی نے بھی کوئی کتاب نہیں لکھی ہے۔ انگریزی میں ایسی کتابیں ہیں، مگر صفحے کے صفحے پڑھ جائیے تب کہیں ایک آدھ سوال کا جواب ملے گا۔

پھر اس پر کیا ہے ہزاروں لاکھوں باتیں جاننے کی ہیں، ہمارا باورچی خانہ تو یوں سمجھو کہ ایک عجائب خانہ ہے۔ اور اس کی ہر چیز ہمارے لئے ایک معما مثلاً فلاں چیز کاہے سے بنی ہے، کیوں بنی ہے، کب بنی ہے، کس نے بنائی ہے وغیرہ

ٹیلیفون یا بجلی کے بلب کے بارے میں تو شاید ہر ایک بتا دے کہ اس اس زمانے میں یہ چیزیں ایجاد ہوئیں اور یہ لوگ ان کے موجد ہیں۔ مگر ذرا یہ تو پوچھو کہ صابن کب ایجاد ہوا کس نے ایجاد کیا۔ اور کپڑے دھونے کا صابن کب سے استعمال ہونے لگا ہے اور یہ آلو وغیرہ ہم کب سے کھانے لگے ہیں۔ شاید ہی کوئی ان باتوں کا جواب دے سکے۔

دور دور جگہوں کی سیر کا شوق بہت سے حوصلہ مند لوگوں کو ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسی جگہوں کا جہاں پہلے کسی انسان نے قدم نہ رکھا ہو مگر اس عجیب و غریب جگہ کا خیال کسی کو بھی نہیں آتا جو ہم سے بس دو چار قدم کے فاصلے پر ہے۔ یہ سچ مچ عجیب و غریب ملک ہے، اور جس گھڑی چاہو اس کی سیر کر سکتے ہو، تمھیں اس سفر کے لئے نہ بستر کی ضرورت ہوگی، نہ بکس کی نہ رہنما کی نہ نقشے کی۔ نہ راستہ بھولنے کا خطرہ ہوگا۔

اس ملک کے کئی اسٹیشن ہیں۔ نل، چولھا نعمت خانہ کڑھائی وغیرہ رکھنے کا تختہ، چینی کے برتنوں کی الماری وغیرہ۔ آؤ پہلے نل سے شروع کریں۔

ہمارے ہاں نل کا انتظام بس چند بڑے شہروں میں ہے، چھوٹے شہروں اور قصبوں اور دیہاتوں اب بھی کنوؤں سے پانی نکالتے ہیں۔ کہیں کہیں تو پانی کی بہت کمی ہے اتنی کمی ہے کہ لوگ تالابوں میں اور حوضوں میں مینھ کا

پانی اکٹھا کر لیتے ہیں ، ان شہروں اور دیہاتوں کا مقابلہ ان بڑے شہروں سے کرو جہاں نل کا انتظام ہے ۔ پہلی بات تو یہ کہ کنوؤں سے ہم زیادہ پانی نہیں نکال سکتے ۔ دن بھر میں ایک آدمی کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک گھڑا پانی بڑے شہروں میں نلوں کی وجہ سے پانی کی افراط ہے ، دن بھر میں فی کس دس بارہ گھڑوں کا اوسط تو پڑ جاتا ہوگا ۔ اب نہانے دھونے پکانے ، ریندھنے سبھی باتوں کے لئے پانی کی ضرورت ہے ۔ نل نہ ہو تو کتنی تنگی ترشی سے کام چلے ۔ پھر کنوؤں کو صاف ستھرا رکھنا بہت مشکل ہے ۔ اکثر کنوؤں کی من بہت چھوٹی ہوتی ہے اور ہر طرح کا کوڑا کرکٹ کنوئیں میں پڑتا رہتا ہے ۔ جس گھڑے یا ڈول سے پانی نکالا جاتا ہے لوگ اس کی صفائی کا خیال نہیں رکھتے ، بہت سے جاہل کنوئیں کے پاس ہی نہاتے اور کپڑے دھوتے ہیں اور تمام چھینٹیں کنوئیں میں جاتی ہیں ۔ کبھی کبھی تو پانی بھرتے بھرتے نیچے جو نظر پڑی تو مرا ہوا چوہا یا مینڈک تیر رہا ہے ، کبھی پانی اتنا گدلا اور گندا کہ دیکھنے کو جی نہ چاہے ۔

اب سے کچھ دنوں پہلے نلوں کا انتظام یورپ میں بھی نہ تھا ۔ کنوؤں سے پانی لیتے تھے یورپ کی صفائی ، ستھرائی مشہور رہی ہے ۔ مگر اب سے سو دو سو برس پہلے نہانے دھونے کی بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی ۔ ہمہ شما کا تو ذکر ہی کیا ۔ بادشاہ اور نواب تک روزانہ نہانا ضروری نہیں سمجھتے تھے ۔ زیادہ سے زیادہ بھیگی ہوئی تولیہ سے ہاتھ منہ رگڑ لیتے تھے ۔ یورپ والے اپنے کپڑے بھی کم دھوتے تھے ۔ کپڑے بدلنے کا موقع بھی کم آتا تھا ۔ کھاتے پیتے لوگ بھی ہفتے میں ایک بار یا زیادہ سے زیادہ پندرھویں دن اپنی قمیص بدلتے تھے ۔ رومال کا رواج بھی ان کے ہاں ابھی تھوڑے دنوں سے ہوا ہے ۔ یہی کوئی دو تین سو برس سے نہیں تو اب تک بڑے بڑے امیر بھی اسے بس خواہ مخواہ کی نمائش سمجھتے تھے ۔

ایک گندگی اور ہے ۔ یورپ تو اب اس سے پاک ہو گیا ہے ۔ مگر ہمیں اب تک اس سے چھٹکارا نہیں ملا ہے ۔ یورپ کے قریب قریب سبھی شہروں میں زمین دوز نالیوں کا رواج ہو گیا ہے ۔ ہمارے ہاں بس اِنے گنے شہروں میں ایسی نالیاں بنی ہیں ۔ چھوٹے شہروں ، قصبوں اور گاؤں میں تو یہ راستوں کے بیچوں بیچ بہتی ہیں ۔ لوگ اوپر کی منزل سے بے روک ٹوک گندا پانی پھینک دیتے ہیں ۔ بے چارے راہ گیروں کی تو چوں میں دیواروں کے بس سہارے

سہارے چلتے ہیں کہ کہیں یہ گندہ پانی اُن کے سر پہ نہ آ پڑے، اور تم جانو گندگی تو بیماریوں کا گھر ہے، ان جگہوں میں ایسی وبائیں پھوٹ پڑتی ہیں کہ گھر کے گھر صاف ہو جاتے ہیں، ہیضہ طاعون، چیچک سب اِسی گندگی کے کرشمے ہیں ۔
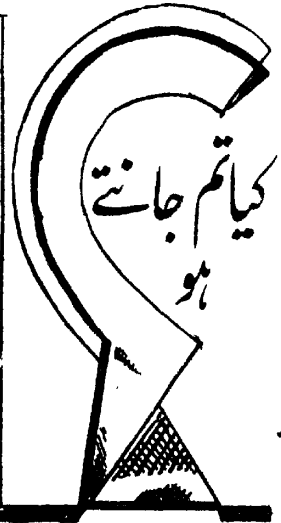
چینی کیا سچ مچ چڑیوں کے گھونسلے کھاتے ہیں

چین میں چند خاص چڑیوں کے گھونسلوں کا شوربا پکاتے ہیں۔ یہ چڑیاں تیز اُڑنے والے پرندوں کی نسل سے تعلق رکھتی ہیں۔ عام گھونسلوں کی طرح یہ تنکوں یا اور دوسری چیزوں سے نہیں بنائے جاتے اصل میں چڑیوں کے لعاب اور رطوبت پیدا کرنے والے غدود سے جو رطوبت نکلتی ہے اور خشک ہونے کے بعد سخت ہو جاتی ہے بس اسی سے یہ گھونسلے بنتے ہیں اور بالکل اسپنج جیسے معلوم ہوتے ہیں

یہ گھونسلے عموماً غاروں کی دیواروں اور چٹانوں پر بنائے جاتے ہیں، لوگ رسی کے ذریعے نیچے اتر کر انھیں نکالتے ہیں۔ دھو کر خشک کرنے کے بعد یہ بالکل ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے جانوروں کی ہڈیوں سے نکلا ہوا کوئی چپچپا دار مادہ۔ یہ سال میں تین دفعہ نکالے جاتے ہیں۔

سفید گھونسلے بہت زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔

میرو کی مہم

افریقہ کے پہاڑ میرو کی سب سے اونچی چوٹی کوئی پندرہ ہزار فٹ اونچی ہے۔ چند دن ہوئے چار ہندوستانیوں نے اس چوٹی کو سر کیا تھا چار آدمیوں کی اس مہم میں ایک تیرہ برس کی لڑکی بھی تھی، کل تیرہ برس کی جان ۱۵ ہزار فٹ اونچی چوٹی پر چڑھنا، ہمالیہ کی چوٹیوں کنچن جنگا وغیرہ کی چڑھائی کی طرح کوئی ایسا اہم کارنامہ تو نہیں، لیکن تیرہ برس کی لڑکی کے لئے تو یہ بڑی بات ہے، بہت بڑی بات!

اچھا اب اس مہم کا حال خود اس کے ایک رکن جناب جے، ایس بلسارا صاحب کی زبانی سنو

میرو پہاڑ کی چوٹی کوئی ۱۴۹۷۶ فٹ اونچی ہے یہ کلیمن جارو (KILIMAN JARO) سے ۴۰ میل جنوب مغرب کو ہے۔ ایک دن صبح ہی صبح ہم لاری سے اولڈ ینیو کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ ہمارے شہر سے کوئی ۲۵ میل ہے۔ یہ جگہ ایک نوآبادی سی ہے۔ لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ آج کا دن ہم نے یوں ہی گذارا دوسرے دن صبح کو ہم مہم کے لئے روانہ ہوئے کھانے پینے کا سامان اور ایک بندوق بھی ہمارے ساتھ تھی، یہ بندوق بس یوں ہی چلانا جانتا تھا ننھی یشوینی ہمارے ساتھ تھی، اور مارے شوق کے دو قدم آگے ہی چل رہی تھی۔

چلتے وقت لوگوں نے بتایا کہ اس علاقے میں ایک نہ دو سولہ شیر ہیں، اور ابھی دو تین دن ہوئے دو گدھے اٹھا لے گئے ہیں۔ ہمارے دل میں کچھ دہشت تو پیدا ہوئی، مگر اپنے سفر میں ہم نے رکاوٹ نہیں ڈالی۔

شروع شروع میں تو ہمیں ڈھلوان پہاڑیاں ملیں۔ ان پر گھاس خوب اگی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں اکا دکا درخت بھی نظر آتے تھے مگر تھوڑی دور بعد گھنی جھاڑیوں میں سے گذرنا پڑا۔ یہاں جگہ جگہ گینڈے کی لید پڑی ہوئی تھی چلتے چلتے ہم میرو پہاڑ کی نچلی چوٹی پر پہنچ گئے۔ یہ بہت

ڈھلوان جگہ تھی، یہاں گھاس بہت اونچی اونچی تھی۔ زیادہ سے زیادہ چار گز دور تک کی چیز نظر آتی تھی اس لئے چلنے میں دقت ہوتی تھی کہیں کہیں جنگلی جانوروں نے اُسے روند ڈالا تھا، درخت یہاں بھی بہت کم اور فاصلے فاصلے سے تھے۔

اس گھاس کے میدان میں سے ہوتے ہوئے ہم جنگل میں پہنچے۔ یہاں لمبے لمبے درخت اور جھاڑیاں شروع ہوگئی تھیں، طرح طرح کے جنگلی جانور اسی جنگل میں رہتے تھے۔

کوئی ایک بجے کے بعد ہم نے پہاڑ کے پہلے کیمپ پر ذرا دیر آرام کیا، اور پھر چل کھڑے ہوئے۔ اب راستہ چلنا اور بھی دشوار ہوگیا ایک دفعہ تو ایسی آواز آئی جیسے کوئی بڑے سے درخت کو جڑ سے اُکھاڑ رہا ہو، میں نے فوراً بندوق بھری، اور تھوڑی دیر ذرا پریشانی کی حالت انتظار کرتا رہا کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ شکر ہے کہ کوئی ایسی ویسی بات پیش نہیں آئی۔

دو بج کر دس منٹ پر ہم دوسرے کیمپ پہنچ گئے۔ ٹھیک چھ بجے شام کو ہم نے اپنا سفر ملتوی کر دیا، اور کھانا کھانے اور آرام کرنے کی ٹھانی، مگر سردی بہت سخت تھی جنگلی جانوروں سے چوکنا رہنے کی بھی ضرورت تھی

بہر حال صبح کو سات بجے ہم پھر اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔ اور جھاڑیوں کے بن میں سے ہوکر کھلے میدان میں آگئے۔ یہاں پہاڑ اور بھی ڈھلوان ہوگیا تھا اور نظر کچھ زیادہ کام نہیں کرتی تھی۔ سرد ہوائیں تیر کی طرح جسم میں گھس رہی تھیں۔ ہم لوگ بالکل بے حال سے ہو رہے تھے۔ اب ایک اور ڈھلوان میدان آیا۔ یہاں بن جھے اور بکھرے ہوئے پتھروں کی وجہ سے آگے بڑھنا اور بھی مشکل نظر آرہا تھا۔

اس وقت ننھی یشودہی نے سچ مچ ہمارے لئے نمونے اور مثال کا کام دیا۔ وہ بہت خاموشی کے ساتھ اس ناہموار اور ٹیڑھے ترچھے، پتھریلے راستے کو طے کر رہی تھی۔ اس کی وجہ سے ہم سب کی ہمت بندھی ہوئی تھی۔ اور برابر آگے بڑھ رہے تھے۔ اب بادل بہت گھرے اور ہوا خوب ہلکی ہوگئی تھی۔ ہمارے رہنما نے بتایا کہ ہم تیرہ ہزار فٹ کی اونچائی تک پہنچ گئے ہیں۔

آخر کار ہم چوٹی تک پہنچ ہی گئے۔ تھکن سے چور لیکن کامیابی کی خوشی نے تھکن کو بہت کم کر دیا۔ اس کامیابی کی خوشی اور ٹھنڈی

کا احساس ننھی لیشوینی کو سب سے زیادہ تھا۔ شاباش لیشوینی تمھاری ہندوستانی بہنیں تمھاری اس ہمت اور دلیری سے بہت اچھا سبق حاصل کریں گی۔

کوئی ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد ہم نے نیچے کا رخ کیا، اور شاموں شام اپنے شہر اروشا پہنچ گئے ۔

(السٹریٹڈ ویکلی کو سامنے رکھ کر لکھا گیا)

سردی

امام الدین گوہر

آئی سردی ، سردی آئی
جس سے مانگی سب نے دہائی

دن بھی ٹھنڈا رات بھی ٹھنڈی
سب نے نکالی روئی کی بنڈی

لطف ہے اس میں چائے کا کتنا
پیتے جاؤ من ہو جتنا

چھاؤں سے کیا کام کسی کو
اس سے کب آرام کسی کو

سب نے مل کر آگ جلائی
ٹھنڈک سے کب راحت پائی

نظم لکھوں کیا جاڑے میں گوہر
کانپ رہا ہوں تھر تھر تھر تھر

ننھی ریحانہ

جاوید بیگ

ملک شام میں بہت دن ہوئے ایک غریب لڑکی رہتی تھی، اس کا نام ریحانہ تھا، اس کا باپ مرچکا تھا، اور اب وہ اپنی ماں کے ساتھ ایک ٹوٹے پھوٹے جھونپڑے میں رہتی تھی، ریحانہ ہر روز بازار جاکر پھول بیچا کرتی جو کچھ پیسے ملتے اپنی ماں کو دے دیتی۔ ریحانہ کے بال بہت خوب صورت تھے

ایک دن وہ پھول بیچنے بازار گئی، اُس کی آواز ایک آدمی نے سن لی، وہ اُس کے پاس آیا، اور تمام پھول خرید لئے وہ خود غریب تھا۔ لیکن اُسے ننھی ریحانہ پر ترس آگیا، ریحانہ بہت خوش ہوئی کہ شام ہونے سے پہلے اس کی ٹوکری خالی ہوگئی۔ دوسرے دن ریحانہ کو بخار آگیا اور اُس کی جگہ اُس کی ماں پھول بیچنے بازار گئی، ریحانہ اپنی جھونپڑی کے باہر بیٹھی اپنی غریبی پر آنسو بہارہی تھی، اتنے میں وہی آدمی آیا جس نے کل اس کے تمام پھول خرید لئے تھے۔ کہنے لگا چل میں تجھے شہزادی فرحت کے محل لے چلوں۔ وہ تیرے سونے جیسے بال بہت پسند کرے گی اور خرید لے گی اس طرح تو بھی فائدہ میں رہے گی اور مجھے بھی کچھ مل جائے گا۔ ریحانہ کو یہ بات پسند آئی اور اس آدمی کے ساتھ ہولی، آدمی اُسے محل میں لے گیا۔ شہزادی فرحت نے ریحانہ کے بال دیکھے تو وہ خریدنے کے لئے تیار ہوگئی۔ بالوں کی قیمت اس نے پانچ سو روپے دے، اس آدمی کو بھی کچھ انعام دیا گیا

ریحانہ گھر پہنچی تو اس کے ہاتھ روپیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی ماں کو سارا قصہ سُنایا اس کی ماں بہت خوش ہوئی۔ لیکن جوں ہی اس کی نظر ریحانہ کے سر پر پڑی تو اسے بہت افسوس ہوا ریحانہ نے اسی کی خاطر اپنے ایسے خوب صورت بال بیچ ڈالے تھے۔

ایک سوال
ہرکشن قرول باغ، دہلی

سولہ دیا سلائیوں کو اس طرح رکھو
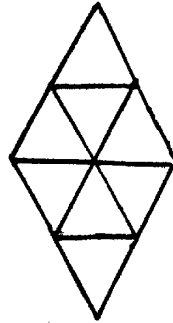
پھر ان میں سے چار دیا سلائیاں اس طرح نکالو کہ چار مکمل تکونے بن جائیں۔

جواب

لطیفے
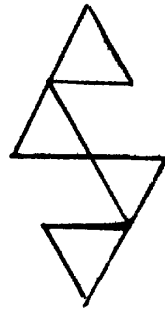
محمود:۔ آپ کا اسم شریف؟

مسعود:۔ مجھے گدھے کی دم یا بندر کی دم کہتے ہیں۔

محمود:۔ ماشاء اللہ نام تو خوب ہے۔

مسعود:۔ تو آپ رکھ لیجئے میں کوئی اور نام تلاش کرلوں گا

ڈاکٹر:۔ اب تو کوئی تکلیف نہیں ہے۔

مریض:۔ سانس رک رک کر آتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ وہ بھی بند کر دوں گا۔

بیوی:۔ کھڑکھڑ کی آواز آرہی ہے۔ دیکھو کہیں چور تو نہیں ہے۔

خاوند:۔ اندھیرے میں کیسے دیکھوں، صبح ہونے دو۔

نسیم اللہ، ترنتارن

باپ:۔ ارے یہ چوٹیں تمہارے کہاں لگیں۔

بیٹا:۔ میں سڑک کے بائیں طرف چل رہا تھا، پیچھے سے موٹر آیا، پہلے تو اس نے بھونپو بجایا، میں نہیں ہٹا تو اس نے مجھے پچھاڑ دیا۔

باپ:۔ تم ہٹے کیوں نہیں۔

بیٹا:۔ آپ ہی نے تو تاکید کی تھی کہ ہمیشہ سڑک کے بائیں طرف چلا کرو۔

آدمی:۔ بھئی اس تصویر میں تو بالکل بندر معلوم ہوتا ہوں۔

فوٹوگرافر:۔ شاید تصویر کھنچواتے وقت بندر کا خیال آپ کے دل میں آگیا ہوگا۔

سید حفیظ الدین

استاد:۔ امتحان نزدیک ہے رات کو کام کیا کرو۔
ایک لڑکا:۔ جناب میں تو سوجاتا ہوں۔
استاد:۔ جاگنے کی عادت ڈالو۔
لڑکا:۔ مگر آپ نے تو ایک دفعہ فرمایا تھا کہ رات کو سب آدمی سوتے ہیں اُلّو جاگتے ہیں۔

استاد:۔ بنجر زمین کسے کہتے ہیں؟
شاگرد:۔ جہاں کچھ نہ اُگتا ہو
استاد:۔ شاباش! اچھا مثال دو۔
شاگرد:۔ جیسے آپ کا سر (ماسٹر صاحب گنجے تھے)

(نذیر عالم اعوان ہزارہ)

بچہ:۔ ابّا جی میری شادی کر دیجیے۔
باپ:۔ کس کے ساتھ شادی کرے گا، میرا بیٹا
بچہ:۔ دادی اماں کے ساتھ۔
باپ:۔ نالائق میری ماں سے شادی کرے گا ایں۔
بچہ:۔ آپ نے بھی تو میری ماں سے بیاہ کیا ہے۔

محمد عبدالستار خاں گنج یارا

میں دیاسلائی کے لیبل جمع کرتا ہوں۔ کسی بیامی کو اس مشغلے سے دلچسپی ہو تو میں ان سے لیبلوں کا تبادلہ کر سکتا ہوں

احسان احمد، حیدری گشتی کتب خانہ
معظم جاہی مارکیٹ، حیدرآباد دکن

بتاؤ میں کون ہوں؟

میرا پہلا حرف انار میں ہے مگر سنگترے میں نہیں۔ میرا دوسرا حرف ورق میں ہے مگر کتاب میں نہیں۔ میرا تیسرا حرف رقعے میں ہے مگر پیغام میں نہیں۔ میرا چوتھا اور پانچواں حرف نارنگی میں ہے مالٹے میں نہیں۔ چھٹا حرف گلاس میں ہے، برتن میں نہیں ساتواں حرف دربلے ارزق میں ہے رودبی میں نہیں۔ آٹھواں حرف ناریل میں ہے کھجور میں نہیں۔ میرا نواں حرف بہرام میں ہے آرام میں نہیں۔

میں ایک مشہور بادشاہ ہوں

جواب (اورنگ زیب)

آصف انور جامعہ نگر

پہیلیاں

۱۔ لال گائے لکڑی کھائے
پانی پیئے مرجائے (آگ)

۲۔ دنیا میں کون سی ایسی چڑیا ہے جو بچہ دیتی ہے انڈا نہیں دیتی۔ (چمگادڑ)

۳۔ خدا ایک بار دیتا ہے۔
دوسری بار دیتا ہے
تیسری بار مانگے سے بھی نہیں دیتا۔
(دانت)

(بدر منیر)

میجر

سید فخر عالم

الگزنڈر اول روس کا شہنشاہ اپنے علاقے کی سیر کر رہا تھا، ایک دن وہ ایک گاؤں میں جا پہنچا، اور اس جگہ کی حالت معلوم کرنے وہاں ٹھہر گیا۔ دوسرے دن ایک فوجی لباس میں ملبوس تنہا سیر کو نکلا۔ لباس پر جو عہدے کے نشانات لگے تھے انھیں نکال دیا۔ گھومتے گھومتے وہ راستہ سے بھٹک گیا، اور ایک سنسان جگہ جا پہنچا۔ کچھ فاصلہ پر ایک آدمی بیٹھا نظر آیا، وہ اس کے پاس آیا اور بولا:-

"اچھے دوست۔ میں راستہ سے بھٹک گیا ہوں، ذرا شہر کا راستہ بتائیے"

یہ ایک فوجی ملازم تھا۔ انوکھی شان سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا، وہ ایک معمولی سپاہی کی اس قدر بے تکلفانہ انداز گفتگو کو دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ سگرٹ کا ایک لمبا کش لے کر غصے کے لہجے میں کہا۔ "داہنی طرف"

"خطا ہوئی۔ معاف فرمائیے گا، کچھ اور پوچھنے کی اجازت ہے؟"

"کیا؟" آنکھیں لال پیلی کرتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"حضور کون سے فوجی عہدہ پر مامور ہیں؟"

"خود ہی قیاس کر" سگریٹ کا دھواں شان سے نکالتے ہوئے بولا

"لفٹنٹ!"

گھمنڈ سے بھری ہوئی آواز میں اس نے انکار کیا۔" ہش۔ بالکل نہیں!"

"کیپٹن (کپتان)؟" الگزنڈر نے کہا۔

"نہیں"

"میجر؟"

دھواں کے چھلّے بنانے ہوئے اس نے سر ہلایا اور کہا "بے شک"۔ الگزنڈر زمیں بوس ہوا اور فوجی سلام پیش کیا
"تو کس عہدے کا سپاہی ہے؟ میجر ایک لمبا کش لے کر بولا۔ "قیاس کیجیے"۔ بادشاہ نے کہا "نفٹنٹ؟"

"اوپر"

"کیپٹن؟"

"کم ہے"۔

"میجر!!"

"اور آگے چلیے"۔

"تو کرنل ہوا"

"نہیں"

میجر نے سگریٹ ہاتھ میں لے کر کہا "تو شاید جنرل!!!"

"اور اونچے جاؤ" الگزنڈر نے سنجیدہ ہو کر کہا

"میجر نے سر کی ٹوپی اتار لی اور بولا "غالباً فیلڈ مارشل؟"

"ہاں صرف ایک عہدہ اوپر" الگزنڈر نے میجر کی (پشت) پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا

"تو ملک معظم جہاں پناہ؟؟"

بادشاہ نے میجر کے چہرے کی تبدیلی دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا "ہاں اب ٹھیک کہا تم نے"

"عالی جاہ خطا ہوئی" میجر کانپ گیا۔

"عزیز میجر" بادشاہ نے جواب دیا۔ زندگی فانی ہے۔ اور "میجر شپ" اس سے بھی زیادہ۔ تم شاید اسے بھول گئے تھے۔ ہے نا؟" پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر "میں خفا نہیں ہوں، تم نے مجھے راہ بتا دی، شکریہ"

الگزنڈر مسکراتا ہوا روانہ ہو گیا، میجر اب تک حیرت کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ وہ زمین پر گرے ہوئے سگریٹ کو دیکھنے لگا جو اب جل کر خاکستر ہو چکا تھا......!!

فوٹو کا فریم

۔خالد حسن قادری

۳ انچ چوڑے اور ۴ انچ لمبے دو خلنے بناؤ ان کو دی ہوئی شکل کے مطابق کاٹ لو۔ مثلاً نمبر ۲ کو نقطہ دار لائنوں پر سے موڑ دو۔

پیچھے کی طرف سے لگانے کے لئے سہارا (STAND) ۱ انچ چوڑے اور ۲ ½ انچ لمبے کاغذ میں سے دی ہوئی شکل کے مطابق کاٹ لو، اور نقشے کے مطابق ½ کے فاصلے پر سے نقطہ دار لکیر کھینچ دو۔ اور شکل نمبر ۲ کو موڑتے ہوئے سروں پر نمبر ۱ کے پیچھے چپکا دو۔ سہارے (STAND) کو نمبر ۲ کے پیچھے درمیان سے ذرا اوپر چپکا دو۔

(۲)

(۱)

بچوں کا کتب خانہ

الف لیلہ کے افسانے

شہزادہ	۸ر	حرکت میں برکت	۸ر
مرجینا	۸ر	سچی بہادری	۸ر
گلنار بیگم	۸ر	سبز رنگ	۸ر

قصے، کہانیاں، وغیرہ

جل پری	۸ر	منّی منّی کہانیاں	۵ر
صفو دادا	۵ر	سچی لگن	۵ر
بی سیدانی	۴ر	سنہری گھنٹی	۵ر
نادرہ	۵ر	دُر دانہ	۵ر

پانچ کم تیس :- مشہور پرانی کتاب طوطا کہانی کی پچیس کہانیاں ۱۲ر

ایک بچے کی کہانی :- سعید انصاری صاحب نے ایک مشہور افسانہ نگار کی سب سے اچھی کہانی کا ترجمہ کیا ہے ۵ر

آدمی کی کہانی :- یہ کہانی کیا ہے آدمی یعنی خود ہماری شروع سے لے کر اب تک کی تاریخ ہے ۸ر

کہانی نانی کی زبانی :- از مرزا فرحت اللہ بیگ ۵ر

کلو راجہ	۸ر	جادو کا ڈنڈا	۸ر
ہماری نظمیں	۸ر	نارنجی جوڑے	۸ر

چند اسلامی کتابیں

حبیب خدا :- آں حضرت صلعم کی سیرت پاک ۱۲ر

اچھی کہانی :- حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی ۸ر

نیا میلاد :- بچوں کے لئے میلاد شریف ۸ر

یاران نبی :- خلفاء اربعہ کی سیرتیں ۸ر

ستارے :- مشہور صحابہ کی سیرتیں ۱۲ر

سیپ شہزادہ اور دوسری کہانیاں

بچوں کے لئے دلچسپ کہانیوں کا یہ سٹ حال ہی میں ہمارے اسٹاک میں آیا ہے۔ سب کہانیاں بڑی دلچسپ ہیں۔ اچھے اچھے مصنفوں کی لکھی ہوئی ہیں اور بڑی ہی مزیدار اور سبق آموز ہیں مکمل سٹ ۱۲ر - دس کتابوں کا سٹ ہے

پیام تعلیم دہلی

جلد ۲۷ نمبر ۵

دہلی، یوپی، سی پی، بہار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ "منیجر"

فہرست مضامین فروری سنہ ۶۴ء

قیمت سالانہ ۳ر

فی پرچہ ۴ر

ہندوستان سے باہر چار روپے

ایڈیٹر محمد حسین حسان

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین [illegible] دہلی [illegible]

بچّوں سے باتیں

خدا کا شکر ہے کہ یہ فروری کا پرچہ تمھیں فروری میں مل رہا ہے۔ اب مارچ کے پرچے کی تیاری ہے ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ یہ تمھیں ٹھیک وقت پر مل جائے۔

پیام تعلیم کا نیا ٹائٹل پیامیوں نے بہت پسند کیا۔ افسوس ہے کہ ایسا اچھا ٹائٹل ایسے معمولی کاغذ پر چھپ رہا ہے۔ یہی ڈیزائن آرٹ پیپر چکنے کاغذ پر چھپتا تو جگ مگ جگ مگ کرتا۔ آرٹ پیپر اور رسالے کے لئے سفید کاغذ کی کوشش کی جا رہی ہے۔ دیکھو کب ملتا ہے۔

بچّوں کی نظموں کے سلسلے میں جناب مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیّر کو شکایت ہے کہ بہت سے بچّے بس یوں ہی نظمیں لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔ اپنے کسی استاد وغیرہ کو دکھاتے بھی نہیں نیّر صاحب تو بہت معمولی سی گویا برائے نام اصلاح کرتے ہیں زیادہ سے زیادہ ایک آدھ لفظ گھٹا بڑھا دیتے ہیں اس لئے پیامی ذرا محنت سے نظمیں لکھیں اور ہمارے پاس بھیجنے سے پہلے اپنے اُردو کے استاد یا کسی اور شاعر یا ادیب کو دکھا بھی ضرور لیں۔

پڑھائی کے نئے طریقوں میں کھیل کو بھی پڑھائی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ تعلیمی مرکز کے استاد اکرام عثمانی صاحب نے یہی تماشا کیا۔ انھوں نے بچوں میں تعلیمی تاش کا انعامی مقابلہ کرایا، اور اس سلسلے میں بچوں کو بہت کچھ سکھا دیا۔

ابھی کوئی ڈیڑھ ہفتہ ہوا ایک باقاعدہ جلسہ ہوا۔ اس جلسے میں مقابلے میں اوّل و دوم آنے والے بچوں کو انعام تقسیم کئے گئے۔ بہت سے بچوں نے اس سلسلے میں مضمون بھی پڑھے۔ مثلاً کس طرح ہم نے مقابلہ شروع کیا، اس سے ہمیں کیا فائدے پہنچے۔ مقابلے کے سلسلے میں کتنے نئے لفظ معلوم ہوئے، اور کتنے غلط لفظوں کی صحت ہوئی۔ وغیرہ ✦

نعت

مولانا محمد شفیع الدین نیر

اللہ نے دکھائی پھر شان کبریائی | عالم نے رنگ بدلا۔ بدلی طرب کی چھائی
نور محمدؐ ہی سے روشن ہوئی خدائی | اس نور کی چمک سے دنیا یہ جگمگائی

ہر وقت بھیجتے ہیں۔ سب خاص و عام لاکھوں
پیارے نبی محمد تم پر سلام لاکھوں

باغ جہاں کا نقشہ تم نے بدل دیا ہے | کمزور کو سہارا نربل کو بل دیا ہے
کبر و غرور کا سر یکسر کچل دیا ہے | پیروں سے تخت و تاج کسریٰ مسل دیا ہے

ہر وقت بھیجتے ہیں سب خاص و عام لاکھوں
پیارے نبی محمدؐ تم پر سلام لاکھوں

تم نے خدا کا سیدھا رستہ ہمیں دِکھایا ؎ خلقِ خدا کی خدمت کرنا ہمیں سکھایا
غیرِ خدا کا دل سے خوف و خطر مٹایا ؎ جو رہ تھی سب سے اچھی اس راہ پر چلایا

ہر وقت بھیجتے ہیں سب خاص و عام لاکھوں
پیارے نبی محمدؐ! تم پر سلام لاکھوں

ظلمت کا دَور دَورہ دنیا میں پھر ہوا ہے ؎ ظلم و ستم کی چھائی پھر چار سو گھٹا ہے
انسانیت کا دشمن انسان بن رہا ہے ؎ تم آ کے دُور کر دو آئی جو یہ بلا ہے

ہر وقت بھیجتے ہیں سب خاص و عام لاکھوں
پیارے نبی محمدؐ! تم پر سلام لاکھوں

توحید کا ترانہ آ کر ہمیں سُنا دو ؎ تکبیر کی صدا سے سوتوں کو تم جگا دو
پھر کامیابیوں کا ٹُکا ہمیں بتا دو ؎ دل میں ترقیوں کی پھر اک لگن لگا دو

ہر وقت بھیجتے ہیں سب خاص و عام لاکھوں
پیارے نبی محمدؐ! تم پر سلام لاکھوں

ننھے پیامیوں کے لئے

منّی منّی کہانیاں

مچھلیوں نے بھگا دیا

ایک آدمی دریا کنارے اپنے کپڑے دھونے گیا۔ مچھلیوں کو یہ بات کچھ اچھی نہ لگی۔

اُنھوں نے کہا :۔ "یہ آدمی پانی کو گندا کرے گا۔ پر، اس کی روک تھام کیسے ہو؟"

ایک مچھلی بولی :۔ "اس کے پنجے میں کاٹ کھاؤ۔"

سب مچھلیوں نے اس بات پر صاد کیا

دوسری بار یہ آدمی کپڑا دھونے پانی میں کھڑا ہوا، تو مچھلیوں نے اس کے پنجے میں کاٹنا شروع کیا۔ یہ بے چارا لگا پیر جھٹکنے اور اچھلنے کودنے۔ اسے یہ بات ذرا نہ بھائی

آدمی پانی میں سے نکل آیا، اور دریا کے کنارے بیٹھ کر کپڑے دھونے لگا، مگر

اسے پانی تک پہنچنے کے لئے بہت جھکنا پڑتا تھا، وہ پھر پانی میں گھسا۔ مچھلیوں نے پھر کاٹنا شروع کیا۔

آدمی نے اپنے دل میں کہا: "میں ان کپڑوں کو اپنے گھر لئے جاتا ہوں، وہاں انھیں نل کے نیچے دھولوں گا۔"

مچھلیوں کی جان چھوٹی۔

ایک کے پیچھے سب گیا

ننھی سُرخ چیونٹیاں بہت مشغول تھیں۔

سب کی سب اناج کے دانے لا لا کے اپنے گھر میں جمع کر رہی تھیں

ایک کالا چیونٹا وہاں آگیا، یہ ان سے بہت بڑا تھا، بہت بڑا۔

اس نے اناج کا ایک دانا اُٹھالیا، اور بھاگ پڑا

سُرخ چیونٹیاں چلائیں۔

"چور! چور! اس نے ہمارا اناج کا دانہ چرا لیا۔"

ساری کی ساری چیونٹیوں نے اناج کے دانے زمین پر پھینک دے اور سب

کی سب چیونٹے کے پیچھے دوڑ پڑیں۔
کالا چیونٹا بہت تیزی سے بھاگ رہا تھا، چیونٹیاں اس کے پیچھے پیچھے تھیں
اتنے میں چڑیاں آئیں اور سب دانے چگ گئیں۔
ایک دانے کے پیچھے چیونٹیوں نے سب کچھ کھو دیا۔

چوہوں کی دعوت

ایک دن چوہوں کے ہاں بہت بڑی دعوت تھی۔
دعوت میں کھانے پینے کی بہت اچھی اچھی چیزیں تھیں۔ اناج کے دانے

تھے، ڈبل روٹی کے توس تھے، کیک تھے اور طرح طرح کی چیزیں تھیں۔ ہاں میٹھے تیل کی ایک مٹکی بھی تھی۔ چوہے اس میں دم ڈال دیتے تھے، تیل دم میں لگ جاتا تھا۔ چوہے اُسے چاٹ لیتے تھے۔ بڑا مزا آتا تھا۔
چوہے بہت خوش تھے، خوب شور کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک اور مہمان بھی دبے پاؤں آگیا۔ چوہوں کو خبر بھی نہ ہوئی
یہ بلی میاؤں تھیں۔ دعوت میں شریک ہونے آئی تھیں۔

چوہوں نے جوں ہی آنکھیں دیکھا۔ سب بھاگ کھڑے ہوئے، جلدی جلدی اپنے بلوں میں جا گھسے۔

بی میاؤں کو اُن کی چمکیلی چمکیلی آنکھیں نظر آرہی تھیں، مگر ان تک پہنچ نہ سکتی تھیں۔

بی میاؤں بولیں :- آؤ آؤ باہر آجاؤ، میں بھی اس ہنسی دِل لگی میں شریک ہونا چاہتی ہوں۔

سب چوہے ایک آواز ہوکر بولے :-

جی نہیں، جی نہیں۔ یہ ہنسی دِل لگی آپ کے لئے ہوگی۔ ہمارے لئے تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔

اس ننھی سی تصویر میں ذرا رنگ بھرو۔
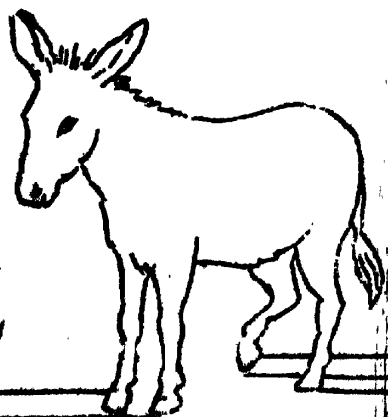
خالد حسن قادری

ایک کاغذ ۴ انچ لمبا ۲½ انچ چوڑا لو۔ اس کو "ج ب" پر موڑ دو اور "ب د" کو "ج ب ا" پر۔ یہ دونوں مڑے ہوئے ٹکڑے ایک دوسرے کے اوپر آ جائیں گے۔

سامنے کا حصہ کاٹ دو۔ یا موڑ دو۔ دو نقشے دئے ہوئے ہیں۔ ان کی طرح اور بھی بنا سکتے ہو۔ یہ بہت کام کی چیز ہے۔

تمہارا عجائب خانہ

صابن کے جھاگ

اچھا بتاؤ کن کن چیزوں سے تمہاری تندرستی اچھی رہ سکتی ہے؟ میں بتاؤں؟ پانی، صابن اور صاف ستھرا لباس۔

اور جو تم پوچھو کہ یہ پانی دھوتا کیونکر ہے تو بھائی دھوتا ووتا نہیں، بس میل کو بہالے جاتا ہے۔ بس جیسے تم ندی نالے میں کوئی چھپٹی وپٹی ڈال دو اور پانی اسے بہالے جائے۔ یقین نہ آئے تو تجربہ کرلو۔ اچھا اپنا گندا ہاتھ نل کے نیچے لے جاؤ کہیں ہوا صاف؟

جی! یہ طریقہ نہیں ہے۔ اب آپ اپنا گندا ہاتھ دوسرے ہاتھ سے ملیے۔ میل اسی طرح چھٹتا ہے۔ اب نل کھول دیجئے۔ اب تو ہوگیا صاف! کپڑا بھی اسی طرح دُھلتا ہے۔ اسے دونوں ہاتھوں سے خوب رگڑتے ہیں جیسے تم اپنے لکھے ہوئے کو ربڑ وغیرہ سے مٹاتے ہو۔ تم نے ندی یا تالابوں پر دھوبیوں کو دیکھا ہوگا۔ پتھر یا لکڑی کے تختے پر کپڑے کو زور زور سے پٹختے ہیں اور چھوا چھو، چھوا چھو کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح ملتے ملتے اور پتھر پر پٹختے پٹختے میل کٹ جاتا ہے تو پانی اُسے بہا دیتا ہے۔

اوہ ہو، ایک چیز تو ہم بھول ہی گئے وہی جس سے ہم کپڑے دھوتے ہیں نہیں سمجھے ارے بھئی صابن۔ صابن۔ اگر ہم صابن لگائے بغیر کپڑے دھوئیں یا نہائیں تو جناب ہم بھی اور کپڑے بھی دیسے کے ویسے میلے رہیں گے صابن تو یوں سمجھو کہ گندگی اور میل کا جانی دشمن ہے۔ اب کالک ہی کو لو۔ اس کے باریک باریک ذرے بدن کی کھال میں گھس جاتے ہیں اور نکالے نہیں نکلتے۔ تم ایک صابن کا ٹکڑا اپنے ہاتھوں میں ملو۔ ہاتھ صاف ہوجائے گا۔ صابن کالک یا کاربن کے ذروں کو جلد کے مساموں سے باہر لے آتا ہے۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ صابن میں آخر

ایسی کیا چیز ہی کہ کپڑا بھی صاف ہو جاتا ہی۔ ہمارے جسم کا میل کچیل بھی دور ہو جاتا ہے، پھر یہ کہ کون سا صابن زیادہ اچھا ہوتا ہی۔ کس صابن میں جھاگ زیادہ نکلتے ہیں کس میں کم۔ ہم سے جو پوچھو تو جھاگ ہی اصل چیز ہیں، مگر خود جھاگ کیا ہیں ؟

ہاتھ دھوکر ذرا صابن لگاؤ اور خوب ملو، کیسے جھاگ اٹھ رہے ہیں۔ آہا یہ تو صابن کے ننھے ننھے بلبلے ہیں۔ سوائے بھری ہوئی چھوٹی چھوٹی گیندیں۔ ان گیندوں کے چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔ بس یہی ننھے ننھے بلبلے تو کالک کے ذروں کو گرفتار کر لیتے ہیں، اور مار بھگاتے ہیں۔ یہ کالک کے ذرّے بلبلوں کو چمٹ جاتے ہیں، اور بلبلوں کو پانی سے بہا دینا آسان بات ہے۔

اور تو اور ان جھاگوں سے بڑے بڑے کارخانوں میں بھی کام لیتے ہیں۔ ان کارخانوں میں ایک قیمتی دھات کو پتھر سے الگ کرتے ہیں۔ پہلے اس کچ دھات کو خوب ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔ اور صابن کے انھی جھاگوں کی مدد سے اصلی دھات اوپر آجاتی ہے۔ وہی صابن کے ننھے ننھے بلبلے انھیں باہر لے آتے ہیں، اور بے کار چیزیں نیچے بیٹھ جاتی ہیں۔

اچھا اب ہم تم سے ایک اور بات پوچھیں مگر بھئی ہمیں کچھ جھجک سی ہوتی ہے۔ بات ہی کچھ ایسی معمولی سی ہے تم سنتے ہی کہوگے' واہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہی۔ اچھا تو پوچھ ہی لیں! "ہم پانی کیوں پیتے ہیں؟" تم کہوگے، واہ جناب اس لئے پیتے ہیں کہ پیاس لگتی ہی۔ مگر پیاس کیوں لگتی ہے؟ اس لئے کہ بغیر پانی کے ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔

جو پانی ہم پیتے ہیں وہ ہمارے بدن میں برابر خرچ ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ وقتاً فوقتاً پانی ہمارے جسم میں پہنچتا رہے تاکہ آمد خرچ کا اوسط برابر رہے۔

اچھا ایک شیشے کا ٹکڑا اپنے منہ کے پاس لے جاؤ۔ اب اپنا سانس باہر نکالو۔ شیشے پر نمی سی آجائے گی، اور پانی کے بہت ہی ننھے ننھے قطرے شیشے پر نظر آئیں گے۔ یہ پانی کہاں سے آیا، ہمارے جسم سے آیا۔ اور دیکھو گرمی کے موسم میں تمھیں خوب پسینہ آتا ہے۔ یہ پسینہ کہاں سے آتا ہے؟ تمھارے جسم سے۔

ایک آدمی ۲۴ گھنٹے میں کوئی بارہ گلاس پانی خرچ کر دیتا ہے، تو اتنی مدت میں اسے اتنا ہی پانی پینا چاہیے کہ حساب کتاب برابر رہے۔

ایک بات اور بتائیں! ہم پانی پیتے ہی نہیں

کھاتے بھی ہیں۔ جی سچ مچ کھاتے ہیں۔ یہ پانی ہم گوشت میں کھاتے ہیں، سبزی میں کھاتے ہیں روٹی میں کھاتے ہیں، کھانے کی ہر چیز میں اصلی جزو تو کم ہوتا ہے، پانی زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً گوشت میں تین حصّے سے زیادہ پانی ہوتا ہے کھیرا ککڑی وغیرہ تو تقریباً پانی ہی پانی ہیں۔

تمھارے جسم میں قریب قریب اتنا ہی پانی ہے، جتنا کھیرے ککڑی میں۔ فرض کرو تمھارا وزن ۵۵ پونڈ ہے، اس میں ۴۸½ پونڈ تو پانی ہوگا باقی ۶½ پونڈ ٹھوس مادہ۔ بڑی عمر کے لوگوں کے جسم میں پانی بچوں سے کم ہوتا ہے۔ پھر بھی تین چوتھائی تو ضرور ہوتا ہے۔

ایک بات اور غور کرنے کی ہے۔ ہم میں اتنا پانی ہے تو ہمیں فرش پر بہہ جانا چاہیئے جیسے اور سیّال چیزیں بہہ جاتی ہیں۔ دیکھو کوئی چیز جلیے بنی کسی چیز کی ہوا یہ دیکھو کہ بنی کیسے ہے، گوشت اور ککڑی کو ذرا خوردبین سے دیکھو، تمھیں بے شمار چھوٹے چھوٹے خانے نظر آئیں گے یہ خانے سیال چیزوں سے بھرے ہوں گے۔ یہ سیّال ان خانوں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ خانے چاروں طرف سے بند ہیں، بس یہی سارا کھیل ہے۔

غرض پانی ہمارے جسم کا سب سے اہم جزو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بغیر کھائے تو ہم بہت تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ مگر پانی بغیر چند دن کے لیے بھی زندگی دشوار ہے، اور ہاں پانی کو تو تم ایک بالکل بے ضرر چیز سمجھتے ہو گے۔ ایک تم کیا قریب قریب سبھی کا یہ خیال ہے۔ مگر کبھی کبھی یہ بارود کی طرح عمارتوں کو اڑا سکتا ہے۔ یہ کیونکر؟ اجی جناب اگر اسے صحیح طریقے سے استعمال نہ کیا جائے تو بارود سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ تو پانی نے پوری پانچ منزلہ عمارت اڑا کے رکھ دی تھی اور کوئی ۲۳ آدمی اس حادثے میں کام آئے تھے۔ یہ حادثہ امریکہ میں پیش آیا تھا۔ اس پانچ منزلہ عمارت میں ایک کارخانہ تھا، سب سے نیچے کی عمارت میں بھٹی تھی، بھٹی کے ساتھ بوائلر تھا۔ بوائلر کیا تھا، اچھا خاصا تالاب تھا، ایک بڑے تالاب جتنا پانی اس میں آتا تھا۔ بھٹی جلتی تو بوائلر کا پانی اُبلنے لگتا، اور بھاپ بن کر پائپ کے ذریعے انجن تک پہنچتا۔

ایک بار بوائلر کا انچارج وقت پر بوائلر میں پانی ڈالنا بھول گیا۔ بوائلر میں پانی تھا کم۔ بھٹی میں آگ تیزی سے جل رہی تھی۔ پانی تو کم تھا ہی۔ بوائلر کی دیواریں گرم ہو گئیں۔ اتنی گرم اتنی گرم کہ بالکل سرخ۔ بوائلر کے انچارج نے اس بات کا خیال نہ کیا اور دہکتے ہوئے سرخ

بوائلر میں پانی ڈال دیا۔

یہ تو تم نے تجربہ کیا ہوگا کہ گرم لوہے پر پانی ڈالا جائے تو فوراً کا فوراً بھاپ بن جاتا ہے۔ بالکل یہی صورت یہاں بھی ہوئی اور بھاپ اس قدر زبردست مقدار میں جمع ہوگئی کہ بوائلر اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور پھٹ گیا۔ اسی بے احتیاطی کی بدولت ایک اس سے بھی دردناک حادثہ جرمنی میں ہوا، وہاں ایک نہ دو اکٹھے بیس بوائلر ایک دم پھٹ گئے۔ آس پاس کی تمام عمارتیں تباہ ہوگئیں۔ بوائلروں کے ٹکڑے ایک ایک میل دور جا کر گرے۔

خود تمھارے گھر کے باورچی خانے میں بے شمار بوائلر پھٹتے ہیں۔ بس یہ چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں۔ تم جو چولھے میں لکڑی کے چٹخنے کی آواز سنتے ہو یہ اسی پانی کا کرشمہ ہے۔ سوکھی ہوئی لکڑی بالکل خشک نہیں ہوتی کچھ نہ کچھ پانی ضرور ہوتا ہے۔ آگ کی گرمی سے یہ پانی بھاپ بن جاتا ہے۔ بھاپ لکڑی کے ٹھوس ریشوں کو پھاڑ دیتی ہے، اس لئے وہ آواز پیدا ہوتی ہے۔ جسے تم چٹخنا کہتے ہو۔

پانی کی ایک اور قسم ہے برف! بھاپ تو بس عمارتوں ہی کو اڑا سکتی ہے اور جناب یہ ٹھوس پانی تو پہاڑوں کو اڑا کر رکھ دیتا ہے۔

مگر پانی ٹھوس کیسے بنتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ خزاں کے موسم میں پانی پہاڑوں یا پتھروں کی درزوں میں چلا جاتا ہے۔ سردیوں میں یہ جم جاتا اور برف بن جاتا ہے۔ اب برف کے لئے زیادہ جگہ کی ضرورت ہے کچھ ایسی زیادہ نہیں۔ بس دسواں حصّہ۔ یہ برف چاروں طرف سے دباؤ ڈالتا ہے۔ مضبوط سے مضبوط چٹان اس دباؤ کی تاب نہیں لا سکتی اور پھٹ جاتی ہے۔

کشمیر کے علاقے میں ایک جگہ ہے "گلمرگ"۔ اس سے اونچی ایک اور چوٹی ہے۔ کوئی چودہ ہزار فٹ اونچی۔ جاڑوں میں اس چوٹی پر کئی کئی انچ برف جم جاتی ہے۔ انگریز لوگ یہاں آکر خوب اسکیٹنگ کرتے ہیں۔ یہ کھیل ایک طرح کا جوتا پہن کر کھیلا جاتا ہے۔ یہ جوتا لوہے اور لکڑی کا بنا ہوتا ہے۔ اس میں اسپرنگ بھی ہوتی ہے۔ لوگ اسے پہن کر ذرا کے ذرا میں کہیں سے کہیں پہنچتے ہیں مگر اس جوتے سے ذرا فرش پر تو چلنے کی کوشش کرو۔ چاہے کتنا ہی بھلا ہو، اوندھے منہ گرو گے۔ پھر برف میں کیا خاص بات ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ جوتے کے بوجھ سے برف کچھ پگھل جاتا ہے، اور جوتے اور برف کے درمیان پانی کی ایک تہہ پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ پانی مشین کے تیل کی طرح ان جوتوں کی مدد کرتا ہے۔

برف کے بڑے بڑے تودے یا گلیشیر جو نیچے کو کھسک آتے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے اوپر والے برف کے بوجھ سے نیچے کے برف کی تہ پگھل کر پانی بن جاتی ہے اور گلیشیر نیچے کی طرف کھسکنے لگتا ہے۔

پانی کو تو سبھی شفاف سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی صرف اوپر کی تہ شفاف ہوتی ہے سمندر کی گہرائی میں پانی گہرا کالا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ سورج کی کرنیں پانی کے ہر حصے تک نہیں پہنچ سکتیں، اور یہ کچھ پانی پر نہیں ہر چیز کا ہلکا بہت ہی ہلکا پرت شفاف ہوتا ہے۔ مثلاً شفاف آئینے کے کنارے کو دیکھو۔ دھندلا دھندلا نظر آئے گا۔

ابھی تھوڑے دن ہوئے ایک سائنس داں نے لوہے کا ایک باریک پرت بنایا بہت ہی باریک۔ یہ اتنا شفاف اور بے رنگ تھا کہ تم اسے کتاب پر رکھ کر باریک سے باریک عبارت بغیر کسی دقت کے پڑھ سکتے تھے۔ اس سائنس داں نے سونے اور دوسری دھاتوں کے بھی اسی طرح کے شفاف پرت بنائے تھے۔

شیشہ کیسے بنتا ہے؟

اصل چیز جو ہر قسم کا شیشہ بنانے کے لئے ضروری ہے، سلیکا (SILICA) ہے۔ یہ ایک سفید یا بے رنگ سی معدنی چیز ہے۔ جو ریت یا پتھروں میں پائی جاتی ہے، تو یہ چیز ریت میں بھی موجود ہوتی ہے۔ اسی لئے ریت اور دوسری چیزیں ملا کر شیشہ بناتے ہیں۔ مختلف قسم کے شیشوں کے لئے قسم قسم کے ریت کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً سلیکا کی ایک اچھی اور قیمتی قسم ہے کوارٹ (QARTZ) اسے سنگ مردہ بھی کہتے ہیں۔ اچھے قسم کی چیزوں گلاس، گلدانوں عینک وغیرہ کے لئے وہی ریت درکار ہوتا ہے، جس میں سلیکا کی یہ قسم موجود ہو۔ ریت کو پہلے دھوتے ہیں۔ پھر خشک کرنے کے بعد، اور دوسری چیزوں کے ساتھ بھٹی میں ڈال دیتے ہیں اور اتنا گرم کرتے ہیں کہ پگھلنے لگتا ہے۔ پھر اسے ٹھنڈا کرتے ہیں۔ یہ کام بہت اہم ہے۔ سلیکا اگر آہستہ آہستہ ٹھنڈا نہ کیا جائے تو اس میں درزیں اور شکنیں پڑ جاتی ہیں۔

شیشہ سب سے پہلے مصر میں اب سے کوئی چار ہزار برس پہلے بنایا گیا تھا۔

برسات کے دن

احمد حسن لکھنوی

میں نے گھر آکر اماں سے کہا "میں آج اسکول سے پھر بھیگا ہوا آیا ہوں۔ میرے پاس چھاتا ہے تو کیا ہوا۔ سڑک پر پانی ہوتا ہے کیچڑ ہوتی ہے۔

اماں دیکھئے۔ اللہ میاں دس بجے پانی نہیں برساتے۔ ہم لوگ کیچڑ میں اسکول جاتے ہیں پھر جب اسکول سے آنے کا وقت ہوتا ہے تو پانی برسنے لگتا ہے۔

اماں میں نے اللہ میاں سے کہا:۔ "اللہ میاں میرے پیارے اللہ میاں آپ ساڑھے نو بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک خوب پانی برسایا کیجئے، مگر اماں اللہ میاں نے میری ایک نہ سنی"

اللہ میاں آپ میری بات نہ سنئے گا۔ اللہ میاں آپ ساڑھے نو بجے تک پانی برسا دیا کیجئے تاکہ ہمارے اسکول میں چھٹی ہوجایا کرے اللہ میاں مجھے ایسی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں بیٹھے سہانے دنوں میں بند کمرے میں بیٹھ کر پڑھنا اچھا نہیں لگتا، اور مولوی صاحب مارتے بھی تو بہت زیادہ ہیں، اور اگر کبھی سبق یاد نہیں ہوتا تو مارتے ہیں۔ بیت سے! اور اگر میں رونے لگتا ہوں تو کہتے ہیں خبردار جو آواز نکالی۔ یا پھر کہتے ہیں کہ کونے میں منہ دے کر کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ میاں! وہاں تو مکڑی کا جالا ہوتا ہے۔ اگر میں گھبرا کر ذرا ادھر ادھر دیکھوں تو پھر مجھے مرغا بناتے ہیں اور کہتے ہیں "ٹانگیں خوب چیرو"

خود درجے میں پان کھاتے ہیں، اور مجھے نیاز کی ریوڑیاں کھانے پر مرغا بناتے ہیں اور کہتے ہیں۔ خوب ٹانگیں چیرو، یہ بڑا کٹھن کام ہے"

اماں کبھی مولوی صاحب نے آپ کو بھی مرغا بنایا ہے؟"

اماں نے آنکھ نکال کر میری طرف دیکھا اور کہا:۔ "چپ! خبردار جو ایسی بات منہ سے

نکالی "

میں سہم گیا، ذرا دیر بعد پھر بولا۔" امّاں ایک بات کہوں ؟"

امّاں نے کہا۔" ہاں کہو "

میں نے اپنا منہ امّاں کے کان کے پاس لے جا کر کہا:۔

" امّاں میں کل سے اسکول نہیں جاؤں گا۔ امّاں دیکھئے میرے کان کتنے سرخ ہیں مولوی صاحب نے بڑی زور سے مروڑے تھے۔ اب تک درد ہو رہا ہے "

یہ تتلی ہے رنگ رنگیلی　　کچھ کالی ہے کچھ ہی پیلی
بات بات پہ یہ شرماتی　　یہ دلہن ہے نئی نویلی
دیکھو چھوٹ نہ جائے ہم سے
شاید روٹھ نہ جائے ہم سے

پر ہیں اس کے نیارے نیارے　　اُجلے اُجلے کارے کارے
جوں ہی پر پھڑکاتی ہے وہ　　جھڑتے ہیں سونے کے تارے
دیکھو چھوٹ نہ جائے ہم سے
شاید روٹھ نہ جائے ہم سے

اک اک کلی پہ جھومتی جائے　　جا کر اس کا رس پی آئے
پھدک پھدک کر ڈال پہ بیٹھے　　چمک چمک کر ڈالی بدلے
دیکھو چھوٹ نہ جائے ہم سے
شاید روٹھ نہ جائے ہم سے

رنگ برنگی پھولوں پہ بیٹھے　　پھول سے اڑ کر کلیوں پہ بیٹھے
رس پی کر مستی میں جھومے　　جھومے اچھلے اچھلے کودے
دیکھو چھوٹ نہ جائے ہم سے
شاید روٹھ نہ جائے ہم سے

رفعت قدیر، لکھنؤ

اگر کبھی تم پتھر کی کان کی سیر کرو تو تمھیں اندازہ ہو کہ بھر بھری مٹی کس طرح آہستہ آہستہ سخت ہوتی جاتی ہے اور پتھر کی صورت اختیار کرتی جاتی ہے۔

اب مٹی سے پتھر ہونے میں بھی تو ایک مدت لگتی ہے۔ یہ بڑی بڑی چٹانیں کوئی اینٹ پتھر تو ہیں نہیں کہ سورج دادا نے مذاق میں آکر زمین کی چندیا پر دے ماری ہوں۔ یہ بھی سینکڑوں ہزاروں سال میں آہستہ آہستہ بنی ہیں اب یہ بنی کیسے ہیں، تو بھی اس بات کے جاننے کے لئے ایک سائنس دان کی گہری نظر چاہیے ایک فٹ موٹی چٹان اندازاً سو سال میں مٹی سے چٹان بنتی ہے۔ جی! سو سال میں!

ابھی سائنس دانوں کا اندازہ ہے کہ جس مٹی سے یہ چٹانیں بنی ہیں کوئی تین لاکھ فٹ موٹی ہوگی۔ اب بھلا اتنی موٹی مٹی کے چٹانوں کی شکل اختیار کرنے میں کتنی مدت لگی ہوگی تم حساب لگا سکتے ہو؟ سائنس دانوں نے اس کا بھی اندازہ لگا لیا ہے۔ وہ تین کروڑ سال سے چار کروڑ سال بلکہ اس سے بھی زیادہ بتاتے ہیں۔

مگر انھیں اطمینان اب بھی نہیں ہوا، انھوں نے پانی کی طرف رُخ کیا۔ سمندر کا پانی شروع شروع میں کچھ بے مزہ تھا۔ نہ کھارا نہ میٹھا۔ آہستہ آہستہ بارش اور دریاؤں کے ذریعے مختلف نمک گھُل گھُل کر سمندر میں آنے لگے، اور پانی کھاری ہوتا گیا۔ اور ہوتے ہوتے اس میں اتنا کھاری پن آگیا کہ حلق سے اُترنا تو کیا، زبان پر رکھنا دشوار ہوگیا پھر مزا یہ کہ ہر سال زیادہ سے زیادہ نمکین کھاری ہوتا جا رہا ہے۔ تو اب اس کی بڑھتی نمکینی کی رفتار سے اتنا اندازہ تو لگ سکتا ہے کتنے سال پہلے سمندر کا پانی بالکل بے مزا ہوتا ہوگا۔ زمین کی عمر معلوم کرنے کا ایک بالکل نیا

غرض سائنس والوں نے زمین کی عمر معلوم
رنے کے لئے بڑے بڑے جتن کئے ۔ طرح طرح
ے اندازے لگائے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ
اندازے بس اندازے ہی رہے ، مگر ایک بات
ہے جو لوگ اپنی دھن میں لگے رہتے ہیں، قدرت
ی ان کی مدد کرتی ہے ۔ اتنی تگ و دو کے
عد سائنس والوں کو ان چٹانوں ہی میں ایک
یب و غریب گھڑی مل گئی ۔ ایسی گھڑی جس سے
زل سے ابد تک کا وقت معلوم کر سکتے ہیں۔ قدرت
ی اس گھڑی کے سامنے دنیا کی ساری گھڑیاں
اند ہیں ۔ اسے نہ کوک دینے کی ضرورت نہ مرمت
رنے کی ۔ جب سے یہ چٹانیں بنی ہیں، جبھی سے
یہ گھڑی بھی خاموش [illegible] وقت بتلائے چلی
جا رہی ہے ۔ ہاں ایک بات ہے اسے دیکھنے کے
لئے آنکھیں چاہئیں ۔ آنکھیں! تم بھی جی میں کہتے
ہوگے کہ کیا آدمی ہے گول مول باتیں کئے جاتا ہے
اور گھڑی کا نام نہیں بتاتا ! اچھی یہی ریڈیم
ریڈیم جس کی مدد سے آپ رات میں بھی گھڑی
دیکھ لیتے ہیں ، اسی ریڈیم نے سائنس والوں کو
زمین کی عمر بتا دی پہلے وہ [illegible] سیرے
میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے ، ریڈیم نے
ان کے سامنے اجالا کر دیا ۔ بات یہ ہے کہ ریڈیم
اور اسی قسم کی دوسری دھاتوں سے شعاعیں

برابر نکلتی رہتی ہیں ، تو یہ دھاتیں دوسری
دھاتوں خاص کر سیسے میں تبدیل ہوتی رہتی
ہیں ۔ چٹانوں میں جہاں ریڈیم اور یورنیم دھاتیں
ملیں وہاں سیسہ بھی ۔ بس اس تبدیلی کی رفتار سے
انھوں نے اس چٹان کی عمر کا بھی صحیح اندازہ
لگا لیا ، اور اس حساب سے ان چٹانوں کی عمر کوئی
ایک ارب پچاس سال ٹھہری ۔ زمین تو ان چٹانوں
سے بھی پہلے بنی تھی اس کی عمر دو کروڑ ارب
یا اس سے زیادہ ہوگی ۔

اللہ اللہ تھوڑے نہ بہت پورے دو ارب! اور
سنو انسان نے جتنی مدت اس زمین پر گزاری
ہے وہ اس کا لاکھواں حصہ ہوگا ۔ سنہ
عیسوی کا زمانہ تو اس کے مقابلے میں ایسا ہے
جیسا سمندر میں قطرہ ، یہی کوئی دس لاکھواں
حصہ ۔

تو یہ تو ہوئی ہماری زمین کی عمر کی کہانی ۔
اس کی آج کل کی کہانی بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ،
شکل و صورت میں سیب یا نارنگی کی طرح گول
سروں پر چپٹی ، بھاری اتنی کہ دوسرے ستارے
کیا مقابلہ کریں گے ۔ اکثر ستارے تو آبنوس کی
لکڑی سے بھی زیادہ ہلکے ہیں ۔ ہماری زمین
برابر حجم کے پانی سے ۵ ½ گنا وزنی ہے ، رفتار
کا تو کچھ پوچھنا ہی نہیں ، ایک ہی وقت میں اپنے

محور پر گھوم رہی ہے، اور ساتھ ساتھ فضائے بسیط میں ۱۸ میل فی سیکنڈ کے حساب سے اُڑی چلی جا رہی ہے۔ ۱۸ میل فی سیکنڈ یعنی بندوق کی گولی سے ۵۰ گنا اور ایکسپریس گاڑی سے ہزار گنا تیز۔ ہماری ڈاک گاڑیاں اس کے مقابلے میں بس ایسی ہیں جیسے بیل گاڑی۔

مگر یہ بات تمھاری سمجھ میں ذرا مشکل سے آئے گی۔ تمھارا کیا ذکر بڑے بڑے آدمی یہ سوچتے ہوئے بھی گھبراتے ہیں کہ زمین اپنے محور پر اس زناٹے سے گھوم رہی ہے۔ بہت سوں کو تو اس خیال سے چکر سا آ جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے ایک فرانسیسی سائنس داں فوکو نے ایک دلچسپ تجربہ کیا۔ تجربہ کیا زمین کی حرکت کو آنکھوں سے دکھا دیا۔ یہ کوئی ایک سو برس (۱۸۵۱ء) پہلے کی بات ہے۔

ایک دن صبح کو پیرس کی ایک بہت اونچی عمارت کے پاس ہزاروں آدمی فوکو کا یہ تجربہ دیکھنے کو جمع ہوئے۔ سائنس داں نے لوہے کا ایک گولا کوئی دو سو فٹ لمبے تار کے ذریعے اس عمارت کے سرے سے لٹکا دیا، اور اسے گھڑی کے لٹکن یا پنڈولم کی طرح ہلانا شروع کیا۔ اس کے نیچے ریت سے بھری ایک تھالی رکھ دی۔ گولا ہلنے لگا، اور ہر حرکت کے ساتھ ساتھ ریت پر نشان سے بننے لگے۔

تھوڑی دیر بعد فوکو نے لوگوں سے پکار کر کہا:-

دیکھئے، دیکھئے گولے کی حرکت کا رُخ بدلنے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ ریت کے نشان بھی اپنی جگہ بدلنے لگے۔ لوگوں نے گھبرا کر عمارت کو دیکھا۔ کچھ لوگوں کو تو ایسا لگ رہا تھا جیسے عمارت اپنی جگہ سے سرک رہی ہے۔ کچھ لوگوں کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ زمین اُن کے پیروں تلے سے نکلی جا رہی ہے۔ یہ تجربہ تھا بھی کچھ ایسا ہی غیر معمولی۔ اصل میں گولے کی حرکت کا رُخ اس لئے بدل رہا تھا کہ پوری عمارت زمین کی حرکت کے ساتھ گھوم رہی تھی۔

اس ساری رام کہانی سے تمھیں یہ تو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ہماری زمین نہ تو آسمان سے گری ہے نہ کسی کچھوے کے سر سے نکلی ہے بلکہ سورج کا ایک ٹوٹا ہوا سیارہ ہے۔ نہیں نہیں اس کے جگر کا ٹکڑا ہے، ہم خواہ مخواہ دوسرے ستاروں کی طرف حسرت سے تکتے ہیں، ہمارا ٹوٹا سیارہ کسی سے کیا کم ہے دوسرے آسمانی اجسام اس سے حجم میں زیادہ ہوں گے، رفتار میں بڑھ چڑھ کر ہوں گے ان میں اور بھی باتیں ہوں گی، مگر یہ گل و بلبل

یہ چرند و پرند، یہ باغ و بہار اُن میں ڈھونڈے نہ ملے گی، اسی لئے تو سمجھ دار اور باہمت لوگوں نے اپنے اس ٹیڑھے ہوئے تارے کی بہت قدر کی اور اس کے خوب صورت مناظر، اس کے قیمتی خزانوں کی تلاش میں چپّا چپّا چھان ڈالا ؛

کچھ نئی کتابیں

ہمارے پاس کچھ نئی کتابیں ریویو کے لئے بہت دنوں سے آئی رکھی ہیں کچھ تو کم فرصتی اور کچھ صفحوں کی کمی وجہ سے ان کتابوں پر اب تک ریویو نہ ہو سکا۔ ہم نے یہ طے کیا ہے کہ تھوڑی تھوڑی کتابوں پر ہر پرچے میں درج کیا جائے۔

بچّوں کا کھلونا مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیر (مصنف بچوں کا تحفہ) نے پانچ چھ برس کی عمر کے بچوں کے لئے بہت ہی آسان زبان اور دلچسپ انداز میں کچھ نظمیں لکھی تھیں۔ اس کتاب میں انھی نظموں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ہر نظم ایک صفحے پر موٹی موٹی خوش خط لکھی ہوتی ہے ہر نظم کے ساتھ اچھی سی تصویر بھی ہے، ۴۶ صفحے ہیں۔ ٹائیٹل بھی بہت خوب صورت دو رنگا ہے، قیمت ۲؍ یہ کتاب مکتبہ جامعہ دہلی قرول باغ سے مل سکتی ہے۔

جادو کا ڈنڈا محمود الحسن صاحب جامعی اس کتاب کے مصنف ہیں۔ یہ ایک عام قصہ ہے جس کو بڑی بوڑھیاں بچوں کو سنایا کرتی ہیں۔ محمود صاحب نے اس کو بہت ہی سادہ دلچسپ اور گھریلو زبان میں بیان کیا ہے۔ محض زبان کی خوبی کی وجہ سے قصے کا لطف دوگنا ہو جاتا ہے۔ کاغذ بہت اچھا۔ لکھائی، چھپائی بھی اچھی ہے۔ ۔۔ صفحے کی کتاب ہے۔ قیمت ۴؍ ملنے کا پتہ بچوں کا بک ڈپو دکان محل، دہلی۔ مکتبہ جامعہ سے بھی یہ کتاب مل سکتی ہے۔

کوہِ صفا کا وعظ

محمد صالح متعلم ابتدائی ششم جامعہ
عمر تقریباً ۱۱ سال

ایک دن پیارے نبی کوہِ صفا پر چڑھ گئے
اہلِ مکہ کو مخاطب کر کے یوں کہنے لگے

میں اگر تم سے کہوں آئی ہے اِک فوجِ گراں
گھات پا کر تم کو لوٹے اس لئے آئی ہے یاں

مجھ کو بتلاؤ یقیں کر لوگے میری بات پر
کیا بھروسا اس قدر ہے تم کو میری ذات پر

سب پکار اٹھے تری ہر بات کا یاں ہے یقیں
جانتے ہیں خوب تجھ کو ہے تو صادق اور امیں

پھر رسول اللہ نے سب سے کہا لوگو! سنو
کلمۂ طیب پڑھو اور اس کے معنے سیکھ لو

کلمۂ طیب کے یہ معنے ہیں اللہ ایک ہے
ایک ہے وہ اور محمد اس کا بندہ ایک ہے

پھر کہا جانا ہے سب کو سامنے اللہ کے
کام آئیں گے نہ بت یہ لات عزا آپ کے

سنتے ہی سب لوگ یہ آپے سے باہر ہو گئے
اور رسول اللہ کی وہ جان کے دشمن ہو گئے

اور اک سردار ابوجہل اس طرح گویا ہوا
کیا یہ باتیں ہی کہنی تھیں ہم سے یہ بتا

الغرض وہ لوگ کچھ بکتے بکاتے چل دئے
سب رسول اللہ پر ہنستے ہنساتے چل دئے

ایسی حالت میں بھی وہ اسلام پھیلا کر رہے
بت پرستوں میں خدا کا نام پھیلا کر رہے

بچوں کی کوششیں

لطیفے

جاٹ :- بابوجی، بابوجی جالندھر کا ٹکٹ دے دیجئے۔ کتنے پیسے دوں بابوجی؟

بابو :- آٹھ آنے دو، جلدی نکالو۔

جاٹ :- بہت پیسے مانگتے ہو بابوجی۔ کیا چھ آنے نہیں لو گے بابوجی

بابو :- (غصے سے) پاگل! جا کھڑکی سے پرے ہٹ۔

جاٹ :- اچھا ضد نہ کرو، چلو سات آنے لے لو اب تو خوش ہو

بابو :- (جھلاکر) کیسے عجیب آدمی سے واسطہ پڑا ہے۔ اگر ٹکٹ لینا ہی تو اٹھنی نکال نہیں تو چل دور ہو یہاں سے۔

جاٹ :- (خود) اگر ۸ ہی لینے تھے تو ۱۰ ر کیوں نہ کہے۔ منہ مانگے تو موت بھی نہیں ملتی۔ اچھا مہربانی کرکے پہلے یہ بتاؤ کہ ریل وہاں کتنی دیر میں پہنچ جائے گی۔

بابو :- دو گھنٹے میں۔

جاٹ :- ارے مجھے تو بہت جلدی ہے، کام بھی ضروری ہے، ریل کے سوا اور کوئی چیز ایسی نہیں جو وہاں اس سے بھی پہلے پہنچ جائے۔

بابو :- کیوں نہیں، تار دو منٹ میں پہنچ جاتا ہے

جاٹ :- بس بس ٹھیک ہے مجھے تار ہی پر چڑھا دو۔

نسیم اللہ ترنتارن

مجسٹریٹ :- تمہاری کیا عمر ہے

ملزم :- ۲۲ سال۔

مجسٹریٹ :- تم پانچ چھ مرتبہ گرفتار ہو چکے ہو، مگر تمہاری عمر ہمیشہ ۲۲ سال ہی رہتی ہے۔

ملزم :- شریفوں کی زبان ایک ہوتی ہے

عبدالقوی علیم کالج کانپور

میرا نام دس حرفوں سے بنتا ہے

۱۔ آٹھویں نویں اور دوسرے حرف کو ملانے سے ایک پھیلانے کی چیز کے معنی ہوتے ہیں۔
۲۔ چوتھے تیسرے اور چھٹے حرف کو ملانے سے فارسی زبان میں سانپ کے معنی ہوتے ہیں۔
۳۔ پانچویں، دسویں، چوتھے، ساتویں چھٹے اور دوسرے حرف کو ملانے سے علیل کے معنی ہوتے ہیں۔
۴۔ پہلے، دوسرے، اور نویں حرف کو ملانے سے ہفتے کے ایک دن کا نام بنتا ہے۔
۵۔ پہلے، چھٹے اور آٹھویں حرف کو ملانے سے فارسی زبان میں باپ کے معنی ہوتے ہیں۔
بتاؤ میرا نام کیا ہے؟

جواب:- ۱ ۲ ۳ ۴ ۵
ب م ا ی پ
۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰
ر ا د ر ی

(پیام برادری) (اعجاز حسین عقیل)

پہیلیاں

۱۔ گول گول پٹ گول گول
کھانے میں سی سی
(مرچ)

۲۔ ادھر پٹ اُدھر پٹ
بیچ میں میاں پھٹ پھٹ
(بادام)

۳۔ گول سا ہے اور بڑا
اس پر ہے چمڑا چڑھا
بیچ میں ہے کھوکھلا
ڈھول

مشیر حسین خاں سرائے میر

جنگلی جانوروں کے نام بوجھو

۱۔ جواہر نصیب سے ملتا ہے۔ — ہرن
۲۔ اُدن ٹوکری میں رکھو۔ — اونٹ
۳۔ دروازہ بند رکھو۔ — بندر
۴۔ اس کے ہاں کی ریت اچھی ہے — ریچھ

بدر منیر ہسپورہ

دنیا کی بلند ترین عمارتیں

۱۔ روس کا محل	۱۳۶۵ فٹ
۲۔ امریکہ میں ایمپائر سٹیٹ نامی عمارت	۱۲۴۸ "
۳۔ امریکہ کی کرائسلر عمارت	۱۰۴۶ "
۴۔ پیرس کا ایفل گنبد	۹۸۵ "

ہرکا کرشن، قرول باغ دہلی

ایک دن ارشد ماسٹر صاحب کے ساتھ گودام میں کچھ تلاش کر رہا تھا۔ ماسٹر صاحب کی نظر ایک مرتبان پر پڑی۔ ماسٹر صاحب بولے:
"ارشد اسے لے چلو۔"
"ماسٹر صاحب یہ تو بے کار ہے۔"
"تم لے تو چلو ـــــــ ایک تماشا دکھائیں گے۔"
"تماشا!" ارشد حیرت سے بولا۔ اس نے ماسٹر صاحب کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے وہ بے وقوفوں کی سی باتیں کر رہے ہوں، "لیکن ماسٹر صاحب یہ تو ٹوٹا ہوا ہے۔"
"ہوں" ماسٹر صاحب نے کچھ تلاش کرتے ہوئے کہا۔ پھر دونوں باہر چلے آئے۔ مرتبان ابھی تک ارشد ہی کے ہاتھ میں تھا۔ ماسٹر صاحب نے مرتبان اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا "ذرا بھاگ کر ایک گہری سی رکابی لے آؤ۔"
ماسٹر صاحب نے رکابی میں ایک موم بتی لگا کر جلادی اور اس میں پانی بھر دیا۔ اس کے بعد انھوں نے مرتبان کو اس پر الٹا رکھ دیا اور بولے "ارشد دیکھو اب تماشا شروع ہوتا ہے۔"
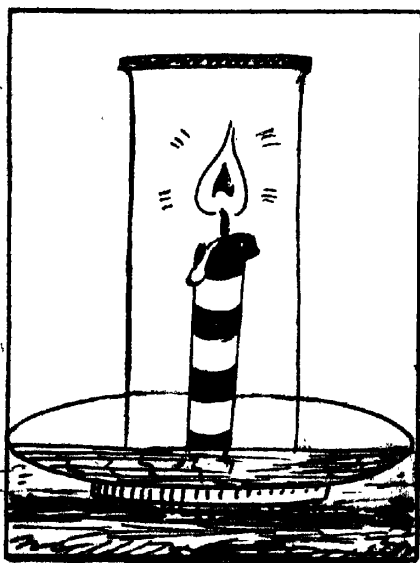
ارشد دو تین منٹ تک تو دیکھتا رہا، پھر بولا۔ "ماسٹر صاحب ابھی تک تو کچھ بھی نہیں ہوا؟"

"دیکھتے رہو۔ ایسی بھی کیا بے صبری۔"
موم بتی تھوڑی دیر تک تو جلتی رہی پھر ٹمٹما کر بجھ گئی، مرتبان میں تھوڑا سا پانی اُوپر چڑھ آیا پانی چڑھتے دیکھ کر اُسے تعجب ہوا، ماسٹر صاحب نے پوچھا:" بتاؤ تو سہی ارشد یہ کیسے ہوا۔"
"مجھے نہیں معلوم۔" ارشد بولا،"آپ ہی بتائیے۔"
ماسٹر صاحب نے کہا:" جیسے ہمیں سانس لینے کے لئے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر ہوا نہ ملے تو ...."
"تو ہم مر جائیں۔" ارشد جلدی سے بول اُٹھا۔
"شاباش تم نے ٹھیک کہا تو جس طرح ہم ہوا نہ ملنے سے مر جاتے ہیں۔ اسی طرح چیزوں کے جلنے کے لئے بھی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہوا نہ ہو تو چیزیں نہیں جل سکتیں۔ اس موم بتی کو دیکھ لو۔ جب تک اسے ہوا ملتی رہی جلتی رہی جب ہوا ختم ہو گئی فوراً بجھ گئی۔ جو چیز جلنے یا سانس لینے میں مدد کرتی ہے آکسیجن کہلاتی ہے، اور جو چیز جلنے میں مدد نہیں دیتی اس کو نائٹروجن کہتے ہیں۔ جو ہوا مرتبان میں جل گئی، اس کی جگہ بھرنے کے لئے مرتبان میں پانی چڑھ گیا۔"
"یہ کیسے معلوم ہوا کہ اب اس میں آکسیجن بالکل نہیں ہے۔" ارشد نے پوچھا۔
"یہ تو صاف ظاہر ہے موم بتی اسی لئے بجھ گئی کہ آکسیجن (جو جلنے میں مدد کرتی ہے) ختم ہو گئی۔ اچھا آؤ ایک تجربہ اور کرتے ہیں تم بھاگ کر ایک طشتری لے آؤ۔"
ماسٹر صاحب نے بہت احتیاط سے طشتری مرتبان کے مُنہ پر لگا کر اُسے رکابی پر سے اُٹھا لیا اور سیدھا رکھ دیا، پھر ایک تنکا جلا کر مرتبان کے مُنہ کے پاس لائے۔ تنکا فوراً بجھ گیا۔
"ارے" ارشد نے حیرت سے کہا۔
"دیکھو اب اس میں آکسیجن بالکل ختم ہو گئی اگر ذرا سی بھی آکسیجن ہوتی تو تنکا جلتا رہتا۔"
یہ تماشا ارشد کو بہت پسند آیا۔ اس نے اپنی چھوٹی بہنوں کو دکھایا اور انھیں بھی بتایا کہ ہم جس ہوا میں سانس لیتے ہیں وہ آکسیجن کہلاتی ہے اور جس چیز میں ہم سانس نہیں لے سکتے وہ نائٹروجن کہلاتی ہے۔
ایک دن ماسٹر صاحب نے بتایا کہ ہوا میں وزن ہوتا ہے۔
"وزن ہوتا ہے؟" ارشد تعجب سے بولا ہوا میں .... ماسٹر صاحب ہوا میں کیسے وزن ہوتا ہے۔ اگر ہوا میں وزن ہوتا

توہم سب دب جاتے۔"

"ہاں ٹھیک ہے۔ لیکن ہوا میں اتنا وزن نہیں ہوتا کہ ہوا ہم کو دبا دے۔" ماسٹر صاحب نے کہا۔ "ہاں کچھ چیزوں کو البتہ دبا دیتی ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ایک پٹرول کا پیپا لے آئے اور اس میں تقریباً ایک انچ پانی بھر دیا اور اس کو انگیٹھی پر رکھ کر گرم کرنا شروع کیا جب اس میں سے ہوا بالکل نکل گئی اور بھاپ نکل آئی تو انھوں نے اس پر ڈھکن کس کر لگا دیا اور اس پر ٹھنڈا پانی ڈالا۔ پیپا فوراً پچک گیا۔ اس پر ارشد کو بہت تعجب ہوا۔ "ماسٹر صاحب یہ پچک کیوں گیا؟" اس نے پوچھا۔

"ابھی تمھیں بتایا تھا کہ ہوا دباؤ ڈالتی ہے۔ جب تک اس میں ہوا رہی تو اس کے اندر کی ہوا اور باہر کی ہوا کا وزن برابر تھا۔ اس وجہ سے پیپا ویسا ہی تھا۔ لیکن جب اس میں پانی ڈال کر گرم کیا تو ہوا تو سب نکل گئی اور اس کی جگہ بھاپ نے لے لی۔ اب جو اس پر
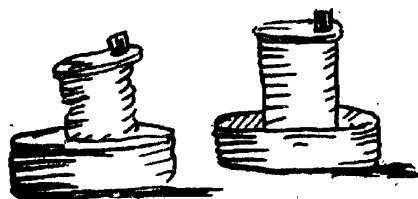
ٹھنڈا پانی پڑا تو ٹھنڈ پا کر بھاپ تو ٹھنڈی ہو گئی اور پیپے میں جگہ باقی رہ گئی۔ اس جگہ کو بھرنے کے لئے باہر کی ہوا نے زور ڈالا اور پیپا پچک گیا۔"

ارشد کو یہ کھیل بھی بہت پسند آیا اور اس نے اپنی بہنوں کو بھی دکھایا۔

قواعد (۱) حل کے ساتھ [illegible] زیادہ حل بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔ چار حلوں کی رعایتی فیس [illegible] حلوں کی [illegible] (۳) انعام تقسیم کردیئے جائیں گے قرعہ اندازی نہ ہوگی (۴) تمام حل رسالہ پہنچنے کے ۱۶ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں (۵) ایڈیٹر کا فیصلہ قطعی ہوگا (۶) پیام تعلیم میں چھپے ہوئے کوپن کے علاوہ اور کوپن بھی لے لئے جائیں گے۔ کوپن میں کوئی حرف کٹا یا مٹا ہوا ہوگا یا پنسل سے بھرا ہوا ہوگا تو مقابلے میں شامل نہ کیا جائے گا (۷) چھوٹی اور بڑی ے کا فرق لازمی ہے۔ ی ے مثلاً۔

پتہ

سب ایڈیٹر: پیام تعلیم، دہلی، قرول باغ۔

صحیح حل معما نمبر ۱

۶ ت	۵ ل		ن	۴ ش	۳ س	۲ ل	۱ ا
ح	ب	۸ ث		ش	ر	ا	۷ خ
ق			ن	ی	س	ح	۹ ت
ی	ع	۱۱ ن		ی	ر	و	۱۰ ل
ر		ا	۱۳ خ		ا	ل	۱۲ ا
	۱۶ ی	د	و	۱۵ ہ	۱۴ ی		ط
۱۹ ک	ر	ا	ب	۱۸ م		۱۷ ل	
ے		ر		ت	ت	ح	۲۰ م

کاغذی مشغلہ

بڑے لڑکوں کے لئے

باورچی خانے کی میز

اچھا اب آؤ ہم تمھیں ایک اور کام کی بات بتائیں اپنے باورچی خانے کی میز بنا لو ، ۶ انچ لمبا اور ۶ انچ چوڑا خانہ کھینچ لو اور ۱۶ برابر خانوں میں تقسیم کردو ، نقشے کے مطابق ٹانگیں بنا کر کاٹ لو ، اور انھیں لکیروں پر سے موڑ دو۔

میز کا تختہ بنانے کے لئے ۴ انچ لمبا اور ۳ انچ چوڑا خانہ بنا کر کاٹ لو اور اس پر چپکا دو ۔
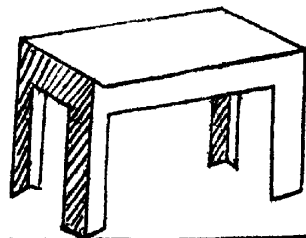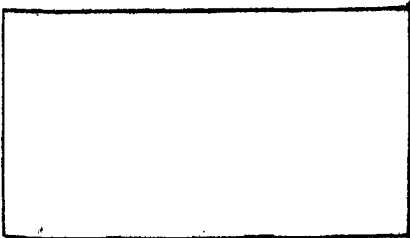
پیام برادری

اب کی کئی مہینے کے بعد تم سے ملاقات ہو رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ پیام تعلیم جس چھاپے خانے میں چھپتا تھا۔ انتظام کی خرابی کے سبب ہماری سخت کوشش پر بھی وہ پرچے کو وقت پر نہ چھاپ سکا۔ مجبوراً دوسرے پریس میں انتظام کیا گیا، اس چھاپے خانے نے مستعدی سے کام کیا اور بہت سے پرچے جلدی جلدی چھاپ دئے۔ اسی جلدی کی وجہ سے نہ تو معما شائع ہوا، نہ پیام برادری۔ اب ہمیں کچھ اطمینان ہوا ہے تو ان دونوں چیزوں کی طرف توجہ کی جا رہی ہے

ان دنوں ہمارے پیامیوں کو معلوم ہوتا ہے دوسرے کاموں میں مصروفیت زیادہ رہی، سوائے قرول باغ کی شاخ کے ابھی تک کوئی رپورٹ مجھے نہیں ملی ہے۔ قرول باغ کے پیامی بہت باقاعدگی سے اپنے جلسے کر رہے ہیں۔ ان کے دو جلسوں کی رپورٹیں یہ ہیں :-

شاخ پیام برادری قرول باغ (دہلی) کا چھٹا جلسہ تعلیمی مرکز ہال کے صحن میں منعقد ہوا۔ انیس الرحمٰن صاحب نے شروع میں ایک حمد پڑھی، پھر ناظم صاحب نے انتظامیہ جلسے کی رپورٹ سنائی اور شاخ کے نئے عہدہ داروں کا تعارف کرایا۔ ناظم صاحب موجود نہیں تھے، اس لئے نائب ناظم نے پچھلے جلسے کی رپورٹ سنائی، طفیل محمد صاحب نے ایک نظم پڑھی اقبال رضا صاحب نے کیمپ کی زندگی پر ایک مضمون پڑھا۔ اس میں آپ نے تحفہ گڑھ کیمپ کا حال لکھا تھا۔ سری رام نے ڈاکٹر اقبال کی نظم پڑھی۔ ایک مضمون غلام حیدر صاحب نے پڑھا۔ آخر میں مربی صاحب نے اپنی تقریر میں اس بات

کوپن مسلسل انعام

معما نمبر (۱) .... (۲) .... (۳) .... (۴) ....

میں میں نے انعام پایا ہے۔ میرا نام پیام تعلیم ماہ .... کے صفحہ .... پر موجود ہے۔

نام ....

پتہ ....

بات پر خاص طور پر زور دیا کہ آپ جلسے کے سامنے کوئی چیز پیش کرنا چاہیں تو پہلے سے تیار کرلیں۔ نماز مغرب کی وجہ سے جلسے کا باقی پروگرام ملتوی کر دیا گیا۔ آخر میں ممبروں کی چائے سے تواضع کی گئی

اسی شاخ کا ساتواں جلسہ ۱۲ر جنوری کو شام کے وقت تعلیمی مرکز کے صحن میں منعقد ہوا۔ عبدالحفیظ صاحب صدر تھے۔ ناظم صاحب آج بھی موجود نہیں تھے۔ ان کی جگہ نائب ناظم نے کام کیا۔ رسمی کارروائیوں کے بعد یونس صاحب نے کہانی، مظفر صاحب نے کچھ نظم اختر عابد صاحب نے ایک ڈراما۔ اقبال فاروقی نے پہیلیاں۔ انیس الرحمٰن نے نظم، رام کرشن نے کہانی اور سری رام نے چند لطیفے سنائے۔ پھر چھوٹے بچوں نے مختلف کہانیاں سنائیں اور صدر صاحب نے ایک اچھی سی نظم پڑھی آخر میں مربی جناب قیصر حسین صاحب زیدی نے ایک اچھی سی تقریر کی۔ مغرب کا وقت قریب آ گیا تھا۔ اس لئے چائے پینے پلانے کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

اس معمے (۱۱) میں سوائے دو چار کے تمام اشارے پیام تعلیم کے پچھلے معموں سے لئے گئے ہیں جو پیامی پچھلے معموں پر ایک نظر ڈال لیں گے انھیں اس معمے کے حل کرنے میں بہت سہولت ہوگی، ہاں اس پرچے میں ایک کوپن چھپ رہا ہے جن پیامیوں نے چار مہینے تک مسلسل انعام حاصل کیا ہو وہ اس کوپن کو بھر کر بھیج دیں

اس مرتبہ ہمارے معما بنانے والے صاحب بہت خوش ہیں۔ ایک بھی پیامی ان کے معمے کو حل نہ کرسکا۔ (مشتاق)

معما نمبر ۹ — ایک غلطی — فی کس ۱۲ر

۱۔ خواجہ عبدالعلیم، کان پور
۲۔ اقبال احمد، جودھپور
۳۔ الطاف احمد ،،
۴۔ محمد شرف احمد، جودھپور
۵۔ ایس اے عثمانی ،،
۶۔ ایس اے قاضی ،،
۷۔ شمشاد حسین، بلوچستان
۸۔ محمد طارق اختر انصاری، ناگپور
۹۔ اشرف موسیٰ بی دادا بھائی رانچی۔

معما نمبر ۱۰ — دو غلطی — فی کس ۰۵ر

۱۔ اے، آئی، گوائی، بھٹکل
۲۔ عبدالرحیم، پشاور
۳۔ منصور کاظم۔ بدایوں
۴۔ قاضی محمد، جودھپور
۵۔ م، ش، ا، ع ،،
۶۔ محمد ہاشم خان امرتسر
۷۔ راشد مشیر قدوائی، لکھنؤ
۸۔ شاہد مشیر قدوائی ،،
۹۔ شاہد مصطفیٰ دسنوی، کلکتہ
۱۰۔ شمشاد حسین صابری، بلوچستان
۱۱۔ محمد اقتدا، جودھپور
۱۲۔ الطاف احمد ،،
۱۳۔ اقبال احمد۔ جودھپور
۱۴۔ عائشہ نواب علی بیگ، لاتور
۱۵۔ نسیم میاں۔ دہلی
۱۶۔ شیش کمار، سنڈی من
۱۷۔ محمد سخاء الرب، کانپور

معما نمبر ۱۰ کا حل اور معمے کے قواعد صفحہ ۱۵۵ پر دیکھو۔

معما نمبر ۱۱

پہلا انعام ۱۰ر

دوسرا انعام ۶ر

انعام میں کتابیں دی جائیں گی - ایک ہی انعام ہوگا

مشقی کوپن

دائیں سے بائیں

۱- آج کل اس کا ہر جگہ خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے-
۲- اکثر لوگ اپنے کسی عزیز دوست کی غیر معمولی ترقی دیکھ کر یہ کرنے لگتے ہیں (اس لفظ کے تیسرے حرف پر تشدید ہے)
۵- یہ لفظ اردو میں دو حرفوں سے اور انگریزی میں پانچ حرفوں سے بنتا ہے۔ تلفظ ایک معنی ایک -
۶- لفظ بمعنی ساتھ
۷- اس کا ملنا دشوار ہوتا جارہا ہے (بے ترتیب)
۹- ... باتیں کسی کو اچھی نہیں لگتیں -
۱۲- لوگ کہتے ہیں کہ خالی ان سے کام نہیں چلتا عمل بھی ضروری ہے -
۱۵- جو لوگ اپنا یہ بھول جاتے ہیں وہ مستقبل کی فکر نہیں کرسکتے -
۱۷- انسان اس سے جلد متاثر ہوتا ہے -
۱۹- یہ کہنا کہ انسان کی ترقیاں محض اس کی ..... پر منحصر ہیں درست نہیں -
۲۰- اگر اسے ندی سے ملادو تو پھر چاندی بن جائے گی -

اوپر سے نیچے

۱- جو ... ہمیشہ سوچ سمجھ کر ...
۲- آزادی کا سچا دل دادہ وہی ہے جو اس کے لئے سب کچھ .. دے-
۳- بعض اوقات اس سے بھی بڑے بڑے کام نکل جاتے ہیں -
۴- غذا میں ایسی چیزیں اکثر صحت کے لئے مضر ہوتی ہیں (بے ترتیب)
۵- یہ معما مشکل ضرور ہے لیکن یہ لگا کر کام کروگے تو حل ہو جائے گا -
۸- ہندوستان میں سینکڑوں اچھے اچھے یہ ہیں - (الٹا)
۱۰- اگر سخت یہ پہنچ جائے تو پھر ایک عرصے میں فائدہ ہوتا ہے (الٹا)
۱۱- حد سے زیادہ یہ بھی انسان کو ناکارہ کر دیتی ہے -
۱۳- ..... ہو جانے کے بعد انسان سب کچھ کر گزرتا ہے
۱۴- خدا کا پیغام (بے ترتیب)
۱۶- ہندوستانی کہے جانے کا وہی شخص حق دار ہے جو دل سے اپنے ملک کی خاطر یہ ہونے کا جذبہ رکھتا ہو-
۱۸- بچے سے یہ مت کہو کہ جھوٹ بولنا برا ہو بلکہ یہ کہو کہ یہ بولنا اچھا ہے-

پیام تعلیم

دہلی

دہلی، یو۔پی، سی۔پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور، حیدرآباد، سندھ، کشمیر، بہار، پنجاب اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔

"منیجر"

ایڈیٹر:- محمد حسین حسان

جلد ۲۷ فہرست مضامین مارچ سنہ ۶۰ء نمبر ۳

قیمت سالانہ ۳ ر

فی پرچہ ۴ر

ہندوستان سے باہر للعہ

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین [illegible] دہلی [illegible]

بچوں سے باتیں

ایڈیٹر

دو مہینے سے بڑے لڑکوں کے ساتھ ساتھ ننھے پیامیوں کے لئے بھی کافی مسالا ہوتا ہے۔ اور یہ ننھے پیامی اس بات سے بہت خوش ہیں۔

ملا ابھی تک ہم اپنی پیام بچیوں کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں کر سکے ہیں۔ ہم فکر میں ہیں اور خدا نے کیا تو بہت جلد اُن کی خواہش پوری ہوگی۔

---

۱۲ ربیع الاول کو مدرسہ ابتدائی جامعہ نگر کے بچوں نے میلاد النبی کا جلسہ بہت اہتمام سے [illegible]۔ پہلے بچوں نے ہمارے رسول کے حالات پر مضمون پڑھے۔ پھر نعتیہ مشاعرہ جناب ڈاکٹر سعید صاحب کی صدارت میں ہوا۔ یہ نعتیہ نظمیں بچوں ہی کا سے لکھی تھیں۔

مدرسہ ابتدائی کے اُستادوں نے [illegible] نبی کا [illegible] منایا تھا [illegible] کی اُن [illegible]

رسول کی سیرت پر مضمون لکھوائے گئے۔ عرب کے نقشے کھنچوائے گئے، اُن کے گھروں، خیموں، ڈھولوں وغیرہ کی تصویریں بنوائی گئیں یا مٹی کے ماڈل بھی تیار کرائے گئے۔ پھر حاجی لوگ تبرک کے جو تبرک لائے ہیں وہ لڑکوں نے اکٹھا کئے، تسبیح، جانماز، آبِ زمزم وغیرہ۔ ان کاموں کی ایک الگ کمرے میں نمائش کی گئی۔ یہ نمائش بہت کامیاب رہی۔

دوسرے دن دس بجے جامعہ سکاؤٹس ریلی ہوئی۔ جامعہ نگر تعلیمی مرکز قرول باغ تعلیمی کلب کے اسکاؤٹ اور جامعہ اسکاؤٹ گروپ کی شاخیں اس ریلی میں شریک تھیں۔ جھنڈے کی [illegible] وغیرہ کے بعد مقابلے کے کھیل ہوئے۔ پھر پروفیسر محمد مجیب صاحب نے کام کی باتیں [illegible] ایک مضمون سنایا۔ شام کو انعام تقسیم ہوئے اور کیمپ فائر ہوا۔ یہ بھی بہت دلچسپ رہا۔

ایک عجیب آدمی

محمد شفیع الدین نیّر

اک بار — مگر خبر نہیں کب؟ | رہتا تھا — خبر نہیں کہاں پر؟
اک شخص — تھا نام اس کا لیکن | کیا فائدہ ہو بیاں یہاں پر

وہ — ہاں وہ ۔ ہوا ضرور پیدا | اس واسطے وہ جیا بھی ہوگا
اور عمر — یہ اس طرح سے جانی | بس پن میں ملا کے پانچ دیکھا

زندہ تو رہا — یہ کتنی مدت؟ | آسان نہیں — بات یہ بتانا
جب تک وہ جیا — رہا وہ زندہ | شک اس پہ کبھی نہ دل میں لانا

وہ فوت ہوا — کہا یہ میں نے | دشوار ہے پر ثبوت دینا
لیکن یہ کہ دفن وہ ہوا تھا | آسان ہے اس کا مان لینا

سنتا ہوں، ہوئی تھی اس کی شادی | بچہ بھی ضرور پھر تو ہوگا
ممکن ہے کہ بیبیاں کئی ہوں | معلوم نہیں یہ مجھ کو اصلا

دھنوان تھا وہ کہ تھا وہ نردھن | یا کچھ بھی نہ تھا وہ، یا تھا سب کچھ
یا کیا تھا وہ اور کیا نہیں تھا | حاجت نہیں یہ بیان کی اب کچھ

نام اس کا نہیں زباں پہ آتا | پیشہ بھی خبر نہیں کہ کیا تھا
پر ہاں۔ یہی ذکر جا بجا ہے | کافی ہے بس اتنا جان لینا

ہے اصل تو یہ میں چاہتا ہوں | کچھ ذکر سناؤں اس جواں کا
پر میں بھی یہ جانتا نہیں ہوں | کب؟ کون؟ کہاں؟ یہ کیوں تھا، کیا تھا؟

اس شخص کی زندگی سے نیر | کچھ چاہیے ہم کو پند لینا
لیکن وہ مفید پند کیا ہو | یہ کچھ بھی نہیں سمجھ میں آتا

مُنّی مُنّی کہانیاں

بھوں بھوں اور بی میاؤں

ایک دن میاں بھوں بھوں سڑک سڑک جا رہے تھے۔ راستے میں اُنھیں بی میاؤں ملیں۔ سڑک کے کنارے بیٹھی تھیں۔ بھوں بھوں بہت خوش ہوئے۔

بھوں بھوں بولے "میں اس بلی کو پکڑوں گا۔"

وہ بی میاؤں کی طرف دوڑے

بہت تیز، خوب تیز۔

مگر بی میاؤں نہ ہلیں نہ جُلیں

اپنی جگہ بیٹھی رہیں۔

اب میاں بھوں بھوں بہت پریشان۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں اُنھیں معلوم تھا کہ بلی کے ناخن بہت تیز ہوتے ہیں۔ اس لئے بی میاؤں سے زیادہ قریب نہیں جانا چاہتے تھے۔

اُنھوں نے اپنے دل میں سوچا یہ بلی بھاگ کر درخت پر کیوں نہ چڑھ گئی

اگر یہ درخت پر چڑھ جاتی تو میں اس پر خوب بھونکتا، کیسا مزا آتا۔

بھوں بھوں، بی میاؤں سے لڑنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ جانتے تھے کہ انھیں خون نا خون کردے گی۔

تو بس بھوں بھوں منہ پھیر کر دوسری طرف بھاگ گئے۔ اپنے جی میں کہہ رہے تھے "بڑی بے وقوف بلی ہے، میں اس کے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔"

چالاک لومڑی

ایک لومڑی نے کیلے کے پیڑ میں پکے پکے کیلے لگے دیکھے، بس منہ میں پانی بھر آیا، جھٹ اوپر چڑھنے لگی۔

پر بھلا کہیں لومڑی بھی درخت پر چڑھی ہے! ذرا بھی اوپر نہ چڑھ سکی۔ دھم سے زمین پر آرہی۔ پیر میں بھی چوٹ لگ گئی۔

بے چاری لنگڑاتی ہوئی چلی جارہی تھی، بہت غم گین غم گین۔ راستے میں ایک جنگلی بلی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

بلی نے پوچھا: "کیوں بہن، یہ تم لنگڑا لنگڑا کے کیوں چل رہی ہو؟"

لومڑی نے جواب دیا: "کیا بتاؤں بہن، ایک چوہے نے کاٹ لیا"

"اے ہے! مجھے بتاؤ کہاں ہے؟ میں ابھی اس کا نوالا بناتی ہوں"

"اس درخت پر بیٹھا ہے، تمھیں نظر آیا؟"

"مجھے نظر تو نہیں آیا مگر میں اسے ابھی تلاش کرتی ہوں"

بلی بھاگ کر درخت پر چڑھ گئی، اور چوہے کی تلاش میں پھلوں پر پنجے مارنے لگی۔ کچھ پکے پکے کیلے نیچے گر پڑے۔

لومڑی ان پھلوں کو کھا کر بولی۔

"شکریہ بہن شکریہ خدا کرے تم جلدی سے چوہا ڈھونڈ نکالو"

بڑبولا لڑکا

ایک لڑکا تھا حمید۔ بہت گھمنڈی، بہت بڑبولا، شیخی خورا۔ وہ اپنے آپ کو بہت بہادر جتلاتا تھا، اور کسی کو ڈرا ہوا دیکھ کر تو اس کی خوب ہنسی اڑاتا تھا۔

ایک دن وہ ٹہلنے کے لئے جنگل میں نکل گیا

جنگل میں اندھیرا کافی تھا، میاں حمید کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔ بہادری وہادری سب بھول گئے۔ چلتے چلتے اچانک اُن کے کانوں میں کھڑکھڑاہٹ کی آواز آئی۔ اب تو جیسے ان کی جان نکل گئی۔ سمجھے ہو نہ ہو یہاں جھاڑیوں میں کوئی شیر چھپا ہے۔ اِدھر اُدھر چھپنے کی جگہ ڈھونڈنے لگے۔ کوئی جگہ نظر نہ آئی تو ایک پرانے درخت کی کھوہ میں گھس گئے۔

اسی وقت ایک آدمی اس درخت کے پاس سے گذرا، اس نے حمید کو اس طرح چھپا ہوا دیکھا تو پوچھا:

"کیوں میاں تم اس پیڑ کی کھوہ میں کیوں چھپے بیٹھے ہو"

حمید بہت سہما ہوا تھا بولا:

"جنگل میں شیر ہے، میں نے اس کے چلنے پھرنے کی آواز سنی ہے"

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کتے صاحب نے جھاڑیوں سے سر نکالا وہ آدمی کی طرف دوڑتا ہوا آیا۔ دُم نیچی کئے ہوئے۔

آدمی مسکرا کر بولا:

"لیجئے جناب یہ ہیں آپ کے شیر صاحب، ایک آوارہ کتا...!

بس جب سے حمید نے کبھی شیخی نہیں ہانکی، نہ بڑا بول بولا، نہ کسی ڈرے سہمے کی ہنسی اُڑائی ❊

اب ذرا اس تصویر میں رنگ بھی بھرلو

تھالی

خالد حسن قادری

۶ انچ لمبا، اور ۴ انچ چوڑا کاغذ لو۔ اس پر نقشے کی طرح خاکہ بنا لو۔ پھر چاروں طرف طرف کونوں پر (V) کی شکل کے ٹکڑے کاٹ ڈالو۔ اب نقطے دار لائن پر سے موڑ لو۔ اور کونوں کو تھالی کے پہلو میں چپکا دو۔

تمہارا عجائب خانہ

آگ

گرمیوں میں تم آگ سے کتنی دور بھاگتے ہو مگر کڑاکے کی سردی میں چولھے کی آگ کیسی بھلی لگتی ہے، بس یہی جی چاہتا ہے چولھے سے لگے بیٹھے رہیں۔

پرانے بہت ہی پرانے زمانے کے لوگوں کا خیال تھا کہ آگ میں آتشی گرگٹ رہتے ہیں، اور یہی آگ کی روحیں ہیں۔ بہت سے لوگ تو آگ کو دیوتا سمجھتے تھے۔ اس دیوتا کی پوجا کے لئے انھوں نے مندر بنوائے تھے اور اس کی پوجا کے لئے مندر میں چراغ جلاتے تھے۔ یہ چراغ ایک دو دن نہیں، مہینے دو مہینے نہیں برس دو برس نہیں سینکڑوں سال تک یونہی روشن رہتے تھے۔ ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہ بجھتے تھے۔

ان چراغوں کا برابر جلتے رہنا دنیا کی بہت پرانی بلکہ یوں کہو کہ سب سے پرانی رسم ہے۔ اب سے ہزاروں ہزار برس پہلے کے لوگ بھلا آگ جلانا کیا جانیں، انھیں تو جلی جلائی مل جاتی تھی، جیسے ہمیں کوئی قیمتی پتھر قسمت سے کہیں پڑا مل جائے، تو بھی وہ اس کی جواہرات سے بھی زیادہ حفاظت کرتے ہوں گے تعجب کی کیا بات ہے، فرض کرو آگ بجھ جاتی تو کہاں سے لاتے۔ انھیں جلانے کی ترکیب تو معلوم ہی نہ تھی۔

مگر یہ آگ، یہ قیمتی خزانہ انھیں مل کہاں جاتا تھا۔ ہمارے خیال میں تو بجلی، یہی آسمانی بجلی کبھی کسی درخت پر گرتی ہوگی، درخت میں آگ لگ جاتی ہوگی۔ لوگ بہت ہی دہشت کے ساتھ اس درندے کو دیکھتے ہوں گے، جو درخت کو اس طرح کھا رہا ہے۔ اس کے ٹہنوں اور شاخوں کو توڑ مروڑ رہا ہے، اور اس کی چھال کیسے چاٹ رہا ہے۔ وہ اس کے قریب جانے سے ڈرتے ہوں گے، مگر وہاں سے ہٹنا بھی نہ چاہتے ہوں گے۔ خصوصاً ٹھنڈی

راتوں میں تو جلتے درخت کے آس پاس رہنا بہت ہی بھلا لگتا ہوگا۔

مگر ایک بات ہے۔ پرانے زمانے کا انسان تھا بہت نڈر اور دلیر۔ ممتھ جانتے ہو ممتھ۔ پرانے زمانے میں ہاتھی جیسا مگر اس سے کہیں بڑا بہت گرانڈیل جانور پایا جاتا تھا۔ بہت خوفناک۔ سارے بدن پر بڑے بڑے گھنے بال۔ پرانے زمانے کا انسان اس سے بھڑ جاتا تھا۔ ایک اسی سے نہیں غار میں رہنے والے ریچھوں سے بھی۔

تو جس وقت یہ درخت کی آگ بجھنے لگی ہوگی، اگلے وقتوں کا یہ نڈر انسان ہمت کرکے آگ کے پاس پہنچ گیا ہوگا۔ اب یہ نہیں معلوم کہ پہلے پہل کس انسان نے آگ کے پاس جانے وہاں سے ایک جلتی شاخ اٹھانے اور اس نادر تحفے کو گھر لانے کی ہمت کی۔

ہمارے خیال میں تو یہ بس ایک ہی آدمی کا کارنامہ نہیں۔ یہ پہلی جرأت یا ہمت دنیا کی مختلف جگھوں میں بہت سے لوگوں نے کی ہوگی۔

بہرحال ان لوگوں نے آگ کو پہلی بار قابو میں کیا اور سدھایا۔ بالکل اسی طرح جیسے ہم جنگلی جانوروں کو سدھاتے ہیں، کیسے دلیر تھے، کیسے حوصلہ مند!

ایڈیسن کو جانتے ہو؟ وہی جس نے بجلی کا لیمپ ایجاد کیا۔ مگر بھئی ہمارے خیال میں تو پرانے زمانے کے ان لمبے لمبے ہاتھوں والے ننگے انسانوں کی اس کھوج کے مقابلے میں اس ایجاد کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ اگر اس آگ کا پتہ نہ لگا ہوتا تو ہم میں اور گوریلا بندر یا جاوا کے اوگ اوٹانگ میں شاید ہی کوئی فرق ہوتا تو جناب ان پرانے لوگوں کے بھٹ یا مٹی کے جھونپڑے بھی آگ سے روشن ہوتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انہیں آگ جلانا نہ آتا تھا۔ آگ جلانے کی ترکیب ہزاروں برس بعد اس کی سمجھ میں آئی ہے، اور جب ایک بات سمجھ میں آگئی تو پھر آگ بجھنے کا کیا ڈر ہوا یا بارش سے بجھ بھی گئی تو پھر جل سکتی تھی۔ مندروں میں مسلسل جلنے والے چراغوں کا رواج بہت دنوں بعد تک وہاں غالباً اس زمانے کی یادگار رہیں جب لوگوں کو آگ جلانے کا طریقہ معلوم نہ تھا، اور آگ گویا ایک قیمتی خزانہ تھی۔

ایک بات تمھیں شاید بہت تعجب کی معلوم ہو، اور وہ یہ کہ ہمارا آگ جلانے کا طریقہ وہی پرانا ہے۔ پہلے لوگ ایک لکڑی دوسری

سے رگڑ کر آگ پیدا کرتے تھے۔ یہی بات تھی نا! آج ہم بھی تو یہی کرتے ہیں۔ دیا سلائی کی تیلی بکس کے مسالے پر گھستے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ دیاسلائی جلانے میں ایک سکنڈ بھی نہیں لگتا، اور لکڑیوں کو ایک دوسرے سے رگڑے جاؤ، رگڑے جاؤ تو کہیں آگ پیدا ہو۔ اس میں کچھ نہیں، کچھ نہیں۔ پانچ چھ منٹ تو لگ ہی جاتے ہوں گے۔ چاہے لکڑی کیسی ہی خشک ہو، پھر یہ کہ رگڑنے اور آگ پیدا کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہو۔ ذرا تم تو کوشش کرو شاید ہی جلا پاؤ۔

پرانے لوگوں کے پاس آج کل کے سے اوزار تو تھے نہیں۔ نہ آری، نہ رندا یہ کام وہ تیز دھار کے پتھر اور ہڈی سے لیتے تھے، اور اس طرح کے اوزاروں سے کام لینا کوئی آسان بات تو تھی نہیں۔ رگڑتے رگڑتے، اور چھیلتے چھیلتے گھنٹے لگ جاتے تھے۔ رگڑے رگڑتے لکڑی خوب گرم ہو جاتی آخر جل اٹھتی اور شعلے اٹھنے لگتے۔ غالباً اسی کو دیکھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ دو لکڑیوں کی رگڑ سے آگ پیدا ہوتی ہے، لکڑی گرم ہو جائے جبھی جلتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دیر تک رگڑتے رہو۔

مگر دیا سلائی کی بات دوسری ہے تیلی کے سرے پر مسالا ہوتا ہے جو ذرا سا گھسنے پر آگ پکڑ لیتا ہے۔ اتنی سی دیر رگڑنے سے کتنی گرمی پہنچتی ہوگی۔ بہت ہی ذرا سی۔ تم بس اتنا ہی تو کرتے ہو کہ دیا سلائی کے بکس یا لوہے سے تیلی کو چھو دیتے ہو، اور دیاسلائی فوراً جل اٹھتی ہے۔ اچھا اب مسالے والا سرا چھوڑ کر دوسرا تو گھسو کہیں جلی آگ۔ بس یہی بات ہے جو دیا سلائی کی تیلی تمھیں پانچ پانچ، چھ چھ منٹ تک گھسنا نہیں پڑتی تمھارا کام بس اتنا ہے کہ تیلی کے مسالے والے سرے کو اک ذرا گھسو، اور بس فوراً شعلے نکلنے لگتے ہیں۔

دیا سلائی کی ایجاد کو ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں دیا سلائی کے پہلے کارخانے کی سو سالہ یادگار منائی گئی تھی۔ اس سے پہلے آگ جلانے کا طریقہ دوسرا تھا۔ یورپ میں اب سے سو برس پہلے کے لوگ دیا سلائی کے بکس کی جگہ ایک اور بکس اپنی جیبوں میں لئے پھرتے تھے۔ اس بکس میں تین بھدی بھدی سی چیزیں ہوتی تھیں ایک تو لوہے کا ٹکڑا، ایک پتھر کا ٹکڑا اور ایک اسپنج کی طرح کی کوئی نرم نرم سی چیز

اچھا اب اگر تم ان سے پوچھتے کہ جناب اس کے اندر کیا کیا چیزیں ہیں تو وہ لوہے کو تو اسپات یا فولاد بتاتے، پتھر کو چقماق اور اسپنج جیسی چیز کو سوختہ۔ یعنی وہ چیز جو جلدی سے جل اٹھتی ہے۔

اب بھلا ایک دیاسلائی کے بکس کی جگہ کتنی چیزیں فراہم کرنا پڑتی تھیں، اور بھئی اسے جلاتے کیسے تھے۔ ایک ہاتھ میں فولاد لیا، ایک ہاتھ میں چقماق، فولاد کو چقماق پر مارا ارے، کچھ بھی نہیں ہوا، پھر مارا، پھر کچھ نہیں۔ تیسری بار، چوتھی بار، کہیں پانچویں بار چقماق سے ننھا سا شعلہ نکلا مگر سوختے نے آگ نہیں پکڑی، کہیں چھٹی دفعہ سوختے نے آگ پکڑی۔

آج کل شوقین لوگ دیاسلائی کی جگہ ایک خاص چیز سے سگرٹ جلاتے ہیں۔ انگریزی میں اسے "سگرٹ لائٹر" کہتے ہیں۔ یہ بھی اسی اصول پر تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک تو لوہے کا ٹکڑا ہوتا ہے۔ ایک پتھر (چقماق) ایک پہیا۔ سوختے کی جگہ پٹرول میں تر کی ہوئی بتی ✦

اِدھر یا اُدھر

عبدالوحید خاں اعظم گڈھ
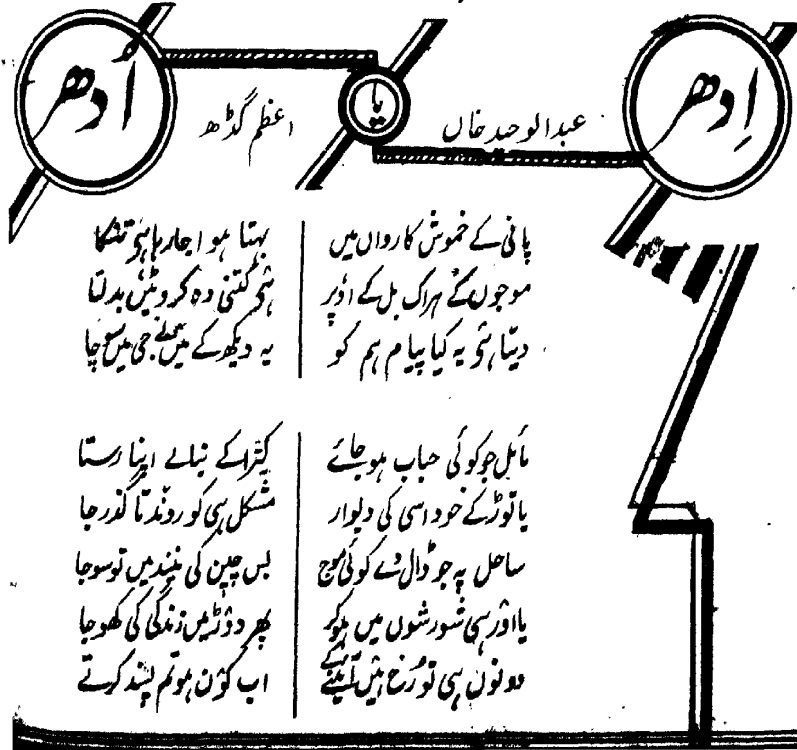
پانی کے خموش کارواں میں
موجوں کے ہر اک بل کے اوپر
دیتا ہے یہ کیا پیام ہم کو

بہتا ہوا جا رہا ہے تنکا
ہے کتنی وہ کروٹیں بدلتا
یہ دیکھ کے میں نے جی میں سوچا

مائل جو کوئی حباب ہو جائے
یا توڑ کے خود اسی کی دیوار
ساحل پہ جو ڈال دے کوئی موج
یا اور ہی شورشوں میں ہو کر
دونوں ہی تو رخ ہیں آئینے

کترا کے نبالے اپنا رستا
مشکل ہی کو روندتا گذر جا
بس چین کی نیند میں تو سو جا
پھر دوڑ میں زندگی کی کھو جا
اب کون ہو تم پسند کرتے

بچّوں کی نظمیں

محمد شفیع الدین نیّر

اصلاح کے بعد

اچھّا لڑکا

جلیل احمد بھوپال

عزیز اک اچھا لڑکا ہے
جب دس کا گھنٹا بجتا ہے
اسکول پہنچ کر لڑکوں سے
جب پڑھنے کا گھنٹا بجتا ہے
اُستاد وہاں جب آتے ہیں
اسکول کی چھٹی ہونے پر

وہ صبح سویرے اُٹھتا ہے
خوش ہو کر مکتب جاتا ہے
تعلیم کی بحثیں کرتا ہے
فوراً ہی کلاس میں جاتا ہے
آداب بجا وہ لاتا ہے
سیدھا وہ گھر کو آتا ہے

رشید

نور محمد صابر فاروقی

ہے نام اس کا پیارا
ایک دن وہ لال بنے گا
قاسم سا جرنیل بنے گا
غربا کا دل شاد کرے گا

ہے یہ بہت دلارا
اپنی قوم کی ڈھال بنے گا
طارق سا جرنیل بنے گا
سب کا دل آباد کرے گا

صابر کو مسرور کرے گا
گھر بھر کو پر نور کرے گا

بدّھو میاں

معین الدین، گیا

لڑکا تھا اک نام جمیل
پڑھتا تھا وہ ساتھ مرے
بدخصلت تھا اور اوباش
کرتا فتنہ اور فساد
بچے اس سے سب ڈرتے
دوست تھا اس کا ایک عزیز
ٹیچر کہتے جو ابی کارڈ
یہ تینوں تھے شیر و شکر
حال کروں کچھ اس کا بیاں
مل کر ایک دن تینوں یار
ان کی پڑی بھٹوں پہ نظر
توڑ چکے تینوں کچھ مال
رہ گئے یہ ہکّا بکّا

نام تھا اچھا کام ذلیل
کرتا تھا وہ کام بُرے
کھیلا کرتا تھا وہ تاش
سبق نہ رہتا اس کو یاد
ہر دم اس کا دم بھرتے
جس کو نہیں تھی کچھ بھی تمیز
ساتھی تھا اس کا ایک گارڈ
رہتے ساتھ یہ شام و سحر
کیسے ہیں یہ بدھو میاں
کھیت پہ جا پہنچے اک بار
توڑ لیے چپکے سے بڑھ کر
دوڑا دہقانی کر چال
اس نے لگایا اک دھکا

ہو گئے اب تینوں سیدھے
طور طریقے سب بدلے

نوجوانوں سے

کے سی درما

اے ہند کے جوانو!
اے ہند کے جوانو!
کیوں اتنا سو رہے ہو وقت اپنا کھو رہے ہو
ہے وقت اب بھی کافی ہشیار تو ذرا ہو
اب سو چکے ہو اتنا ہشیار تو ذرا ہو
کرنا ہے کام جو کچھ پورا تو اس کو کر لو
آگے جو بڑھ گئے ہیں جا کر انھیں پکڑ لو
آپس میں خوب مل کر آگے قدم بڑھانا
کانٹوں کو اپنی رہ سے پہلے تو تم ہٹانا
یہ ہے سبق تمھارا "آگے قدم بڑھاؤ"
تم اس کو یاد کر لو پیچھے نہ ہٹنے آؤ
راہیں کڑی ملیں گی اُن سے بھی ہے گذرنا
ٹوٹی ہوئی ہے نیا دریا ہے پار کرنا
تم مت ڈرو ذرا بھی غم کی گھٹا جو چھائے
آنسو نہ تم بہاؤ گھر کی جو یاد آئے
محنت کروگے آخر پورا وہ کام ہوگا
ہمت سے کام لوگے دنیا میں نام ہوگا
درما کی یہ نصیحت تم دھیان دے کے سُن لو
کر کے عمل اسی پہ دنیا میں نام کر لو

سیر

سید مہدی امام رضوی

صبح سویرے آنکھ جو کھولی
بستر سے میں جھٹ اُٹھ بیٹھا
ٹھنڈی ہوا چلتی تھی ہر سو
ہولے ہولے چلتا چلتا
رنگ برنگے پھول کھلے تھے
دیکھ کے پھولوں کی شان شوکت
پیارے پیارے اچھے منظر
تیتری کا وہ تانا بانا
کیا ہی پیارا باغ کا منظر

چوں چوں، چوں چوں چڑیا بولی
اور لیا اک باغ کا رستہ
کوئل کرتی تھی کو کو - کو کو
باغ میں آخر جا ہی پہنچا
شبنم سے دلکش وہ بستہ
آتی تھی آنکھوں میں طراوت
کہاں میسر ہم کو گھر پر
اِدھر سے جانا اُدھر سے آنا
آہا آہا باغ کا منظر

نہر کی سیر

محمد اعظم جوہر

آؤ آؤ نہر کو جائیں
کاغذ کی اک ناؤ بنائیں
[illegible] آگے جائے
نہر میں تیریں خوب مزے سے
بیٹھیں اس کے کنارے پر ہم
آؤ آؤ نہر کو جائیں

جا کر اپنا دل بہلائیں
پانی میں [illegible]
ہم بھی آگے [illegible]
نہر میں گھس کر [illegible]
گیت سہانے مل کر [illegible]
جا کر اپنا جی بہلائیں

جو بات کہو صاف ہو ستھری ہو بھلی ہو
کڑوی نہ ہو کھٹی نہ ہو مصری کی ڈلی ہو
(محمد اسمٰعیل میرٹھی)

پروفیسر محمد عبدالغفور - ایم اے

آج چاند کی چودھویں تاریخ ہے۔ ذرا اوپر نظر اٹھاؤ۔ اہا چندا ماموں کی آن بان دیکھو! کیسی شان سے مسکرا رہے ہیں۔ پھر روشنی کیسی ٹھنڈی ٹھنڈی۔

اب ذرا نیچے کی طرف نگاہ کرو۔ اپنی زمین کی طرف۔ کتنی بے رونق، بے آب، ناہموار، غیر شفاف کیوں ہے نا۔ شاید یہی بات تم بھی اپنے دل میں سوچ رہے ہو۔

مگر کبھی ہم نے اپنے چندا ماموں کو غور سے نہیں دیکھا، بس ان کی روشنی پہ لوٹ ہو گئے۔ اچھا ذرا دیکھو تو ان کے چہرے پر یہ بڑھیا ہے یا کیا ہے۔ بیٹھی چرخا سا گھما رہی ہے۔ نہیں جی بڑھیا، وڑھیا نہیں، خرگوش ہے خرگوش۔

واہ صاحب واہ۔ خرگوش کہاں سے آیا کیکڑا تو صاف نظر آ رہا ہے۔

لیجئے صاحب کہاں تو ابھی آپ چندا ماموں
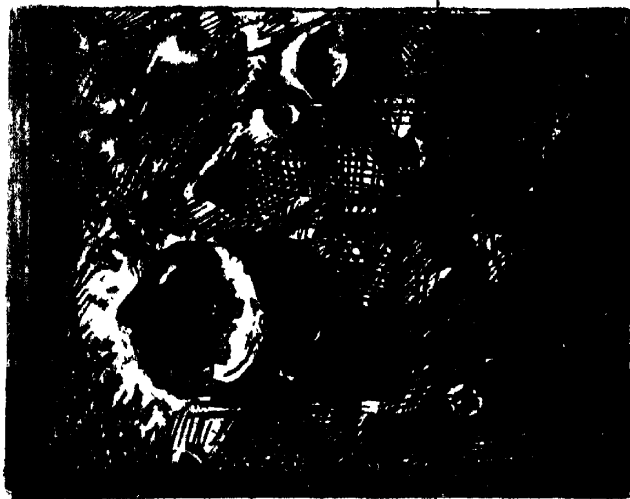
کی تعریفوں کے پل باندھ رہے تھے۔ کہاں ان بے چاروں کے بارے میں ایسی بہکی بہکی باتیں کہنے لگے اور جو کہیں تمھیں ایٹم بم پر بٹھا کر چندا ماموں کے پاس بھیج دیا جائے تو سچ جانو تمھاری

آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ وہاں سے تمھیں زمین ایسی صاف شفاف نظر آئے گی کہ بس دیکھا کرو۔ کم سے کم چندا ماموں کے ہنس مکھ چہرے کو تو بالکل بھول جاؤ۔

چاند کی سطح زمین کی سطح کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کسی کے منہ پر گرمی دانوں کی جگہ پھڑیاں نکل آئی ہوں، چاند زمین کے مقابلے میں ایک چھوٹا سا کرہ ہے، اور اس پر پچاس پچاس میل چوڑے دہانے اور ہزار ہزار فٹ گہری کھائیاں۔ ہماری زمین اس سے کہیں زیادہ صاف شفاف ہے۔

ہماری زمین کو لوگ نارنگی جیسا بتاتے ہیں۔ مگر نارنگی پر ذرا ہاتھ پھیر کر دیکھو کیسی کھردری اور ناہموار معلوم ہوتی ہے۔ کوئی الف لیلہ کا جن زمین کی سطح پر ہاتھ پھیر کر دیکھے تو اُسے کھردرا نہ پائے گا۔ تم اپنے جی میں کہتے ہوگے واہ جناب ہمالیہ پہاڑ کی ۵½ میل اونچی چوٹیوں سے جن کا ہاتھ چھل نہ جائے گا؟ اور کھردرا پن کسے کہتے ہیں۔ مگر جناب اس جناتی ہاتھ میں آٹھ ہزار میل قطر کی پوری گیند بھی تو ہوگی۔ اتنے بڑے قطر کی گیند پر ۵½ میل اٹھی ہوئی جگہ بس ایسی معلوم ہوگی جیسے کسی کے منہ پر خشخاش کے برابر دانہ نکل آیا ہو۔ ہمارے پہاڑ کم سے کم ۵۰ میل اونچے ہوں، تب ان کی سطح نارنگی جیسی کھردری ہوگی۔ بس یہ سمجھ لو کہ تمھارے گلوب پر کاغذ میں کہیں ذرا سی سلوٹ بھی پڑ گئی تو گویا ۷ میل اونچے پہاڑ کا نشان پڑ گیا۔ ایورسٹ کی چوٹی سے بھی دو میل اونچا۔

اپنے وطن کی بڑائی سبھی کرتے ہیں مگر بعض لوگ خواہ مخواہ شیخی بگھارتے ہیں۔ سکاٹلینڈ چھوٹا سا پہاڑی ملک ہے۔ ایک مرتبہ وہاں کے ایک صاحب بولے:۔ ہمارا ملک! ارے صاحب اس کے کیا کہنے! پہاڑوں کی بدولت کچھ سکڑ سا گیا ہے۔ ان پہاڑیوں کو زمین پر پھیلا دیا جائے تو انگلینڈ سے کہیں بڑا ہو جائے مگر یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ ایلپس جیسا بڑا پہاڑ بھی زمین کے برابر کر دیا جائے تو سوئٹزرلینڈ کی سرحدیں محض ۷ میل اور بڑھ جائیں گی، اس پہاڑ کو پورے یورپ پر پھیلا دیا جائے تو اس براعظم کی سطح بس ۲۲ فٹ اور اونچی ہو جائے گی۔ پہاڑوں کی اونچائی کے مقابلے میں تو سمندروں کی گہرائی زیادہ ہوتی ہے۔ اگر ایورسٹ کو اٹھا کر بحر الکاہل میں رکھ دیا جائے تو اس کی سطح پر چلنے والے جہاز کو یہ بھی پتہ نہ چلے کہ اس کی تہہ میں کیا کھلونا رکھا ہے۔ سمندر کی سطح ایورسٹ کی چوٹی سے ۱½ ہزار فٹ اونچی رہے گی ❊

لوگ زمین کو نارنگی جیسا بتلاتے ہیں، مگر نارنگی میں تو پھانکیں ہوتی ہیں۔ زمین کی نارنگی میں پھانکیں کہاں۔ اس میں تو چھلکے ہی چھلکے ہیں۔ جیسے پیاز کی تہیں اوپر تلے اُترتی چلی آتی ہیں۔ زمین میں بھی ایک تہہ کے نیچے دوسری تہہ اور ایک زمین کے نیچے دوسری زمین ہے۔

سچ پوچھو تو اوپری تہہ کی اونچ نیچ بھی نارنگی جیسی نہیں۔ ہاں کئی دن کا رکھا ہوا خشک سیب یا بالائیں بھنی ہوئی شکرقندی کی اونچ نیچ ہماری زمین سے زیادہ مشابہ ہے۔

اصل میں ہماری زمین پہلے پہل مختلف گیسوں اور سیال مادّوں کا ایک کرہ تھی، کچھ ٹھنڈی پڑی تو اوپر کی سطح جم گئی۔ لیکن سیال مادّوں کے زور سے مدّتوں اس کے بعض حصّے اُبھرتے اور بعض حصّے پچکتے رہے۔ گویا زمین کے مختلف حصے ایک دوسرے کے ساتھ ترازو کا کھیل کھیلتے رہے کبھی اوپر کبھی نیچے یہ زمین کے بچپن کی باتیں ہیں اور بچپن میں تم جانو ہر ایک کا دل اچھل کود ہی میں لگا رہتا ہے۔ تو زمین بھی اس زمانے میں اسی قسم کے تماشے کرتی رہی۔ کبھی سمندر کی تہہ کو اتنا اونچا اٹھادیا کہ پہاڑ بن گئے۔ کبھی پہاڑوں پر سمندر کا پانی بہادیا۔ ہمارا ہمالیہ پہاڑ بھی تو سمندر کی تہہ سے اُبھرا ہے۔ تمھیں اعتبار نہیں آیا! اپنے جی میں کہتے ہوگے، بھلا پتھروں اور چٹانوں کے اتنے عظیم الشان تودے سمندر کی تہہ سے کیسے نکل سکتے ہیں۔ مگر بھئی ہے یہ پکّی بات۔

یہ تو ہم بتا نہیں سکتے کہ کتنے دنوں پہلے کی، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت دنوں پہلے کی بات ہے کہ ہمالیہ کی جگہ ایک سمندر تھا، سائنس داں اسے (TETHYSSEA) کہتے ہیں۔ مدّتوں یہ سمندر پانی مٹّی اور گادے بھرتا رہا اس کے اِدھر دکن کی سطح مرتفع اُدھر تبت سے پرے جھیل بیکال کا انگارا لینڈ۔ یہ دونوں زمینی علاقے بہت پرانے اور پختہ تھے اب کہیں زمین کے اندر ہی اندر ہنڈیا کی طرح اُبال آیا اس سے مادّے اِدھر سے اُدھر ہوگئے۔ ان کا اِدھر سے اُدھر ہونا تھا کہ سیال مادّے کی دنیا زمین سے باہر نکلنے کو تڑپنے لگی۔ کوئی راستہ نہ ملا تو اس سمندر کی تہہ سے سر باہر نکالنا چاہا دکن اور جھیل بیکال کا انگارا لینڈ تو گویا زمین جنبد نہ جنبد گل محمدؐ بنے رہے۔ ساری آفت اس سمندر کی تہہ پر آئی، وہاں سے جو اس مادّے نے زور لگایا تو پورے سمندر کا مواد ۲۹ ہزار فٹ کی اونچائی تک پہنچا کر دم لیا اور سمندر کو پہاڑ بنادیا۔ پہاڑ بھی ایسا ویسا نہیں، ہمالیہ پہاڑ۔

تم پھر مسکرائے، اجی حضرت یہ کوئی ہوائی باتیں نہیں ہمارے پاس جیتے جاگتے ثبوت موجود ہیں ہمالیہ پر آج بھی سمندری جانوروں کے ڈھانچے کثرت سے ملتے ہیں خصوصاً شیل فش (SHELL FISH) جو ایک زمانے میں سمندر کی گار میں پھنس کر رہ گئی تھی، اب اس کے فاسل یعنی پتھر بنے ہوئے ڈھانچے ہمالیہ کی چٹانوں میں جگہ جگہ پائے جاتے ہیں

اور چٹانوں سے زیادہ دلچسپ یہی گار والی چٹانیں ہیں جو مختلف زمانوں میں سمندر کی تہہ سے اُبھر آئی ہیں۔ چٹانیں کاہے کو ہیں پرانے جانداروں کے عجائب گھر ہیں۔ اُن کی تہوں میں آج بھی پرانے پودوں، پھولوں، پتیوں اور ان پودوں کے زمانے کے جانداروں کے ڈھانچے محفوظ ہیں۔ کہیں کہیں پورا پودا پتیوں سمیت جم کر رہ گیا ہے۔ کہیں شیل فش پتھر میں کچھ اس طرح لگی ہوئی ہے جیسے ابھی ابھی تیر کر گئی ہو۔ کہیں کہیں تو ان جانداروں کے پیروں کے نشان ہی رہ گئے اور جم کر ہمیشہ ہمیش کے لئے محفوظ ہو گئے۔

یہ چٹانیں بہت باقاعدگی سے تہہ بہ تہہ پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ان کے مختلف زمانوں کا پتہ بھی چلتا رہتا ہے۔ جتنا اونچا اور مقابلتہً نیا پہاڑ ہوگا وہیں گار والی چٹانیں زیادہ پائی جائیں گی۔ ایلپس یا انڈیز یا ہمالیہ، غرض کوئی پہاڑ ہو چٹانیں اور ان میں بسنے والے سمندری جانداروں کے ڈھانچے سبھی جگہ پائے جاتے ہیں۔

مونوریل

مرزا سکندر حیات، کلکتہ

مونوریل کار یورپ کی ایک دلچسپ ایجاد ہے۔ اس کے لیے ریل کی بس ایک ہی پٹری ہوتی ہے، اور اس ایک پٹری پر یہ فراٹے بھرتی چلی جاتی ہے۔ اس ریل کے ڈبے عام گاڑیوں کے ڈبوں سے کم چوڑے ہوتے ہیں۔ پہیے بھی ان گاڑیوں کے پہیوں سے کم ہوتے ہیں۔ قریب قریب آدھے اس وجہ سے مونو ریل کار ہلکی ہوتی ہے۔ اس کا ہلکا ہونا اس کی رفتار کی تیزی میں مدد دیتا ہے۔ ہمارے ملک میں ریل گاڑیاں عموماً ۴۰، ۴۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہیں مونوریل کار کی رفتار ۱۲۰ سے لے کر ۱۴۰ میل فی گھنٹہ تک ہے۔ کتنا فرق ہے!

مگر سب سے اہم اور نرالی بات تو یہ ہے کہ یہ لنگڑی ریل ایک ٹانگ یا ایک ہی پہیے کے بل پر کھڑی کیسے رہتی ہے، اور پھر چلتی کیسے ہے۔ تم سائیکل پر چڑھتے ہو؟ خیر نہ سہی۔ یہ بات تو تمہیں بھی معلوم ہی ہوگی کہ سائیکل سوار کو اپنا وزن ٹھیک رکھنا پڑتا ہے، یا یوں کہو کہ توازن قائم رکھنا پڑتا ہے۔ لوگ شروع شروع سائیکل چلانا سیکھتے ہیں، سائیکل گر گر پڑتی ہے۔ اسی لئے تو کہ لوگوں کو اپنا وزن قائم رکھنے کی مشق نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس گاڑی میں بھی توازن قائم رکھنا

پڑتا ہے۔ ورنہ گاڑی زمین پر لیٹی ہوئی نظر آئے۔

اصل میں اس گاڑی میں ایک آلا لگا ہوتا ہے۔ وہ اسے سنبھالے رکھتا ہے۔

نیچے کی طرف چھلّے میں ایک کیل سی لگی ہوتی ہے۔ نوک دار کیل۔

یہ پہیّا بالکل اسی طرح گھومتا ہے جس طرح گھڑی کی مشین کا پہیّا، تم اس پہیّے کو

انگریزی میں اسے جیرو سکوپ کہتے ہیں (GYROSCOPE) کہتے ہیں۔ جب تم لٹّو گھماتے ہو تو گھومتے وقت کہیں گرتا ہے۔ جیرو سکوپ بھی اسی اصول پر بنایا گیا ہے۔ اسے بھی لٹّو ہی کی ایک قسم سمجھو۔ تصویر دیکھو۔ ا تو دھات کا پہیّا ہے۔ ب اس کا دُھرا (یا محور) اور ح ایک گول چھلّا (یا حلقہ) پہیّے کے دُھرے کے دونوں سرے چھلّے سے ملے ہوئے ہیں۔

گھما کر چھلّا کسی چیز پر کھڑا کر کے رکھ دو، پہیّا جب تک گھومتا رہے گا، چھلّا اپنی جگہ کھڑا رہے گا۔

اچھا اب ذرا مونو ریل کی تصویر دیکھو۔ تصویر کیا ہے ایک خاکا سا ہے۔ اس میں ا اور ب دو جیرو سکوپ لگے ہیں یہ دونوں بجلی کے زور سے دو مختلف سمتوں میں بہت تیزی سے گھومتے ہیں۔ بھلا ایک منٹ میں کَے بار گھومتے ہوں گے؟ تین ہزار مرتبہ

ان کی تیزی یا تیز رفتاری کا اندازہ اس سے کرو کہ ایک دفعہ انھیں چلا کر بجلی بند کر دی جائے تو یہ لگاتار ۲۴ گھنٹے تک گھومتے رہتے ہیں۔ اس گاڑی کو جیرو ریل بھی کہتے ہیں یہ مانچسٹر اور لورپول کے درمیان چلتی ہے۔ رفتار ۱۰۲ میل فی گھنٹہ۔ ایک گاڑی آئرلینڈ میں بھی چلتی ہے رفتار ۸۳ میل فی گھنٹہ۔ یہ گاڑی کہیں ہمارے دیس میں بھی چلنے لگے تو وقت کی کتنی بچت ہو۔

سگرٹ

ماسٹر تبارک علی عبرت صدیقی۔ بریلوی

بہت بُرا ہے سگرٹ پینا	جل جاتا ہے اس سے سینا
دِل کا زور گھٹا دیتا ہے	کم ہمت یہ بنا دیتا ہے
سانس کا روگ لگاتا ہے یہ	بے جا خرچ کراتا ہے یہ
خون کو پتلا کر دیتا ہے	نزلہ پیدا کر دیتا ہے
تھوک بہت کرتا ہے پیدا	بڑا بُرا ہے چسکا اس کا
اِس کا دھواں تم غور سے سن لو	کم کرتا ہے بینائی کو
مفلس اور نادار بنانا	بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اِس کا
بات تمھارے ہے مطلب کی	باندھو اس کو گرہ میں اپنی

عبرت کا یہ کہنا مانو
آج سے اِس کو دشمن جانو

مد و جزر
یا جوار بھاٹا

سید جمالی گیاوی

سرِ شام بکھرے ہوئے تھے ستارے
چمکتے تھے رہ رہ کے سارے کے سارے

اسی طرح وہ ٹمٹماتے تھے ۔ اکثر
کہ جیسے ہوں جگنو سمیٹے ہوئے پر

ٹہلنے کو پھر میں چلا گھر سے اپنے
قدم لڑکھڑا کر لگے تھے بہکنے

اسی طرح پہنچا میں دریا کنارے
تو دیکھا کہ پانی ہے سینہ اُبھارے

نگاہیں جو پہنچیں سمندر کی تہہ تک
تو دیکھا رسائی ہے موجوں کی مہ تک

سمندر تو زیر و زبر ہو رہا ہے
حقیقت میں مدّ و جزر ہو رہا ہے

مہینے میں چند بار ہوتا ہے ایسا
بلندی پہ اُٹھ آئے پانی کی دُنیا

کشش چاند میں بھی ہے دُنیا ہی جیسی
مگر اس سے کھنچتا ہے پانی ہی پانی

یہی چاند بڑھ کر ہوا جب کہ پورا
تو قوت سے اس نے سمندر کو کھینچا

سمٹ کر ہوا پانی دریا کا یک جا
زمیں پر پہاڑ ایک پانی کا اُٹھا

ہوا گھٹ کے جب چاند چھوٹا ذرا سا
تو مُڑتا ہے خشکی سے پانی کا دھارا

مگر جب اُترتا ہے خشکی سے پانی
تو کوڑے بہاتی ہے اس کی روانی

بڑے کام آتی ہے پانی کی حرکت
کہ ہوتی ہے اس سے زمیں پر تجارت

سبق دے چکا تم کو جغرافیے کا
بس اب گھر چلو ہو رہا ہے اندھیرا

غلام

امان اللہ خاں مسرت - اچھرہ

کھیل میں کام کرنے والے

بوڑھا سنیاسی
رامو
ایک غلام
چند غلاموں کے سوداگر

(پرانا زمانہ۔ ایک بوڑھا سنیاسی سنسان جنگل میں اپنے ایک شاگرد کے ساتھ رہتا ہے۔ چہرے پر جوانوں کا حوصلہ اور بشاشت۔ اپنی جھونپڑی کے باہر گنگنا رہا ہے)

الٹی یہاں کی ریت ہے بابا — الٹی یہاں کی ریت
ہارے جو اس کی جیت ہے بابا — ہارے جو اس کی جیت
الٹی یہاں کی ریت

کون ہمارا میت ہے بابا — کون ہمارا میت
الٹی یہاں کی ریت

دھوکا یہاں کی پریت ہے بابا — دھوکا یہاں کی پریت
الٹی یہاں کی ریت ہے بابا — الٹی یہاں کی ریت

(تھوڑی دیر کے بعد خاموش ہو جاتا ہے۔ پھر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنہائی سے گھبرا کر آواز لگاتا ہے)

"رامو - رامو"

(اچانک ایک لڑکا جھونپڑی کے پیچھے سے نکل کر آتا ہے۔)

رامو:۔ جی بابا۔

سنیاسی:۔ کیوں بیٹے تم مجھے عجیب شخص سمجھتے ہو نا؟

رامو:۔ جی ہاں بابا، بابا مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے بابا۔ (سنیاسی اپنا شفقت بھرا ہاتھ رامو کے سر پر پھیرتے ہوئے مسکراتا ہے)

سنیاسی:۔ رامو! میں برسوں سے یہاں اکیلے رہتے رہتے اکتا گیا ہوں۔ اس تنہائی سے چھٹکارا پانے کے لئے میں نے تمھیں پرماتما سے منگوایا ہے

رامو:۔ اچھے بابا، میں آپ کی خدمت کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ آپ میرے باپ ہیں۔

(کچھ فاصلے پر چیخنے چلانے کی آواز آتی ہے)

راموؔ ذرا دیکھو تو........ کون ہے؟

(راموؔ آگے آگے چلتا ہے سنیاسی پیچھے پیچھے ہولیتا ہے)

سنیاسی :۔ (بائیں طرف اشارہ کرکے) وہ دیکھو راموؔ! انسان بھیڑئے کا روپ لے چکا ہے، آدمی آدمی کے گلے پر چھُری چلا رہا ہے بیچارے نوجوان کو چار آدمی کس بے دردی سے پیٹ رہے ہیں! پرماتما جانے کیا بات ہے؟

راموؔ :۔ یہ غلاموں کے سوداگر ہیں بابا! انجان نوجوان لڑکے ان کے ہاتھوں سودے سلف کی طرح بیچے جاتے ہیں، جو اُن کے ساتھ سے انکار کرتا ہے اُسے جان سے مار دیتے ہیں۔ اس نوجوان کا بھی یہی حشر ہوگا شاید!

سنیاسی :۔ اچھا! میں اُسے چھڑاتا ہوں۔ ایشور کی اچھا (مہربانی) سے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

راموؔ :۔ نا بابا! وہ بہت سے ہیں، آپ اکیلے!

سنیاسی :۔ نہیں بیٹا! میرا اور کام ہی کیا ہے؟ مجھے اُن سے ضرور کہنا چاہیے۔

راموؔ :۔ بابا! جانے دیجیے۔ آپ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں اور........

سنیاسی :۔ نہیں مجھے، جانا چاہیے۔

(سنیاسی غلاموں کے سوداگر والوں کے پاس جاتا ہے۔)

سنیاسی :۔ کیا بات ہے بابا!

نوجوان غلام :۔ (عاجزی سے) پرماتما کے لئے مجھے بچائیے۔ یہ مجھے دوبارہ غلام بنا رہے ہیں۔ آزادی ہر شخص کا پیدائشی حق ہے

(مجھے آزاد کروائیے)

سنیاسی :۔ لوگو! تم اس بے چارے کو ناحق کیوں ایذا دے رہے ہو؟

ایک سوداگر :۔ یہ ہمارا غلام ہے۔ ہمیں اس پر ہر قسم کا حق ہے۔

سنیاسی :۔ یہ درست ہے بیٹا؟

نوجوان غلام :۔ لیکن میں نے آزاد جنم لیا تھا۔ مجھے آزاد رہنا چاہیے۔

سنیاسی :۔ صبر سے کام لو بیٹا؟ یہ تمھارا آقا ہے!.......

نوجوان غلام :۔ (سنیاسی کے پاؤں سے لپٹے ہوئے) بابا! اس نے ہم بہت سے ساتھیوں کو خریدا تھا:۔ یہ ہمیں ندی کے اس پار لا رہے ہیں۔ انھوں نے ہمیں بہت پیٹا ہے بابا؟ ہمیں زنجیروں سے جکڑا گیا تھا۔ (روتے ہوئے) ہم پر بہت ظلم کیے گئے ہیں

سنیاسی :- رونا ایک مرد کو زیب نہیں دیتا بیٹا! خاموش رہو۔ صبر سے کام لو!

نوجوان غلام :- میں مظلوم ہوں بابا!

(ایک سوداگر نوجوان کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔)

سوداگر :- چل بے! اب ہو چکی تیری رام کہانی۔

سنیاسی :- میں اس لڑکے کی آپ بیتی سننا چاہتا ہوں۔

سوداگر :- ہماری باتوں میں آپ کو دخل دینے کا حق نہیں۔

(اتنے میں رامو کمان اٹھا کر سوداگر پر تیر چلانے کی تیاری کرتا ہے۔)

سنیاسی :- رامو! تیر کمان رکھ دو۔ ہاں کہے جاؤ اپنی کہانی!

سوداگر :- بابا! اسے جلد ہمارے حوالے کر دو ورنہ میرے آدمی حملے سے نہیں چوکیں گے۔

سنیاسی :- موت کا خوف دلاتے ہو؟ اگر کسی کی زندگی بچانے میں میری اپنی جان تک تلف ہو جائے تو اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے ...... تم سناتے کیوں نہیں بیٹا؟

نوجوان غلام :- یہیں ان زنجیروں کے ساتھ میلوں تک گھسیٹا گیا، کئی بار دم نکلنے کو ہوا...... ہم نے بڑے بڑے بوجھ بھی اٹھائے ...... بہت سختیاں ہوئیں ہم پر!...... ہمارے کچھ ساتھی ان سے بھاگ گئے ...... اور میرا چھوٹا بھائی ...... تو ان کی روز روز کی ایذاؤں سے بچنے کے لئے ...... اللہ کو پیارا ہوا۔

سنیاسی :- پرماتما اس کو جنت میں جگہ دے بیٹا! لیکن تمھیں ان کے ساتھ جانا ہی ہوگا اسے اپنا آقا سمجھو!

نوجوان غلام :- (سنیاسی کے پاؤں میں لوٹتے ہوئے) پرماتما کے لئے مجھ پر رحم کرو بابا! مجھے اپنے پاؤں میں لوٹ لوٹ کر جان دے دینے دو۔ لیکن خدا کے لئے مجھے ان ظالموں کے سپرد نہ کرو۔

سنیاسی :- لیکن مجھے تمھارے آقا پر کیونکر اختیار ہو بیٹا؟ آج اس کا ضمیر زندہ نہیں ہے۔ شاید پرماتما چند دن بعد اسے نیکی کا رستہ دکھا دے۔ اس کے ساتھ چلے جاؤ؟ اسے معلوم نہیں کہ تمام انسان باہم بھائی بھائی ہیں۔

(سنیاسی لڑکے کو سوداگروں کے حوالے کر دیتا ہے، مگر جاتے وقت دل دوز آوازوں سے سنیاسی سے رحم کی التجا کرتا ہے

نوجوان غلام :- مجھے آپ ہی خرید لیجئے بابا! میں آپ کا غلام بن کر رہوں گا؟ ہاں ہمیشہ ہمیشہ غلام! آپ کی سیوا کے لئے نہ دن کو دن نہ رات کو رات سمجھوں گا۔"

سنیاسی :- میں تمھیں کیسے خریدوں بیٹا؟ میرے پاس ضرورت کی چیزوں کے اور ہے ہی کیا؟ غریبی سے سخت نالاں ہوں، اور زندگی ہے کہ دو بھر ہوتی جارہی ہے (سوداگر سے مخاطب ہوکر) اچھا! تم لڑکے کے عوض میں کیا لوگے؟

سوداگر :- نہیں، نہیں، مجھے لڑکے ہی کی ضرورت ہے۔ اچھا تم اسے خریدنا ہی چاہتے ہو تو مجھے چار بکریاں دے دو؟

سنیاسی :- مگر میرے پاس تو صرف دو ہیں؛

سوداگر :- میں چار سے کم قبول نہیں کر سکتا۔

سنیاسی :- تو پھر تم ہی بتاؤ، میں کس سے فریاد کروں؟ ...... بھائی گوشت اور ناخن جدا نہیں ہو سکتے۔ کیا تمھیں ایشور کا خوف نہیں۔ یہ لوگ بھی تو تم جیسے ہیں اسے چھوڑ دو، اور غریب کی دعائیں لو۔

سوداگر :- نہیں، نہیں یہ میری ملکیت ہے، ہم بکریوں کے معاوضے میں اسے تمھارے سپرد کر سکتا ہوں (سوداگر کا ایک قدم لڑکے کی طرف بڑھتا ہے) اور رامو اپنے تیر کا رخ سوداگر کی طرف کرتا ہے۔ سوداگر کے ساتھی پریشان ہو جاتے ہیں رامو کی یہ حرکت سنیاسی کو بھلی نہیں لگتی۔)

سنیاسی :- رامو۔ تمھیں اس کی سزا ملے گی۔

سوداگر :- اچھا مجھے تین ہی بکریاں دے دو بابا؟

سنیاسی۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس بس دو ہی بکریاں ہیں۔

سوداگر :- تو غلام دے دو مجھے۔

سنیاسی :- (لڑکے سے) بیٹا! میں اس سے زیادہ تمھارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔ اچھا میں تمھیں پرمیشور کو سونپتا ہوں۔

(نوجوان غلام پھر سنیاسی کے پاؤں میں لوٹتا ہے)

نوجوان غلام :- اچھا بابا! میں جاتا ہوں۔ آپ کی شفقت اور یہ خلوص بھری دعائیں میرے ساتھ ہوں گی۔ پہلے میں کمزوری محسوس کر رہا تھا لیکن اب آپ کی شکتی مجھ میں منتقل ہوگئی ہے۔ (لڑکا اٹھتا ہے۔ سنیاسی اسے شفقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔)

(پردہ گرتا ہے)

دنیا کا سب سے مشہور مینار پیسا (اٹلی) کا ٹیڑھا مینار ہے یہ سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اونچائی کوئی ۱۷۹ فٹ ہے۔ ایک پندرہ منزلہ عمارت کے برابر۔ قطب مینار کی طرح اس میں بھی اندر ہی اندر سیڑھیاں چلی گئی ہیں، اوپر تک۔ یہ اب سے لگ بھگ کوئی آٹھ سو سال (۱۱۷۴ء) پہلے بننا شروع ہوا تھا، اور ۱۷۶ سال میں مکمل ہوا۔ غالباً بیچ میں کسی وجہ سے اس کی تعمیر ملتوی ہو گئی تھی۔ اس کی بنیاد نرم زمین اور ریت پر رکھی گئی تھی۔ شاید اسی لئے تیسری گیلری بننے کے بعد جھکنے لگا تھا، اور اب تو یہ کوئی ۱۶½ فٹ ایک طرف کو جھکا ہوا ہے۔ اس کے پاس پیسا (شہر) کا بڑا گرجا ہے۔ گرجا کا گھنٹہ اسی مینار میں ہے۔

۴ اِنچ مربع کا غذ لے کر نقشے کے مطابق موڑ لو۔ خانے ۱، ۲، ۳، ۴ کاٹ دو۔ ۱۱ نمبر کا خانہ کرسی کی سیٹ بنائے گا۔ خانہ نمبر ۵، ۶، ۷ اور ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو موڑ دو۔ ان سے کرسی کے ہتے بن جائیں گے۔ خانہ نمبر ۸ اور ۱۶ کو خانہ نمبر ۱۲ کی دوسری طرف موڑ دو۔ ۸ کو ۷ پر اور ۱۶ کو ۱۵ پر چپکا دو

ہتوں کو نقشے کے مطابق کاٹ دو۔

۱۳	۹	۵	۱
۱۴	۱۰	۶	۲
۱۵	۱۱	۷	۳
۱۶	۱۲	۸	۴

بتاؤ تو میں کیا ہوں

میں نو حرفوں سے مل کر بنا ہوں، اور مجھے ہر بچہ جانتا ہے۔

میرا پہلا حرف پارس ناتھ میں ہے ہزاری باغ میں نہیں۔

میرا دوسرا حرف یورپ میں ہے روس میں نہیں۔

میرا تیسرا حرف امریکہ میں ہے جرمنی میں نہیں

میرا چوتھا حرف میسور میں ہے بمبئی میں نہیں۔

میرا پانچواں حرف ترکستان میں ہے پاکستان میں نہیں۔

میرا چھٹا حرف عراق میں ہے دمشق میں نہیں۔

میرا ساتواں حرف لاہور میں ہے دہلی میں نہیں۔

میرا آٹھواں حرف یمن میں ہے حجاز میں نہیں

میرا نواں حرف منچوریا میں ہے منگولیا میں نہیں۔

جواب (پیام تعلیم)

بدر منیر، سپورہ

پوشاکوں کے نام تلاش کیجئے

کل راج کورٹ میں جلسہ ہے۔ کوٹ

آج آشا لاہور سے واپس آئی۔ شال

سرتاج احمد شمسی کلکتہ

پہیلیاں

۱۔ گھونسلے میں گھونسلا
گھونسلے میں انڈا
بتاؤ تو بتاؤ ورنہ مارو گا ڈنڈا

آم

۲۔ ایک شیشی میں دو رنگ کا پانی

انڈا

۳۔ ایک چیز ایسی جس کو جولاہا بھی نہ بن سکے۔

(بئے کا گھونسلا)

۴۔ ایک چیز ایسی جس کو روزانہ کھاتے ہیں۔ اگر ہم اس کا سر کھالیں تو نہیں مریں گے۔ اگر پیچھے کا حصہ کھالیں تو مرجائیں گے۔

قسم

عظمت اللہ۔ جامعہ نگر

بوجھو تو جانیں۔

۱۔ بی بی رشید کہاں ہے — بیر

۲۔ گنوار ملازم (اپنے آقا سے) میں نے سنا ہے کہ کھجور کہیں جارہے ہیں۔ — کھجور

۳۔ ماموں کا مرغا مرچکا ہے — مرچ

۴۔ ارے کالو، دیکھو یہ رہی میری گھڑی مجھے انعام میں ملی تھی — آلو

عظمت اللہ جامعہ نگر

۱۔ سر ہے تو آنکھ نہیں، آنکھ ہے تو سر نہیں

سوئی اور آلپین

۲۔ وہ کون سی چیز ہے جو خود ہی آگ لگاتی ہے، اور دوسرے کی جان لیتی ہے۔

کارتوس

قاضی جمیل احمد

لطیفہ

ایک شخص بھینگا تھا (ایک ہی چیز د[illegible] دی دیتی تھیں)، ایک دن وہ ایک ڈاکٹر کے پاس گیا، اور کہنے لگا "دوستو مجھے معلوم نہیں تم میں سے کون ڈاکٹر ہے"

ڈاکٹر تو ایک تھا مگر اس کو دو دکھائی دے رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب خود اسی مرض میں مبتلا تھے، او[illegible] ن سے بھی زیادہ ان کو ایک چیز کی چار دکھائی دیتی تھیں۔ فرمانے لگے:۔ مجھے معلوم نہیں تم چاروں میں سے آخر مریض کون ہے؟

اب تو وہ شخص بہت ہنسا اور کہنے لگا جب آپ اپنا علاج نہیں کرسکتے تو میرا کیا کریں گے۔

محمد نثار خاں، پشاور

رنگ بدلنے کی دوائی

جرمنی میں ایک عجیب قسم کی ایک دوا بنائی گئی تھی، اس کا ٹیکا کسی انسان کے جسم میں لگا دیں تو پندرہ منٹ کے اندر اندر سر سے لے کر پاؤں تک اس کا رنگ سبز ہوجاتا ہے یہاں تک کہ کھوپری کے اندرونی حصے بھی سبز ہی دکھائی دیتے ہیں۔ اس دوا کا اثر صرف دو گھنٹے رہتا ہے۔ اس کے بعد آدمی اپنی اصلی رنگت پر آجاتا ہے

اقبال احمد خان نور

مکتبہ جامعہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

بچوں کی کتابوں کے نئے ایڈیشن

مذہبی کتابیں

آخری نبیؐ	۴؍	سرکار کا دربار	عمر	دس جنتی	۱۰؍
ہمارے نبیؐ	۶؍	سرکار دو عالم	عمر	عقائد اسلام	۴؍
رسولِ پاکؐ	۱۲؍	نبیوں کے قصے	۱۰؍	ارکان اسلام	۶؍
ہمارے رسولؐ	۱۰؍	خلفاء اربعہ	عمر	محاسن اسلام	۱۲؍

معلومات

بجلی کی کہانی	۶؍	سمندر کا عجائب خانہ	عمر	ایورسٹ کی داستان	۵؍
مقناطیس کی کہانی	۵؍	دنیا کے بسنے والے	۱۰؍	تاریخ ہند کی کہانیاں اول	۷؍
بجلی اور مقناطیس کے کھیل	۸؍	دنیا کے بچے	۱۰؍	" " " دوم	۸؍

کہانیاں، ڈرامے، نظمیں وغیرہ

ننھی مرغابی	۵؍	چتو، متو	۵؍	دو بھائی	۸؍
لال مرغی	۶؍	تانبیل خاں	۵؍	عقاب	۸؍

ترکوں کی کہانیاں	۷؍	بچوں کا کھلونا :- از شفیع الدین صاحب نیّر	۱۲؍
ہمت کے پھل	۶؍	بچوں کے اسماعیل	۸؍
شریر لڑکا (ڈراما) از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب	۶؍	ہندوستانی کی پہلی کتاب	۸؍
محنت " از عبد الغفار صاحب مدھولی	۷؍	آسان خوش خطی :- بچوں کے لئے خوش خطی	
قومی نظمیں :- مرتبہ محمود علی خاں صاحب	۸؍	کی چار مشقیں کا پیکٹ قیمت مکمل	عمر

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ نئی دہلی، لکھنؤ، بمبئی ۳

بچوں کا کتب خانہ

الف لیلہ کے افسانے

شہرزاد	۸ر	حرکت میں برکت	۸ر
مرجینا	۸ر	سچی بہادری	۸ر
گلنار بیگم	۸ر	سنجوگ	۸ر

قصے، کہانیاں، وغیرہ

جل پری	۵ر	منی منی کہانیاں	۴ر
صفو دادا	۵ر	سچی لگن	۵ر
بی سیدانی	۳ر	سنہری گھنٹی	۵ر
نادرہ	۵ر	دردانہ	۵ر
ریحانہ	۵ر	گن بھری کہانیاں	۸ر
روشن پری	۵ر	بھولی بکری	۴ر
چھنو	۴ر	لومڑی کی دغابازی	۴ر

پانچ کم تیس۔ مشہور پرانی کتاب طوطا کہانی کی پچیس کہانیاں ۱۲ر

ایک بچے کی کہانی۔ سعید انصاری صاحب نے ایک مشہور افسانہ نگار کی سب سے اچھی کہانی کا ترجمہ کیا ہے۔ ۵ر

آدمی کی کہانی۔ یہ کہانی کیا ہے۔ آدمی یعنی خود ہماری شروع سے لے کر اب تک کی تاریخ ہے۔ ۸ر

کہانی نانی کی زبانی۔ از مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب ۶ر

کلو راجہ	۳ر	جادو کا ڈنڈا	۴ر
ہماری نظمیں	۵ر	نارنجی جوڑے	۲ر

چند اسلامی کتابیں

حبیب خدا۔ آں حضرت صلعم کی سیرت پاک ۸؍ عہ

اچھی کہانی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی ۵ر

نیا میلاد۔ بچوں کے لئے میلاد شریف ۸ر

یاران نبی۔ خلفاء اربعہ کی سیرتیں۔ ۸ر

ستارے۔ مشہور صحابہ کی سیرتیں۔ عہ

سیب شہزادہ اور دوسری کہانیاں

بچوں کے لئے پچیس کہانیوں کا یہ سٹ حال ہی میں ہمارے اسٹاک میں آیا ہے سب کہانیاں بڑی دلچسپ ہیں۔ اچھے اچھے مصنفوں کی لکھی ہوئی ہیں اور بڑی ہی مزے دار اور سبق آموز ہیں۔ مکمل سٹ [illegible]۔ دس کتابوں کا سٹ ہے

مکتبہ جامعہ
دہلی، نئی دہلی، لکھنؤ، بمبئی

دہلی۔ یوپی۔ سی پی، بہار، میسور، قلات، بنگال، آسام، یوپی،
حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے
محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ "منیجر"

پیامِ تعلیم دہلی

ایڈیٹر: محمد حسین حسان

جلد ۲۴ — نمبر ۴

فہرست مضامین اپریل ۱۹۴۶ء

قیمت سالانہ ۳ روپے

ہندوستان سے باہر چار روپے (للعہ)

فی پرچہ ۵ آنے

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے، پی ایچ ڈی۔ دیال پریس دہلی

بچوں سے باتیں

جامعہ کی سلور (۲۵ سالہ) جوبلی پچھلے مارچ میں منائی جانے والی تھی، مگر چند مجبوریوں کی وجہ سے یہ ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ اب یہ شاندار تقریب اگلے اکتوبر میں ہوگی، انشاء اللہ۔ تاریخ کا اعلان بعد میں ہوگا۔

اس اچھے موقع پر جامعہ بہت سے نئے نئے مدرسے کھولنا چاہتی ہے۔ جامعہ میں بہت سی عمارتوں کی کمی ہے۔ مثلاً مسجد کتب خانہ، استادوں کے رہنے کے مکان۔ جامعہ یہ عمارتیں بھی بنوانا چاہتی ہے۔ ان اہم کاموں کے لئے سارے سب ہندوستان سے چندہ ہو رہا ہے۔

ہم بھی اپنے پیام تعلیم کی طرف سے جامعہ کی کچھ مدد کرنا چاہتے تھے۔ پیام تعلیم جوبلی فنڈ کے نام سے ایک فنڈ بھی قائم کیا گیا تھا، کئی پیامیوں نے چندے بھی بھیجے۔ کچھ تو جوبلی کے ملتوی ہو جانے سے اور کچھ پیام تعلیم کے دیر میں چھپنے سے پیامیوں کے ذہن سے یہ بات شاید نکل گئی۔

مگر اب ہمیں امید ہے کہ پیامی اس کام کو پورے جوش سے شروع کریں گے، اور جوبلی تک اتنی بہت سی رقم جمع کر دیں گے جو ان کی اور ان کے پیام تعلیم کی شان کے مطابق ہوگی۔

اس پرچے میں ایک مضمون ہے "خوانچے والا" ذرا پڑھ کے دیکھو کیسا مزے دار ہے۔ ذرا بڑا تھا اس لئے ہم نے دو حصے کر دئے ہیں، دوسرا حصہ اگلے پرچے میں آئے گا۔

یہ محترمی رشید صدیقی صاحب کا مضمون ہے رشید صاحب قبلہ زیادہ تر بڑوں کے لئے لکھتے ہیں مگر جب بچوں کے لئے لکھنے پہ آتے ہیں۔ تو ایسا اچھا لکھتے ہیں کہ بچے پڑھ کر لوٹ ہو جاتے ہیں۔ ان کے پچھلے مضمون خصوصاً "شیخ نیازی" تو بچوں میں بہت ہی مقبول ہوا۔

رشید صاحب نے اب پھر اس طرف توجہ فرمائی ہے۔ امید ہے کہ آپ کی سرپرستی کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

حمد

ماسٹر مبارک علی عبرت صدیقی، بریلوی

کلیاں چٹک چٹک کر لیتی ہیں نام تیرا
ٹھنڈی ہوا کے جھونکے لائے پیام تیرا

پھولوں بھرے چمن میں چڑیاں چہک چہک کر
کرتی ہیں حمد تیری لیتی ہیں، نام تیرا

انداز کہہ رہے ہیں بے ساختہ ہنسی کے
شبنم سُنا رہی ہے گُل کو پیام تیرا

مرکز پہ اپنے قائم ہیں مہر و ماہ و انجم
اپنی جگہ اٹل ہے ہر اِک نظام تیرا

بے وجہ خم نہیں ہیں خورشید کی شعاعیں
جُھک جُھک کے کر رہی ہیں احترام تیرا

تکبیر کی صدائیں گونجی ہوئی ہیں ہر سو
توحید کا ہے نغمہ عبرت کلام تیرا

"ننھے" پیامیوں کے لئے

پتنگ
مُنّی مُنّی کہانیاں

میاں رشید نے ایک دِن پتنگ اُڑائی، پتنگ کچھ اونچی ہو گئی تو ہوا بولی:-

"آؤ میرے ساتھ آؤ، میں تمھیں دُنیا کی سیر کراؤں۔"

پتنگ بولی:- "جی تو میرا بھی چاہتا ہے، مگر اس ڈور نے جو جکڑ رکھا ہے۔"

ہوا بولی:- "یہ کتنی بڑی بات ہے۔ میں تمھاری مدد کروں گی۔"

وہ بہت تیزی سے چلنے لگی، ڈور ٹوٹ گئی۔

ہوا نے کہا:- "لو اب ہم تم دنیا کی سیر کو جاتے ہیں۔"

وہ خوب تیز چلنے لگی۔ پتنگ کو بھی اُڑائے لئے جا رہی تھی۔

پتنگ گھبرا گئی، چلا کر کہنے لگی:- "ارے رے اتنی تیز تو مت چلو، میرا

تو سانس پھولا جاتا ہے۔"

ہوا نے ایک زور کا قہقہہ لگایا، اور اپنی چال اور بھی تیز کر دی۔

دونوں بس اُڑے چلے جا رہے تھے، درختوں پر سے، گھروں پر سے، پہاڑیوں پر سے بہت تیزی سے گذر رہے تھے، اتنے میں سورج کے سامنے بڑا سا بادل کا ٹکڑا آ گیا، اور مینہہ کی موٹی موٹی بوندیں پتنگ پر گرنے لگیں۔

پتنگ چلائی:- "اے بی ہوا، اے بی ہوا، خدا کے لئے میری مدد کرو میں بھیگ رہی ہوں، میں کیسے اُڑ پاؤں گی"

ہوا اُس کے جواب میں دانت نکال کر ہنس پڑی اور بس۔

بوندوں نے پتنگ کو نیچے ڈھکیل دیا۔ یہ ایک نالے میں آ کر گری۔ پانی اور کیچڑ میں لت پت۔

اب تو پتنگ بہت پچھتائی کہنے لگی:- "میں ڈور سے بندھی رہتی تو کاہے کو اس مصیبت میں پھنستی"

چینی کی گڑیا

ننھی رشیدہ کے پاس ایک گڑیا تھی، چینی کی گڑیا، بہت خوب صورت

اس گڑیا کو کھڑا کر دو تو آنکھیں کھول لیتی تھی، لِٹا دو تو بند کر لیتی تھی جیسے سو رہی ہو۔ ننھی رشیدہ نے گڑیا کو بڑے اچھّے اچھّے کپڑے پہنائے تھے، کچھ پیازی پیازی سے۔

ایک دِن گڑیا ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ زمین پر گری، اور ٹوٹ گئی۔

ننّھی رشیدہ کو اس کا بہت غم ہوا، پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی۔

رشیدہ کی ماں نے سمجھایا۔ "ہا! بڑی اچھّی گڑیا تھی، بے چاری ٹوٹ گئی، مگر اب رونے دھونے سے کیا ہوگا"

اب تم تھوڑے تھوڑے پیسے جوڑنا شروع کرو۔ میں تمھیں نئی گڑیا منگا دوں گی۔

ننھی رشیدہ سُبکی بھر کر بولی:۔ "نئی گڑیا اتنی اچھّی تھوڑا ہوگی"

رشیدہ کی اُمّی نے کہا:۔ " واہ بیٹی وہ تو نئی نئی ہوگی، تمھیں اور بھی اچھی لگے گی"

اُنھوں نے تھوڑے تھوڑے پیسے جوڑنا شروع کیے، اور نئی گڑیا بازار سے منگا لی۔

یہ بھی بڑی اچھی گڑیا تھی ، لمبے لمبے بال ، نیلے نیلے کپڑے ۔
مگر ننھی رشیدہ کے دل میں تو وہی پرانی گڑیا بسی ہوئی تھی ۔

بندر اور شہد

ایک پیڑ پر شہد کی مکھیوں کا چھتّا تھا ، مکھیوں نے بہت سا شہد جمع کیا تھا ، چھتّا شہد سے بھرا ہوا تھا ۔

ایک بندر اُس پیڑ پر چڑھا ۔ اس کی نگاہ اس چھتّے پر پڑی ، اُس نے مکھیوں سے کہا :۔

" مجھے شہد بہت اچھا لگتا ہے ۔ تمھاری بڑی مہربانی ہوگی ، بس ذرا سا دے دو "

مکھیاں بولیں :۔ " بھن بھن بھاگ جاؤ ، شہد بس ہماری ضرورت بھر ہے ، ہمیں یہ سارا شہد چاہیے "

بندر بولا :۔ ارے ، ارے ، اتنی بے مروّتی ! تھوڑا سا تو تم دے ہی سکتی ہو "

مکھیوں نے جواب دیا ۔ " جی نہیں ۔ اس وقت تو ہم آپ کو شہد دے دیں

جب سردیاں آئیں تو خود فاقہ کریں ۔ کیوں ؟"

بندر نے ایک بھبکی دی :۔ اگر تم نے مجھے شہد نہ دیا تو میں تمھارا چھتّا توڑ پھوڑ دوں گا "

مکھیوں کو بہت غصّہ آیا :۔" تیری یہ ہمّت ! جا اپنی محنت کا کھا کاہل ، افیمی !!"

مکھّیاں اُسے چمٹ گئیں اور کاٹنے لگیں ، بندر بُری طرح بھاگا ، بے چارے کو شہد کا ایک قطرہ بھی نہ مِلا

اب تو ذرا اس تصویر
میں رنگ بھرو۔
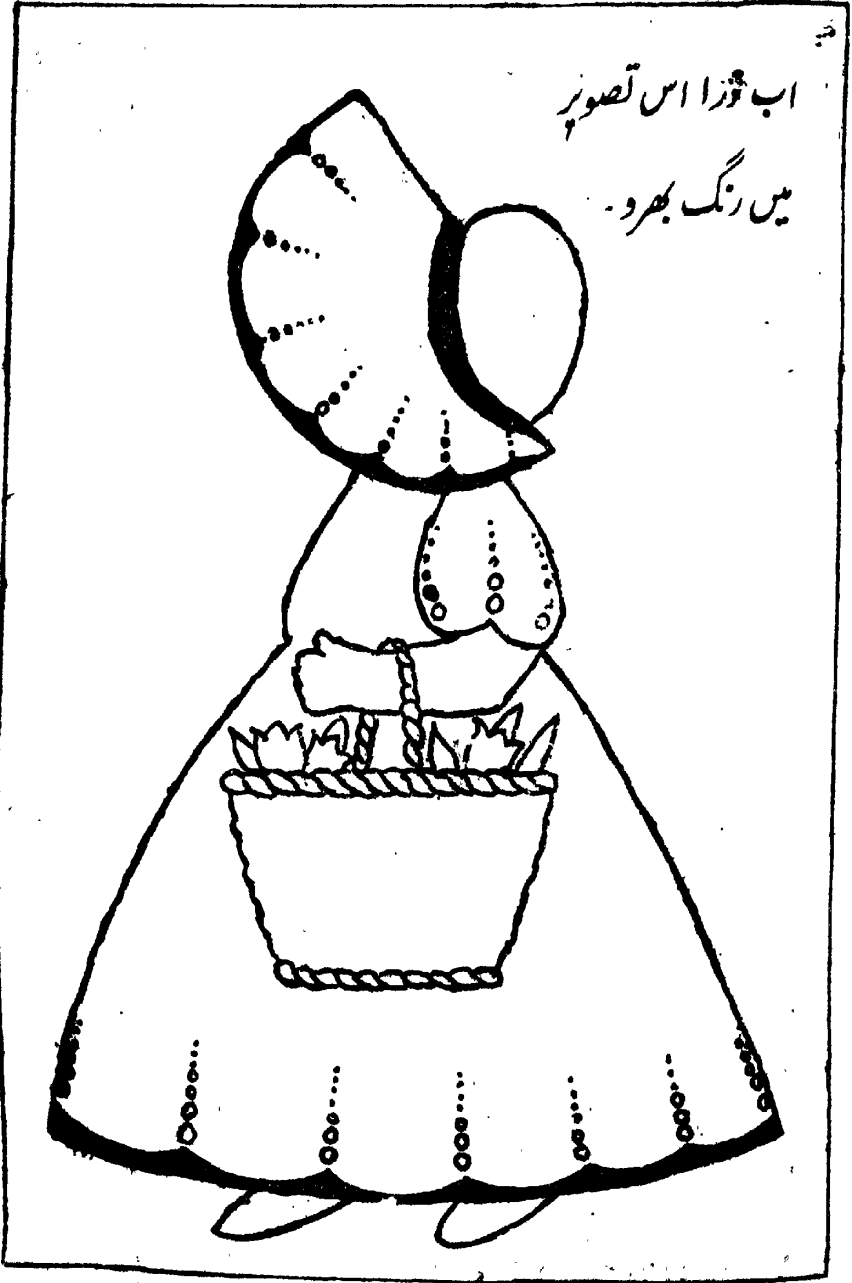
کاغذی مشغلے

خط کا کیس
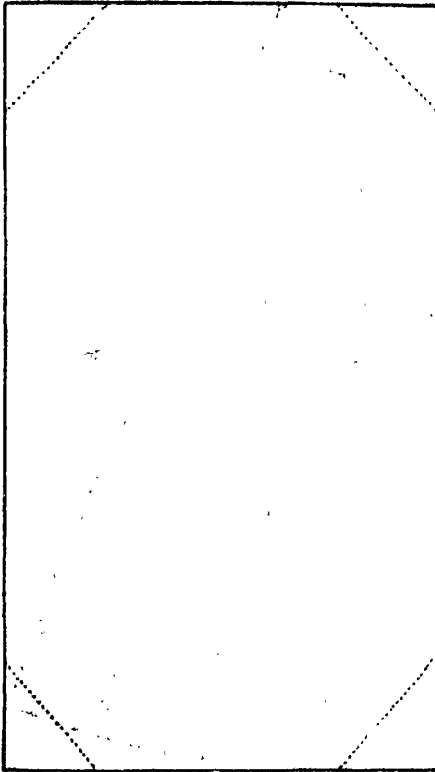
۵½ انچ لمبا، ۳½ انچ چوڑا کاغذ لو۔ ایک انچ مربع کاغذ میں سے کونے کاٹ کر لگا دو۔ پیچھے کی طرف سہارا لگانے کے لئے ۳ انچ لمبا ۱ انچ چوڑا کاغذ میں سے کاٹ کر نقشے کے مطابق چپکا دو۔

دنیا کا پہلا بُت

قاضی زین العابدین - میرٹھ

دنیا کی مختصر آبادی میں، اس سرے سے اس سرے تک بجلی کی طرح یہ خبر دوڑ گئی کہ حضرت ادریسؑ کا وصال ہو گیا۔ جس کسی نے اس خبر کو سنا بے اختیار ساون بھادوں کی جھڑیاں اُس کی آنکھوں سے بہنے لگیں۔

حضرت ادریسؑ کی اولاد اپنے سرپرست کے انتقال سے خاص طور پر بہت غمگین تھی۔ اُن کی نورانی صورت، ان کی نیک عادتیں، اُن کی نصیحت بھری باتیں انھیں رہ رہ کر یاد آتی تھیں۔ اگرچہ ماتم پرسی کو آنے والے انھیں ہر طرح دم دلاسا دیتے تھے۔ مگر مہینوں گذر جانے کے بعد بھی ان کے دل کا زخم اسی طرح ہرا تھا اور اُن کی آنکھیں اسی طرح سُرخ۔

ایک دن صبح کے وقت پیغمبر زادے اپنی کٹیا کے سامنے بیٹھے ہوئے حسب معمول اپنے بزرگ باپ کو یاد کر کے رو رہے تھے کہ ایک بوڑھا کھوسٹ جس کے سر کے بال گرد و غبار میں اٹ رہے تھے، لاٹھی ٹیکتا ہوا آیا اور سلام کر کے ایک طرف کو بیٹھ گیا، پیغمبر زادے رو دھو چکے تو اُن سے یوں کہنے لگا:- "اے میرے بھتیجو! اپنے معزز باپ کے اُٹھ جانے سے جو صدمہ تمھیں ہوا ہے، اس سے تو کوئی انکار کر نہیں سکتا مگر یہ تو بتاؤ، اس صدمے کو ہر وقت تازہ رکھ کر تم کب تک اپنی زندگی اجیرن کئے رہو گے۔ بس رونا پیٹنا بہت ہو چکا، اب صبر کرو اور اپنے کاروبار میں لگو۔

ایک پیغمبر زادہ:- اے مسافر! یہ صدمہ ایسا نہیں ہے کہ ہم اسے بھول جائیں۔ جب تک ہمارے بدن میں سانس ہے ہمارے دل میں یہ پھانس رہے گی، اور ہم اسی طرح روتے رہیں گے، رہی اپنی زندگی تو اباجان کے انتقال کے بعد ہمارے لئے اس میں کچھ مزا باقی نہیں رہا۔

دوسرا پیغمبر زادہ:- آہ بڑے میاں! ہم اپنے بوڑھے دادا جان کو اب کہاں پائیں، کس طرح

ان کی نورانی صورت دیکھ کر اپنی آنکھیں روشن کریں، کس طرح ان کو سلام کرکے ان سے محبت بھری دعائیں لیں، اور کس طرح اپنی دن بھر کی کمائی ان کے سامنے رکھ کر برکت حاصل کریں

بوڑھا :- لڑکو! بات تو تمھاری بھی ٹھیک ہی ہے، مگر پھر بھی میں تمھیں یہی نصیحت کروں گا کہ جس طرح ہو سکے رونا دھونا چھوڑ دو، دیکھو میں تمھارے دل کی تسکین دینے کی بھی کوئی تدبیر کروں گا۔

پہلا پیغمبر زادہ :- آہ بڑے میاں! ہم مصیبت کے ماروں کی تسکین کی اب کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ ہمیں تو موت کا ہاتھ ہی تسکین دے گا۔

بوڑھا :- بچو! مایوسی کی باتیں نہ کرو تمھاری یہ باتیں سن سن کر میرا دل بیٹھا جاتا ہے خدا کے فضل سے میں سنگ تراشی کے کام میں خوب ماہر ہوں، میں پیغمبر صاحب کی ہو بہو تصویر بنا سکتا ہوں۔ اگر کہو تو بنا دوں میرا خیال ہے کہ تمھیں اسے دیکھ کر بڑی تسلی ہوگی۔

پیغمبر زادے (ایک زبان ہو کر) نیکی اور پوچھ پوچھ۔ اگر آپ ہمارے ساتھ یہ احسان کریں تو ہم عمر بھر نہ بھولیں گے

بوڑھے کھوسٹ نے (جو اصل میں شیطان تھا) اس طرح چکنی چپڑی باتیں بنا کر پیغمبر زادوں کو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ اس نے ایک نہایت خوب صورت بت بنا کر جو حضرت ادریس علیہ السلام کی صورت سے بالکل ملتا جلتا تھا ان کے حوالے کیا۔

نادان پیغمبر زادوں نے شیطان کے بنائے ہوئے بت کو نہایت عزت کے ساتھ ایک اونچی جگہ گاڑ دیا۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ صبح ہی صبح اس کی زیارت کو آتے اسے سلام کرتے اور اس کے سامنے سر جھکاتے۔ اس کے گلے میں ہار ڈالتے اور اس پر چڑھاوے چڑھاتے، اس طرح رفتہ رفتہ ساری دنیا بت پرست ہو گئی اور خدا کو بھول بیٹھی ؎

سوال و جواب

از جبرئیل

اسکول میں یہ ایک دن استاد نے کہا — بچو! بتاؤ کیا ہے پڑھائی سے فائدہ
موہن ادب کے ساتھ اُٹھا اور دیا جواب — اچھائیاں بہت سی ہیں تعلیم میں جناب
پڑھنے سے دور ہوتی ہیں ساری برائیاں — تعلیم ہی سکھاتی ہے ہم کو بھلائیاں
تعلیم آدمی کو بناتی ہے، آدمی — تعلیم زندگی کو بناتی ہے زندگی

استاد نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے مگر
تم کیا کروگے پڑھ کے بتاؤ میاں قمر

اُستاد کے سوال کا اُٹھ کر دیا جواب — پڑھ لکھ کے نوکری تو کروں گا نہیں جناب
ابّا کا کاروبار سنبھالوں گا دیکھنا — سب کام چٹکیوں میں نکالوں گا دیکھنا
بے حد قمر کی بات سے اُستاد خوش ہوا — "شاباش" بھی کہا اُسے انعام بھی دیا
استاد نے کہا کہ "بڑی بات ہے یہی — تعلیم نوکری تو سکھاتی نہیں کبھی

ایسا خیال ہو تو حکومت کروگے تم
اپنے وطن کی آپ حفاظت کروگے تم

زمین کے کھیل

پروفیسر محمد عبدالغفور

زمین بھی تمھاری طرح کھیلتی ہے! یہ آئے دن کے زلزلے، یہ آگ پھینکنے والے پہاڑ کیا ہیں، یہ سب اس کے کھیل ہی تو ہیں، پر اب جو تم یہ پوچھو کہ زمین یہ کھیل کیوں کھیلتی ہے تو بھئی اس کا جواب دینے کے لئے تو ہمیں پاتال کی سیر کرنا ہوگی۔

اصل میں زمین کا دل ایک کھولتے ہوئے مادّے سے بھرا ہے، دھاتیں اور چٹانیں یوں جوش مار رہی ہیں، جیسے ابلتا ہوا پانی، اوپر کا حصہ جوں جوں زیادہ سخت ہوتا اور جمتا گیا وزنی اور بوجھل بھی ہوتا گیا۔ اب نیچے کی سیّال تہیں اس کا بوجھ نہ سنبھال سکیں تو کہیں تو یہ نیچے دبا اور کہیں اوپر اُٹھ آیا۔ بس اس طرح زمین میں اونچ نیچ پیدا ہوئی یا نشیب و فراز بنے یہ عمل ابھی تک برابر جاری ہے، زمین کے اندر ہی اندر اس طرح کی لہریں برابر آتی رہتی ہیں، ان لہروں کو ناپنے کے لئے ایک دلچسپ آلہ ایجاد ہوا۔ زلزلہ پیما۔

لوگ کہتے ہیں جب ایران کا مشہور پہلوان رُستم اپنی قوت کے نشے میں چلتا تھا تو اس کے قدموں تلے کی زمین دھنس جاتی تھی۔ اجی رُستم تو رُستم۔ زمین تو تمھارے قدموں کے نیچے بھی کچھ نہ کچھ دب جاتی ہے، تمھیں اس کا پتہ نہیں چلتا۔

اگر تم کسی اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو اور ڈاک گاڑی پورے زور میں آرہی ہو تو ایسا معلوم ہوگا جیسے زمین تھر تھر کانپ رہی ہے۔ مگر ہم تو کہتے ہیں کہ اگر تم خود بھی ایک کمرے میں داخل ہو تو اس کا فرش ضرور کچھ نہ کچھ نیچا ہو جائے گا۔ اعتبار نہ آئے تو اپنے کمرے میں زلزلہ پیما لگا کر دیکھ لو۔

یہ آلہ ایک مختصر سے ستون میں لگا ہوتا ہے۔ اس ستون میں ایک فولاد کی پتی فرش کے متوازی لگائی جاتی ہے۔ پتی کے دوسرے

سرے پر ایک بال ہوتا ہے۔ یہ گھومنے والے کاجل دار کاغذ پر نشان لگاتا ہے۔

اب اگر زمین میں لہریں پیدا ہوئیں تو ستونوں کے ساتھ ساتھ فولاد کی تی بھی لرزنے لگتی ہے، اور لرزنے کے نشان گھومتے ہوئے کاجل والے کاغذ پر بال کی نوک سے بنتے جاتے ہیں۔ یہ آلہ بہت نازک ہوتا ہے اس قدر نازک کہ جہاں سڑک پر موٹر یا لاری گذری اور اس نے کاجل والے کاغذ پر بڑی بڑی لہریں بنانا شروع کیں۔ اس لئے اسے عام گذرگاہوں وغیرہ سے دور لگاتے ہیں۔

بمبئی میں کولابا کے مقام پر جو سیسموگراف یا زلزلہ پیما آلہ لگا ہے اس سے تو ایسے سمندری طوفان کی خبر ہو جاتی ہے جو ابھی ایک ہزار میل دور ہے۔ اگر ان باتوں کا اتنی دیر پہلے پتہ چل جاتا ہے تو حفاظتی تدبیریں اختیار کرنے میں کتنی سہولت ہو جاتی ہے۔

تو بھئی سیسمو یا زلزلہ پیما آلے کے ساتھ مادر فطرت بلندیوں پر بیٹھی میٹھے سُروں میں یہ گیت گاتی ہے:۔

ساگر کی مٹی سے کہسار بنتے
کہسار بن کر ہیں ساگر میں ڈھلتے

یہی اس کا کھیل ہے، بیٹھی بیٹھی بچوں کی طرح مٹی کے گھروندے بناتی ہے۔ گھروندا سمندر کی تہہ سے باہر نکل کر پہاڑ بنتا ہے تو بارش اور طوفان، سورج اور ہوا، دریا اور ندیاں اس مٹی کو لا لاکر دوبارہ سمندر میں ڈالتے ہیں لیجئے وہ مٹی کا گھروندا جو لاکھوں سال پہلے کھڑا کیا تھا، پھر سمندر کی نذر ہو گیا، بھلا کسی کو کیا اعتبار آئے گا کہ راکی پہاڑ یا ہمالیہ جیسی عظیم الشان دیوار کسی دن بہہ کر سمندر میں جا ملے گی، لیکن یہ چیزیں روز ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہی ہیں۔

آج بھی دریاؤں کی تہیں ہر تین ہزار سال میں تین فٹ نیچے ہوتی جا رہی ہیں دریائے لوہ، ہر ۲۹۷ سال بعد ایک فٹ نیچا ہو جاتا ہے۔ اس حساب سے ہمارے یہ تمام براعظم ایک کروڑ سال میں پانی کے نیچے دب جائیں گے۔

اصل میں جب پہاڑ بنے تو ان کے دشمن بھی ساتھ ہی ساتھ پیدا ہو گئے۔ برف، بارش ہوا اور دھوپ۔ انھوں نے پہلے دن سے قسم کھا رکھی تھی کہ ان پہاڑوں کو مٹی میں ملاکر رہیں گے۔ دریاؤں کا تو کچھ پوچھئے ہی نہیں چین کے مشہور دریا ہوانگ ہو کا نام ہی "چین کا غم" ہے، لیکن سچ پوچھو تو یہ ندیاں پہاڑوں کے آنسو ہیں جنھیں وہ اپنی بربادی پر بہاتے ہیں۔

لیکن پانی تو صرف مٹی اور گاد بہا کرلے جاتا ہے۔ اور ہوا ذرّوں کو اِدھر اُدھر اُڑائے پھرتی ہے۔ ان کے علاوہ قدرت کا ایک اور بڑا خادم ہے۔ یہ پہاڑ کے پہاڑ ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھ دیتا ہے۔

یہ دیو زاد خادم گلیشیر ہے۔ برف کا پہاڑ۔ ایک بار زمین کے ایک ماہر کو کیمبرج کے پاس گھومتے ہوئے ایسی چٹانیں ملیں جو صرف سکنڈینیویا میں پائی جاتی ہیں۔ سکنڈینیویا تو تم جانتے ہو کہاں ہے۔ انگلستان سے سینکڑوں میل دور۔ بحیرۂ شمالی کے اس پار۔ اب یہ چٹانیں کوئی بیوپاری تو اتنی دور سمندر پار لائے گا نہیں پھر کون لایا؟ مدتوں یہ بات لوگوں کے لئے معمّا بنی رہی۔ اتفاق سے کوئی سمجھ دار سیاح سوئٹزرلینڈ کی برفانی چوٹیوں پر جا نکلا۔ وہاں اس نے ایک عجیب منظر دیکھا، چوٹیوں پر برف کے تودے کے تودے اکٹھے ہو گئے، آخر نیچے کی تہوں پر اس قدر بوجھ ہو گیا کہ یہ نیچے ہی نیچے سرکنے اور گھاس اور کائی والی ایک برف کی زبان تودوں کے نیچے سے نکل کر بڑھنے لگی۔ یہ برف کے دریا کا پہلا قدم تھا۔ اب اس کے راستے میں مٹی پتھر، چٹانیں غرض جو کچھ بھی آیا اپنے ساتھ لیتا چلا، کہیں سخت چٹانوں کو رگڑ رگڑ کر ایسا صاف بنا دیا جیسے کسی سان پر چڑھا دی گئی ہوں، کہیں پتھروں کو ایسا بکھرا بنا دیا جیسے کسی جناتی چکی میں پیس کے رکھ دئے ہوں۔

ایک زمانے میں انگلستان اور سکنڈینیویا ایک ہی تھے۔ برف کے زمانے میں جب برفانی تودے شمال سے چلے تو انھوں نے سکنڈینیویا کی چٹانیں آگے آگے دھکیل کر کیمبرج میں لا پھینکیں۔

خیر پہاڑوں پر تو برف کے دریاؤں کا زور چلتا ہی رہتا ہے، کبھی کبھی زمین کی سطح پر آتش فشاں پہاڑ بھی ہلکی سی تبدیلی کر دیتے ہیں۔

جاوا کے پاس کراک ٹورا کے جزیرے میں جو آتش فشاں پھٹا ہے تو سمندر کی تہہ نیچے سے اوپر آ گئی۔ جہاں چاروں طرف سے پانی ہی پانی تھا وہاں نئے جزیرے بن گئے، اور کراک ٹورا کے جزیرے کا شمالی حصّہ یوں غائب ہو گیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔ خود سمندر کا یہ حال کہ لہریں پچاس پچاس فٹ بلندی کی چڑھ رہی تھیں۔ قریب کی بندرگاہوں میں کئی جہاز ڈوب گئے۔ پھر ہوا کے ساتھ جو لاوا اور راکھ اڑی ہے تو پوری دنیا کا چکر لگا کر بس نہ کی بلکہ دو دفعہ گھوم کر سانس لی۔

بعض لوگ کہتے ہیں زمین جم کر پتھر ہو گئی تو اب کیا بدلے گی، اس فریب میں نہ رہنا چاہئے

کیا معلوم کہیں سمندر کی گہرائیوں میں قدرت اب کسی دوسرے کوہ ہمالیہ کی تیاری میں لگی ہو اور نہ جلتے زمین کے پیٹ کے اندر کیا کچھ طوفان ابل رہے ہوں، بھلا قدرت نے جب (TETLYS) کے سمندر سے ہمالیہ کو باہر نکال کر کھڑا کیا تھا تو کیا کسی کو جتا دیا تھا کیا عجب جو صبح ہی صبح دنیا نیند سے جاگے تو سمندر کی گہرائیوں میں سے پہاڑوں کا ایک نیا سلسلہ باہر جھانک رہا ہو، ذرا سوچو تو اس وقت وہ سمندر اور آس پاس کے ملک کہاں ہوں گے۔

انسان نے ایٹم بم بنا لیا مگر قدرت کے پاس نہ جانے کتنے ایٹم بم ہیں، انسانی ایٹم بم سے تو بجا پان کے بس دو شہروں کا نقشہ بگڑا تھا۔ قدرت کے ایٹم بم سے ساری دنیا کا نقشہ بگڑ سکتا ہے۔ مگر قدرت ہمیشہ بنانے کے لیے بگاڑتی ہے۔ ایک دنیا بگڑنے کے بعد دوسری نئی دنیا بنتی ہے، اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

کیا تم جانتے ہو

چاکلیٹ کیسے تیار ہوتا ہے

کوکو جانتے ہو؟ وہی باریک باریک پسی ہوئی سرخ سرخ سی چیز پانی میں یا دودھ میں ابال کر پیتے ہیں اور چاکلیٹ؟ کیسے مزے کی مٹھائی ہے۔

کوکو اصل میں ایک درخت کا نام ہے۔ اس کے پھلوں کے بیج سے چاکلیٹ تیار کیا جاتا ہے۔ یہ درخت گرم ملکوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اگایا جاتا ہے۔

ان بیجوں کو پہلے دھویا جاتا ہے تاکہ چھلکا وغیرہ صاف ہو جائے، پھر انھیں دھوپ میں سکھایا جاتا ہے۔ اس کے بعد انھیں چاکلیٹ بنانے والے کارخانوں میں بھیجا جاتا ہے۔ چاکلیٹ کا اصلی مزا تو بڑا خراب ہوتا ہے۔ کڑوا، کسیلا۔ اس میں شکر ملائی جاتی ہے تب کھانے کے قابل ہوتا ہے۔ ایک دودھیا یا دودھ والا چاکلیٹ بھی ہوتا ہے۔ اسے تیار کرتے وقت شکر کے ساتھ دودھ بھی ملایا جاتا ہے اور ہاں ان بیجوں سے کوکو کے سفوف کے علاوہ مکھن بھی بنایا جاتا ہے۔

بچپن کی یاد میں بوڑھا ہوگیا۔ شاید اسی وجہ سے ریڈیو والوں نے مجھ سے فرمائش کی ہے کہ بچوں جیسی باتیں کروں۔ ان ریڈیو والوں کی کچھ نہ پوچھو، ریڈیو نے اور ترقی کر لی تو تعجب نہیں کل وہ مجھے بچوں جیسی حرکتیں کرنے پر بھی آمادہ کر لیں۔ تمھاری خاطر مجھے یہ سب منظور ہے لیکن اس شرط پر کہ تم بوڑھوں کا کہنا تو مان لیا کرو اُن جیسی حرکتیں کبھی نہ کرنا۔ مجھے اس سے بڑی چڑھ ہے کہ بچّا بوڑھوں جیسی باتیں کرے، اور گئے گذرے بوڑھے بچوں کی طرح تتلانے لگیں۔

تمھاری طرح بچپن میں مجھے بھی دو سے بڑی اُلفت تھی۔ دیوانوں سے اور خوانچہ فروشوں سے۔ دیوانے پر ڈھیلے پھینکتا، اور خوانچے والے سے ریوڑی خریدتا۔ میں نے دیوانے پر دو ایک بار ریوڑی بھی پھینکی لیکن اس نے اُسے بھی روڑا ہی سمجھا۔ دیوانے کی اس سمجھ سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ ممکن ہے یہی سبب ہو کہ میں اب بھی دیوانے سے بہت خوش ہوتا ہوں، اور اس کی بڑی عزت کرتا ہوں۔ رہا خوانچہ فروش اس کی باتیں آگے آئیں گی، لیکن اتنا میں تمھیں یہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ خوانچہ فروش میں بھی ہوں۔ میرا بیوپار بھی بچوں ہی کے لیے ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میرے پاس بچے اس شوق سے نہیں آتے جس شوق سے وہ گلی میں آواز لگانے والے خوانچہ فروشوں کی طرف بھاگتے ہیں۔ یہ تمھارا نہیں میرا قصور ہے۔ میں جس چیز کا کاروبار کرتا ہوں وہ خراب نہیں بلکہ بہت اچھی اور قیمتی شے اور سستی اتنی کہ تقریباً مفت۔ پھر اگر خریدار بچے میری طرف مائل نہیں ہوتے تو ظاہر ہے اس کا سبب یہ ہوگا کہ یا تو میں گھامڑ ہوں یا بد معاش، البتہ یہ یقین مانو کہ میں ان میں سے ایک ہی ہوں دونوں ہرگز نہیں! یہ باتیں ابھی تمھاری سمجھ میں نہ آئیں گی

گی۔ تمھارے مولوی اور ماسٹر صاحبان کی سمجھ میں آئیں گی۔ لیکن میرے خیال میں وہ اتنے سمجھ دار ہوں گے کہ یہ بھید تم کو کبھی نہ بتائیں گے!

مجھے لکھنے پڑھنے سے ہمیشہ دلچسپی رہی لیکن جس بات نے مجھے پڑھائی لکھائی کی طرف سے کچھ بدنام رکھا وہ یہ کہ مجھے مولوی یا ماسٹر سے پڑھنے سے مطلق عشق نہ تھا۔ اس وقت میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ لکھنا پڑھنا جیسی بڑھیا چیز حاصل کرنے کے لئے ماسٹر اور مولوی جیسے عذابوں سے کیوں سابقہ ہو۔ اسکول جانے کو تو میں چلا گیا، لیکن کچھ دنوں اسکول کی پڑھائی میں حصہ لینے کے بجائے اسکول کے انتظامی معاملے میں حصہ لیتا رہا یعنی اسکول پہنچ کر میں نے یہ محسوس کیا کہ چھٹی دینے کے معاملے میں اسکول نے لڑکوں کا اتنا لحاظ نہیں رکھا تھا جتنا عذاب پہنچانے کا۔ چنانچہ اسکول کے پروگرام میں پہلی اصلاح میں نے یہ کی کہ چھٹی کا اضافہ کرنا شروع کر دیا۔ ہر اصلاح میں چند ابتدائی خامیاں ہوتی ہیں، بعض کم سمجھ ان خامیوں ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتے ہیں اور اصلاح کرنے والے کی نیت پر حملہ شروع کر دیتے ہیں، تو ہوا یہ کہ میرے گھر والوں کو میری اصلاحوں کا پتہ چل گیا ——— انھوں نے خود مجھ نیک نیت پر حملہ کر کے میری اصلاح کر دی نتیجہ یہ ہوا کہ میری اصلاحیں مجھ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئیں۔ میرے پڑوس میں گھورے نامی ایک خوانچے والا رہتا تھا جو اسکول میں کھانے پینے قے کرنے اور دست لانے والی چیزیں بیچنے کے لئے لاتا تھا۔ خوانچے کی چیزوں کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے یہ تمام چیزیں بھیک میں حاصل کی ہیں یا چرائی ہیں، اور چرائی بھی ہیں تو بھک منگوں سے یا مکھیوں سے۔ اس کی آواز بڑی پائدار تھی اور اس کا لباس اتنا ہی دھوبی پچھاڑ۔ کپڑے کے بارے میں اس نے یہ کفایت کر رکھی تھی کہ دھوبیوں سے بخس میلے کپڑے سستے کرایے پر لے لیتا اور خود ایسا موٹا اور میلا تھا جیسے رہن ملی ہوئی دھوبی کی لادی!

چنانچہ گھورے خوانچے والے کو میرا سرپرست مقرر کیا گیا، اور میری مخبری کا کام اس کے سپرد ہوا۔ اب میں نہ اسکول سے غیر حاضر رہ سکتا تھا، نہ کوئی شرارت کر سکتا تھا، پھر تھوڑے دنوں مجھے اس کا بھی بڑا لحاظ رہا کہ میرے ساتھیوں کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میری نگرانی یا سرپرستی اس گھورے کے سپرد تھی۔ لیکن مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ اس خوانچے والے کی اہمیت اسکول کے کسی ماسٹر سے کم نہ تھی

پاس نہ ہوں اور گھورے سے قریب جلئے تو وہ اسی طرح ڈپٹتا جس طرح اسکول کا کام کر کے نہ لے جائے تو ماسٹر صاحب ڈپٹتے تھے، گھٹیے لڑکوں کو تو پیسے بغیر اپنے خوانچے کا کوڑا بھی نہیں دیتا تھا، اور ماسٹروں اور چپراسیوں کو نقدی بھی دیتا اور ان کے ہاتھ بھی جوڑتا۔ اس وقت میری سمجھ میں صرف یہ بات آئی کہ ماسٹر اور چپراسی سے گھورے اس لیے ڈرتا تھا اور ان کو رشوت دیتا تھا کہ کہیں یہ دونوں اس کو اسکول میں پڑھنے نہ بٹھا دیں!

میں یہ کہنا بھول گیا تھا کہ گھر والوں نے میری اور میری اصلاحات کی اصلاح گھورے کی مخبری پر کی تھی۔ اور آپ کو میں یہ بھی نہ بتا سکا کہ پہلے پہل اسکول کا جو مجھے سبز باغ دکھایا گیا تھا وہ تو خیر سے جیسا تھا ظاہر تھا لیکن اس میں ایک آنہ روز کا اضافہ بطور انعام یا رشوت کے کر دیا گیا تھا۔ خوانچے والے سے جب دن بدن میرے تعلقات خراب ہونے لگے اور مفت کی پٹائی نے اس ایک آنے کے لطف کو بھی خاک میں ملا دیا تو ایک دن عجیب واقعہ پیش آیا۔ جس طرح باغ میں سیب کو گرتے دیکھ کر نیوٹن نے زمین کی کشش دریافت کر لی تھی۔ اسی طرح میں نے دریافت کیا کہ پیسے سے پکوڑی بھی خریدی جا سکتی ہے، اور ایمان بھی۔ چنانچہ میں نے اپنے اس ایک آنے میں خوانچے والے کو بھی شریک کر لیا۔ قرار یہ پایا کہ وہ دو پیسے کی چیز مجھے دے دیا کرے، اور دو پیسے کی میرے بارے میں اچھی یعنی جھوٹی خبر گھر والوں کو پہنچا دیا کرے۔

خوانچے والا میرے بارے میں امید افزا خبریں گھر پہنچاتا رہا۔ البتہ مجھے اس کا تعجب رہا کہ اتنی قلیل رقم میں وہ اتنا بڑا فرض کیوں کر ادا کرتا تھا، اس لئے اور کہ اسکول کے ماسٹر، چپراسی، مالی اور ہیڈ ماسٹر صاحب کے ان گنت بچے اور بوڑھے رشتہ دار اس خوانچے والے کے آنریری گاہک تھے یعنی دیتے کچھ نہ تھے لیتے کچھ نہ کچھ سبھی تھے۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ ان سب کی اماؤں نے خوانچے والے کو ان کا نگراں مقرر کیا ہو گا، اس لئے کہ ان سے تو کوئی پیسہ وصول نہیں ہوتا تھا ممکن ہے کہ یہ سبب ہو کہ خوانچے والے کی اماں نے ان سب کو خوانچے والے کا نگراں بنایا ہو۔ یہ خیال میرے لئے اس وجہ سے ناقابلِ قبول تھا کہ میرے نزدیک اس خوانچے والے کی کوئی اماں ہو ہی نہیں سکتی تھی، ورنہ اس کا منہ ہاتھ دھلا کر اور صاف کپڑے پہنا کر اسے اسکول بھیجا کرتی۔ غرض جو کچھ ہو اس خوانچے والے کی یہ پالیسی میری سمجھ میں

نہ آئی کہ وہ مجھ سے تو پیسے بھی لیتا تھا اور غرّاتا تھا، اور جن گاہکوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان کو یہ چیزیں بھی مفت دیتا تھا اور ان کی ڈانٹ بھی اس خوشی اور خوشامد سے سُن لیتا جیسے ہمارے شاعر اپنے کلام کی داد سُن کر ہاتھ جوڑتے ہیں اور گھگھیاتے ہیں!

اسکول کے احاطے میں برگد کے سایے تلے وہ ہمیشہ آٹھ بجے صبح سے شام کے پانچ بجے تک اپنا انگوچھا بچھائے بیٹھا رہتا۔ یہ ناممکن تھا کہ کوئی اس کو آٹھ بجے سے پہلے یا پانچ بجے کے بعد وہاں دیکھ لیتا۔ اس پروگرام کا وہ اس درجہ پابند تھا کہ خود برگد کو خوانچے والے پر رشک آتا تھا۔ برگد پر رہنے بسنے والے بندر، پرند اور کیڑے مکوڑے آتے جاتے رہے لیکن خوانچے والا جہاں کا تہاں رہا۔ میں نے بھی یہ دیکھا کہ ان برگد باسیوں نے وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ اپنی بساط کے مطابق خوانچے میں اضافہ ہی کیا۔ اس میں سے خود ان کے ہاتھ کچھ نہ لگا۔ خوانچے والے کو کسی نے اس طرف توجہ دلائی تو وہ یہ کہہ کر خود بھی خاموش ہو جاتا۔ اور دوسروں کو بھی خاموش کر دیتا، "بھیا چنتا نہ کرو کچھ آتا ہی ہے جاتا تو نہیں"
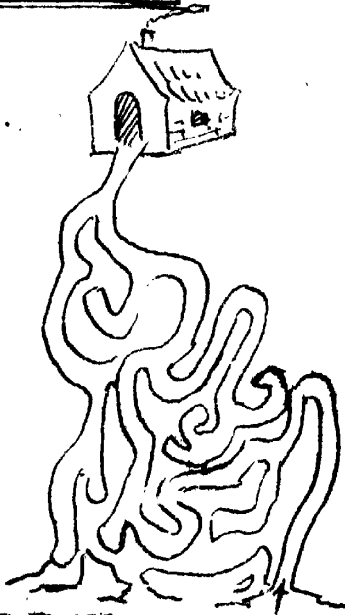
یہ میاں صاحبزادے کوئی چیز لینے گھر سے نکلے تھے لوٹتے میں راستہ بھول گئے۔ بے چارا بہت سیدھا سادھا سا ہے۔ تم ہی اس کی مدد کر دو۔

محمد خالد، جالون

تمھارا عجائب خانہ

آگ کیسے جلائیں

تو خیر اگلے زمانے میں آگ جلانا بڑا ہی ٹیڑھی کھیر تھی، پھر بھی یورپ کے سیاحوں نے گرین لینڈ کے اسکیموؤں کو آگ جلانے کا نیا طریقہ سکھانا چاہا تو ان کی سمجھ میں نہ آیا، یا یوں کہو کہ انھوں نے پسند نہ کیا۔ انھیں تو اپنا وہی پرانا طریقہ اچھا لگتا تھا۔ اور وہ تھا بھی دلچسپ۔ لکڑی کا ایک چوڑا سا ٹکڑا زمین پر رکھا اس کے اوپر ایک لمبی سی لکڑی رکھی اور ایک چمڑے کے تسمے سے اسے گھمانا شروع کیا۔ جیسے کوئی برمے سے سوراخ کرتا ہو۔ اور تو اور خود یورپ کے لوگ اچھی سے اچھی ایجاد کے مقابلے میں بھی اپنا پرانا، وہی لوہے اور چقماق والا طریقہ چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔

غرض وقتاً فوقتاً طرح طرح کی ایجادیں بازار میں آتی رہیں۔ موجدوں کی توجہ پتھر اور لوہے کی جگہ فوراً جل اٹھنے والے کیمیائی مادوں کی طرف زیادہ تھی۔ بعض دیا سلائیاں گندک کے تیزاب کو چھوتے ہی جل اٹھتی تھیں۔ بعض ایسی کہ ان کی نوک

یا سرے شیشے کے ہوتے۔ دو چمٹیوں سے دباتے تو جلتیں۔ ایک اور انوکھی ایجاد اور بالکل مکمل۔ پوری کی پوری دیا سلائی شیشے کی۔

تو فاسفورس والی دیاسلائیوں کی ایجاد ہوئی
پہلے اسی طرح کی دیا سلائیاں ایجاد ہوتی رہیں فاسفورس
تو تم جانتے ہو۔ ہلکی بہت ہی ہلکی گرمی پہنچنے سے جل
اٹھتا ہے۔ اب تو تمھیں خیال ہوگا کہ دیا سلائی کا سب سے اچھا
مسالا یہی ہوگا۔ لیکن فاسفورس والی
دیاسلائیاں آج کل کی دیا سلائیوں سے اچھی
نہیں تھیں۔ ایک تو زہریلی تھیں۔ دوسرے
سب سے خراب بات یہ تھی کہ بہت آسانی
سے جل اٹھتی تھیں۔ ذرا کسی دیوار اور
دیوار ہی نہیں کسی نرم چمڑے سے اک ذرا
رگڑا اور جل اٹھیں۔ جلتے ہی ایک ہلکی سی آواز
بھی ہوتی اور تیلی کے سرے کا مسالا ادھر ادھر
اڑ جاتا تھا جیسے کوئی چھوٹا سا بم چھوٹ
جائے۔ پھر اپنی یادگار بھی چھوڑ جاتیں۔
گندک کے جلنے کی بدبو۔ ان تیلیوں کے سروں
پہ خالی فاسفورس ہی نہیں گندک بھی ہوتی
تھی۔

اب سے کوئی ۶۰، ۶۵ برس پہلے
سیفٹی یا سوئیڈش دیا سلائیاں بازار میں آئیں
آج کل ہم یہی دیا سلائیاں استعمال کر رہے
ہیں۔ ان کی تیلیوں پر فاسفورس کی جگہ
دوسرا جل اٹھنے والا مسالا لگایا جاتا ہے
اس مسالے میں گندک بھی نہیں ہوتی۔ یہ زہریلی
بھی نہیں، بالکل بے ضرر ہیں۔

پانی نہیں جلتا!

بعض چیزیں اسی وقت جلتی ہیں جب
خوب گرم کی جائیں۔ بعض ذرا سی گرمی پہنچنے
پر جل اٹھتی ہیں، مگر بعض چیزیں جلائے
نہیں جلتیں۔ مثلاً پانی کو چاہے کتنا ہی جلاؤ
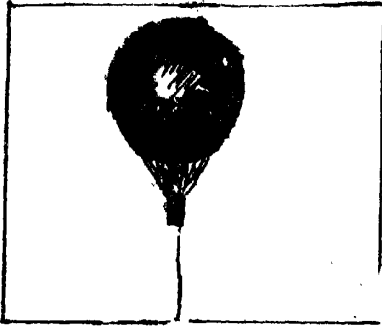
کبھی نہ جلے گا، اچھا بتاؤ کیوں نہ جلے گا
تم راکھ کو جلا سکتے ہو؟ نہیں جلا سکتے! اسی لئے
نا کہ یہ خود لکڑی یا اُپلے کے جلنے سے بنی ہے
یہی حال پانی کا ہے۔ یہ بھی تو دوسری چیزوں
کے جلنے سے بنا ہے۔ مگر کن چیزوں کے جلنے
سے پانی بنتا ہے؟ ہائیڈروجن گیس کے۔ یہ وہی
گیس جو بیلون یا غبارے میں استعمال ہوتی
ہے۔

آج کل امریکہ میں ہائیڈروجن گیس کی جگہ دوسرا

گیس استعمال کرتے ہیں۔ ہیلیم گیس، یہ گیس جلتا نہیں۔ اس سے بھرے ہوئے غبارے کم خطرناک ہوتے ہیں۔

تم شام کو مدرسے سے آئے۔ امّی نے کہا: "بٹیا لکڑیاں ختم ہو گئیں لو یہ دو روپے چودھری مہتاب کی ٹال سے سوکھی دیکھ کے لے آؤ۔ تم یہ لکڑیاں ٹال سے لے آئے۔ یہ ڈھیر سی۔ امّی نے ان میں سے سات آٹھ لکڑیاں لے، چولھے میں لگا دیں۔ گھنٹے آدھ گھنٹے میں کھانا پک پکا کے تیار تیار ہو گیا، مگر چولھے میں تو بس ذرا سی راکھ ہے دو چار کوئلے دہک رہے ہیں۔ آخر اتنی بہت سی لکڑیاں کیا ہوئیں۔ جل گئیں اور کیا ہوئیں! کیا خوب جلنے کی بھی ایک ہی رہی آخر اس جلنے کا مطلب کیا ہے؟

دیکھو بھئی موم بتی بھی تو اسی طرح جل جاتی ہے اور جل کر نظروں سے غائب ہو جاتی ہے۔ کیا سچ مچ غائب ہو جاتی ہے، یا بس ہماری آنکھوں کو ایسا نظر آتا ہے۔ آؤ ایک تجربہ کیوں نہ کر ڈالیں۔ ایک موم بتی اور چار والا چمچہ لے آؤ۔ موم بتی جلاؤ اور چمچہ موم بتی کی لو سے ذرا اوپر رکھو دیکھو چمچہ کالا ہو گیا، اس پر پانی کے قطرے قطرے سے بھی نظر آ رہے ہیں۔ یہ پانی کہاں سے آیا۔ موم بتی کی لو سے آیا اور کہاں سے آیا۔

اچھا اب چمچہ صاف کر دو، اور اسے بتی کی لو سے بالکل لگا دو، اب اس پہ کاجل ہی کاجل نظر آئے گا یعنی کاربن کے چھوٹے چھوٹے ذرّے۔ یہ کاربن کہاں سے آیا
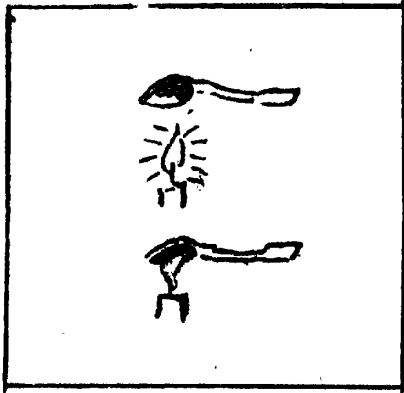
اسی بتی کی لو سے۔

مگر یہ کاربن اور یہ پانی دونوں ہمیں پہلے کیوں نظر نہ آئے۔

تمھارا مکان تو پکا بنا ہوا ہے نا۔ وہی ڈاٹ کا۔ تو اس مکان میں جگہ جگہ کیلیں لگی ہوں گی۔ لوہے کے گاٹر بھی ہوں گے، اور ہاں اینٹیں بھی ہوں گی۔ یہ سب چیزیں تمھیں کہیں نظر آتی ہیں! ہاں عمارت

جل کر تباہ ہو جائے تو ضرور نظر آئیں گی ۔ تم
شوق میں آکر کہیں یہ تجربہ نہ کر بیٹھنا ۔ گھر پھونک
تماشا دیکھنا اسی کو تو کہتے ہیں ۔
تو بالکل یہی صورت یہاں بھی ہے ،
پانی کے قطرے اور کاربن ہمیں جبھی نظر آتے
ہیں جب ہم چھوٹی سی آگ لگاتے ہیں یعنی موم
بتی جلاتے ہیں ۔
بہت اچھا جناب ہم موم بتی جلاتے
ہیں تو کاربن نکلتا ہے ۔ مگر یہ دونوں کیا
ہو جاتے ہیں ۔ پانی تو خیر بھاپ بن جاتا ہے
چمچے کو ہم نے موم بتی کی لو پر لگایا تھا تو
یہ بھاپ ہی تو تھی جو چمچے میں جمع ہو گئی تھی ۔
اور کاربن ؟
کاربن کا یہ ہے کہ جب موم بتی جلتی ہے
تو کاربن دھوئیں کی شکل اختیار کر لیتا ہے
اور کاربن کے یہی چھوٹے چھوٹے ذرّے
دھوئیں کی شکل میں دیوار پر چھت گیری
پر اور میز کرسی وغیرہ پر بیٹھ جاتے ہیں
لیکن موم بتی ٹھیک سے جلتی ہو تو دھوئیں
کا کیا کام ؟ ہاں دھواں نہیں نکلتا ۔ اس لئے
کہ کاربن جل جاتا ہے ۔ پھر وہی بات ! جلنے
کے کیا معنی ؟

کچھ نئی کتابیں

لال دیو ۔ کالا دیو ۔ چتلا دیو ۔ پیلا دیو
لالہ پری ، ژالہ پری ، سبز پری

ـ سات کتابوں کا گویا سٹ ہے اس میں دیو اور جنوں کی بہت دلچسپ کہانیاں ہیں ۔ ابوتمیم صاحب نے راجہ اندر کا دربار سجایا ہے ، اور اس کے درباریوں کا حال بہت دلچسپ انداز میں لکھا ہے ۔ راجہ اندر کے دربار میں پریاں بھی تھیں ۔ ان میں سے تین پریوں ، لالہ پری ، ژالہ پری ، سبزہ پری کی کہانیاں بھی الگ الگ کتابوں میں لکھی ہیں ۔ اس طرح سب ملا کر سات کہانیاں ہوئیں ۔ قیمت ہر ایک کی ۵ر

سید ابوتمیم صاحب بچوں کے بہت اچھے لکھنے والوں میں ہیں ۔ صاف اور سادہ زبان ، دلچسپ اور انوکھا انداز بیان ۔ کتابوں کی ظاہری خوش نمائی کا بھی بہت خیال رکھا گیا ہے ۔ یہ کتابیں بک ڈپو انجمن ترقی اردو اردو بازار دہلی سے مل سکتی ہیں ۔

ہمارا فیصلہ

محمد اقبال فرحت ۔ شاہ جہاں پور

میں چھت پر لیٹا تھا ۔ یکایک شور و غل کی آواز سنائی دی ، معلوم ہوا گڑیا کی شادی ہے اور سب بچیاں بری لے کر جا رہی ہیں ۔ بھلا ایسا سنہرا موقع میرے ہاتھ سے نکل جائے ! بندہ "قاضی جی" بن کر نکاح پڑھانے جا بیٹھا ۔ نکاح بخیر و خوبی تمام ہوا مگر بچیوں میں لڑائی ہونے لگی ۔ پہلے تو میں کھڑا لڑائی میں مزا لیتا رہا ۔ لیکن بعد کو لڑائی کے ختم کرنے کے خیال سے میں نے ایک بچی کو پکڑ کر کہا " چلو گھر چلو "

...... "نہیں" ایک گرج دار آواز سنائی دی ۔ "پہلے فیصلہ ہو جائے" اور میں سہم گیا ......

لاؤ ہم فیصلہ کریں " ...... "اوں ہونہہ" ...... جواب ملا " ہم خود فیصلہ کریں گے " میں ڈر کر الماری سے چمٹ گیا ۔ الماری میں مٹھائی بہت عمدگی سے چُنی گئی تھی ۔

آخر کار کچھ دیر بعد بجائے لڑائی ختم ہونے کے مٹھائی ہمارے پیٹ میں پہنچ چکی تھی ۔ میں ڈرتا ڈرتا آگے بڑھا ، اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ " مٹھائی کہاں گئی " کی پرجوش آواز سے لرز گیا پھر جو سر پر پیر رکھ کر بھاگا ہوں تو اپنے آپ کو چھت پر پایا ۔

میں کیا ہوں

ہری کرشن ۔ دہلی ۔ قرول باغ

میرا پہلا حرف خشکی میں ہے ، تری میں نہیں ۔
میرا دوسرا حرف راحت میں ہے ، تری میں نہیں ۔
میرا تیسرا حرف اخبار میں ہے ، رسالے میں نہیں ۔
میرا چوتھا حرف بادشاہ میں ہے ، فقیر میں نہیں ۔

جواب :۔ "کتاب"

سمجھو اور پڑھو

پریم چند حسینی، قائم گنج

صبح تڑکے بانگ دیتا ہے۔ چوہے کی دشمن ہے۔ اپنا یاد کرو۔ کھانے میں میٹھا ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑا جانور ہے۔ قلم سے بنا لو۔ دن میں مت جلاؤ۔

دماغی ورزش

نیچے کے لفظوں کو الٹ پلٹ کر دیکھئے اور پیچھے لکھے ہوئے اشاروں سے مدد لیجئے۔

لفظ	اشارہ	جواب
۱۔ سنبھل	۱۔ ایک مسالے کا نام	۱۔ لہسن
۲۔ دہلی	۲۔ ایک مسالے کا نام	۲۔ ہلدی
۳۔ کشمیر	۳۔ اپنے تکیے پر دیکھئے	۳۔ ریشم
۴۔ شراب	۴۔ اللہ کی رحمت ہے	۴۔ بارش
۵ کھمن	۵۔ ایک مسالے کا نام	۵۔ نمک
۶۔ اپندھن	۶۔ ایک مسالے کا نام	۶۔ دھنیا
۷۔ کہانی	۷۔ ایک کھیل کا نام	۷۔ ہاکی
۸۔ بالغ	۸۔ مشہور شاعر	۸۔ غالب
۹۔ کام	۹۔ ایک غلّہ کا نام	۹۔ مکا
۱۰۔ رکابی	۱۰۔ ایک جانور کا نام	۱۰۔ بکری

بوجھو

نعیم الرحمٰن، سہارنپور

طاق میں بیٹھا اُلّو
بھر بھر مانگے پُلّو
سب کو ایسا پیارا ہے
اس کے بنا اندھیرا ہے

(چراغ)

بچوں کی کانفرنس اور نمائش

ہندوستان میں دہلی کے علاوہ اور بہت سی جگھوں میں ریڈیو اسٹیشن کھل گئے ہیں اور کھلتے جارہے ہیں۔ ان سب میں بچوں کی دلچسپی کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے، اور ہفتے میں ایک یا دو دن گھنٹے یا آدھ گھنٹے ان کا پروگرام بھی ہوتا ہے۔ مگر حیدرآباد ریڈیو اسٹیشن اس معاملے میں سب سے آگے بڑھ گیا، یہاں بچوں کا پروگرام روزانہ ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ اس ریڈیو اسٹیشن کے ماموں جان اور ان کے ساتھی بہت مخلص پرجوش اور سمجھ دار لوگ ہیں۔ بچوں کی ضرورتوں اور ان کی دلچسپیوں کو خوب سمجھتے ہیں۔ اس ریڈیو اسٹیشن کے ماموں جان نے بچوں کے لئے ایک ریڈیو کلب بھی قائم کیا، اور تھوڑے ہی دنوں میں اس کے ممبروں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی، یہ ممبر تمام ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں

لیکن ریڈیو اسٹیشن کا اس سے بھی بڑا اور شاندار کارنامہ۔ بچوں کی کانفرنس ہے۔ یہ پچھلی فروری کے آخری ہفتے میں نشرگاہ (ریڈیو اسٹیشن) حیدرآباد میں منعقد ہوئی۔

ہندوستان میں بچوں کی کئی انجمنیں ہیں، ملکن جی باری (سندھ اور بمبئی) زیادہ مشہور ہے یہ وقتاً فوقتاً بچوں کے جلسے مختلف جگھوں پر کرتی رہتی ہے مگر آٹھ نو ہزار بچے ہندوستان کی کسی انجمن کے جلسے میں اب تک جمع نہیں ہوئے یہ حیدرآباد ریڈیو اسٹیشن کی سچ مچ بہت شان دار کامیابی ہے۔ ہزاروں بچوں کو امن و امان کے ساتھ دو دن تک سنبھالے رکھنا اور خوش اسلوبی سے کانفرنس کے پروگرام کو چلانا اپنی جگہ خود بہت بڑا کارنامہ ہے۔

یہ کانفرنس دو روز رہی۔ بچوں کے علاوہ حیدرآباد کے بہت بڑے بڑے لوگوں نے بھی اس میں شرکت کی۔ مثلاً عالی جناب صاحب زادہ نواب بسالت جاہ بہادر (برادر اعلیٰ حضور نظام) جناب مولوی علی اکبر صاحب ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن

محترمہ مسز سروجنی نائڈو صاحبہ چیف انجینیر آل انڈیا ریڈیو وغیرہ۔ محترمہ سروجنی نائڈو نے اُردو میں تقریر کی اور بچّوں کو بڑی اچھی اچھی نصیحتیں کیں۔ آپ نے فرمایا:۔ "ابھی میں نے دربار اکبری کے نورتن کا ماڈل دیکھا۔ میں چاہتی ہوں کہ تم ہمارے اعلیٰحضرت (حضور نظام) کے دربار کے لاکھ رتن بنو۔ تمھیں پڑھ لکھ کر لائق بننا اور اپنے ملک اور مالک کی خدمت کرنا ہے۔ آپس میں مل جل کر اور بھائی بھائی بن کر رہو۔ اس سے ترقی کروگے۔ اگر تم نے اپنے چھوٹے بھائی کا بسکٹ چھین لیا، یا چھوٹی بہن کو چاکلیٹ نہ دیا تو آپس میں لڑائی ہوگی۔ یہی لڑائی تم کو بڑے ہونے کے بعد دوسری خراب اور بڑی لڑائیوں کی عادت ڈال دے گی۔ ابھی سے اچھی عادتیں پیدا کرو۔ انگریزی میں جو لفظ کیرکٹر ہے اس کے معنی اچھی طرح سمجھو۔ اچھی عادتوں اور اچھی خصلتوں کو کیرکٹر کہتے ہیں۔ یہی چیزیں تم کو ایک کام کا آدمی بنا سکتی ہیں۔ تم نے مجھے پھولوں کا ہار پہنایا ہے۔ یہ پھول کل تک مرجھا جائیں گے، اُن کی خوشبو اُڑ جائے گی، ان کا رنگ چلا جائے گا۔ میرے گلے کی مالا تو تم ہزاروں بچے ہو۔"

عالی جناب ناظم صاحب تعلیمات نے بھی اپنی تقریر میں اچھی اچھی باتیں کہیں مثلاً مجھے یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوئی کہ ریڈیو کلب نے اپنے ممبروں کے ذمّے یہ کام بھی کیا ہے کہ محلّے کے جن بچّوں کے پاس ریڈیو نہیں ہے۔ ان کو روزانہ شام کے وقت اپنے پاس بلاکر بچّوں کا پروگرام سُنایا کریں۔ بچّوں کے لئے اس سے بہتر اور کوئی تربیت نہیں ہوسکتی کہ وہ دوسروں کی مدد کرسکیں۔"

کانفرنس کا پہلا اجلاس ۲۱ر فروری کو اور دوسرا ۲۲ر فروری کو ہوا۔ ان اجلاسوں میں بچّوں نے بعض مفید تجویزیں بھی منظور کیں۔ مثلاً

بچوں کے لئے نشرگاہ۔ (ریڈیو اسٹیشن) حیدرآباد سے ایک رسالہ نکالا جائے، اس میں بچوں کی نشر (براڈکاسٹ) کی ہوئی کہانیاں اور مضمون وغیرہ بھی چھپیں (۲) ہندوستان کے شاعروں سے بچّوں کے لئے نظمیں لکھنے کی درخواست کی جائے (۳) فلم کمپنیوں کو بچوں کے لئے فلم تیار کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔

کانفرنس کے پہلے اجلاس میں بچّوں کا ایک مزاحیہ مشاعرہ بھی ہوا۔ اس میں بچّوں نے "شیخ پٹاخہ، گاجر کی پنڈی اور بابو درگا جی" کے ناموں سے مزاحیہ کلام براڈکاسٹ کیا۔

اور بہت پسند کیا گیا، علاوہ اس کے تھوڑی تھوڑی دیر بعد بینڈ بھی بجتا رہا، جسمانی کرتب بھی دکھائے گئے۔ بچوں کی ڈرل بھی کرائی گئی۔

کانفرنس کے ساتھ ساتھ مختصر سی نمائش کا انتظام بھی کیا گیا۔ یہاں کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ کھلونے، گڑیاں، مچھلیاں، چڑیاں کتابیں، جلد بندی، نقشے، تعلیمی ماڈل وغیرہ تھے۔ ریڈیو کلب کے سلسلے میں بچوں نے سینکڑوں قسم کے تحفے بھیجے تھے۔ ان میں سے اکثر تو بہت ہی اچھے تھے۔ یہ تحفے بھی نمائش میں رکھے گئے۔

بچوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس لئے یہیں ڈاکٹروں اور حجلک اور پبلک وغیرہ کے ٹیکوں کا مفت انتظام کیا گیا تھا۔ بھلا سوچو تو جہاں اتنے بچوں کا جمگھٹ ہو وہاں کیسی کچھ دلچسپیاں نہ رہی ہوں گی، نئی نئی دوستیاں قائم ہوئی ہوں گی، نئے نئے ساتھی بنے ہوں گے نئے نئے مشغلے، نئے نئے شوق نظر آئے ہوں گے۔ پھر اپنے دوستوں، ہمجولیوں، ساتھیوں کے ساتھ ایک مقصد کے لئے مل جل کر کام کرنے کا موقع ملا ہوگا۔ پھر نئے پرانے دوستوں سے بے تکلف ہنسنے بولنے کا کیسا لطف آیا ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ بچوں کی ایک تجویز کے مطابق یہ مفید کانفرنس ہر سال ہوا کرے گی۔

اس جگہ ایک آنہ پڑا ہوا ہے، تلاش کیجئے۔

(اپنے ہاتھ کے گرد گھمایئے)

محمد نثار خاں پشاور
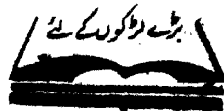
بڑے لڑکوں کے لئے
خط کا کیس
خالد حسن قادری
۱۲ انچ لمبا ۵ ½ انچ چوڑا کاغذ لے کر چار
برابر حصّوں میں بانٹ دو۔ اس کے بعد دیئے
ہوئے نقشے کے مطابق خاکہ بنا کر کاٹ لو۔
نقطے دار لکیروں پر گہری شکن ڈال کر موڑ دو
اس اور ب د کی دی ہوئی لکیروں کو
آگے پیچھے موڑ دو پھر ا ب پر موڑ کر ان
ٹکڑوں کو چپکا دو تا کہ جیب بن جائے
ب
س
د

مکتبہ جامعہ دہلی

دہلی، یوپی، سی پی، برار، میسور، قلات، بنگال، رام پور
حیدرآباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمہائے
تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے "مینیجر"

پیام تعلیم

دہلی

ایڈیٹر محمد حسین حسان

جلد ۲۴ — نمبر ۳

فہرست مضامین مئی ۱۹۴۶ء

قیمت سالانہ
۳ر

فی پرچہ
۵ر

ہندوستان سے باہر
چار روپے
(للعہ)

پرنٹر پبلشر [illegible] حسین ایم اے جامعہ دہلی [illegible] جامعہ پریس دہلی

بچوں سے باتیں

(ایڈیٹر)

پچھلے پرچے میں ہم نے جامعہ کی سلور جوبلی کا ذکر کیا تھا۔ یہ بھی بتایا تھا یہ خوشی کی تقریب اکتوبر میں ہو گی۔

تمھیں یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ تمھارے پرچے کا خاص نمبر بھی اسی موقع پر نکالا جائے گا۔ اس پرچے کو ہم جوبلی کے شایانِ شان نکالنا چاہتے ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ پیامی اس بارے میں ہمیں اچھے اچھے مشورے دیں گے۔

پچھلے مہینے ہماری جامعہ میں سیدنا حضرت مولانا طاہر سیف الدین تشریف لائے تھے اس موقع پر مکتبہ جامعہ کی کتابوں، جامعہ کیمیکل انڈسٹریز کی بنائی ہوئی چیزوں، مدرسہ ابتدائی، ثانوی اور استادوں کے مدرسے کے تعلیمی سامان کی نمائش بھی کی گئی۔ جامعہ کے بچوں نے حضرت مولانا کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا۔ آپ کے اعزاز میں چاء کی دعوت کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ بوہرہ قوم کے بہت سے معزز حضرات تشریف لائے۔ حضرت مولانا نے جامعہ کے کاموں کو پسند کیا

ہم بہت دنوں سے پیام تعلیم کے لئے سفید کاغذ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس رف کاغذ سے پیامیوں کی طبیعت اکتا گئی ہے۔ خیر اب تھوڑے دنوں کے بعد سفید کاغذ ملنے لگے گا اور پیام تعلیم اسی کاغذ پر چھپے گا۔

ابھی اندھیرا تھا، نہ پَو پھٹی تھی، نہ سورج نے سر نکالا تھا، مگر میاں ککڑوں کوں جاگ گئے تھے۔ یہ ہمیشہ منّہ اندھیرے جاگ [illegible] جاتے [illegible] پھر اوروں کو جگاتے ہیں۔ آج بھی اُنھوں نے بانگ لگائی، ککڑوں کوں بھئی ککڑوں کوں، صبح ہوگئی اب اُٹھ بیٹھو۔

پاس ہی میاں شیرا پڑے سو رہے تھے۔ ککڑوں کوں کی آواز سے نیند اُچاٹ ہوگئی بہت بھنّائے، غصّے سے بولے:۔ "چپ جی ہم ابھی سو رہے ہیں"

ککڑوں کوں نے جیسے سُنی ان سُنی کردی۔ ایسی آواز لگائی کہ دوسرے محلّوں کے لوگ بھی جاگ اُٹھے "ککڑوں کوں بھئی ککڑوں کوں۔ یہ جاگنے کا وقت ہے۔"

اب میاں شیرا بپھر گئے، غصّے سے بولے :- بھوں اوں - ارے چپے گ
ہنیں - اب کی شور مچایا تو سر کاٹ لوں گا -

میاں ککڑوں نے فوراً دم سادھ لیا - کیا کرتے، شیرا سے ڈرتے تھے -
دوسرے دن صبح کو ککڑوں کوں شیرا کی دھمکی بھول گئے، اور پھر وہی
تان اُڑائی

ککڑوں جی ککڑوں کوں -
اُٹھو اُٹھو صبح ہو گئی -

ارے ! یہ کیا - میاں ککڑوں کوں کا سر شیرا کے مُنہ میں !

نقل

ایک تھے میاں بھوں بھوں - ایک تھیں بی میاؤں
دونوں ارشد میاں کے ہاں
پلے ہوئے تھے - ارشد میاں
ان سے بہت محبّت کرتے تھے
بھوں بھوں کو ارشد میاں
نے بہت سے کرتب سکھا دئے تھے - بھوں بھوں اکثر اکڑوں بیٹھ جا-

اگلے پیروں کے دونوں پنجے نیچے کر لیتے۔ جیسے کوئی مانگ رہا ہو۔ ارشد میاں بہت خوش ہوتے۔ بھوں بھوں کو بسکٹ یا کھانے کی کوئی اور چیز مل جاتی۔

بی میاؤں نے سوچا۔ بھوں بھوں بہت فائدے میں رہتا ہے۔ اسے خوب کھانے کو ملتا ہے۔ میں بھی اس کی طرح ارشد میاں سے کیوں نہ مانگ لیا کروں

ایک دن وہ بھی پچھلے پیر سمیٹ سماٹ بھوں بھوں کی طرح اکڑوں بیٹھ گئیں۔ انھیں بھی کھانے کو کچھ مل گیا۔

اب تو جب کبھی بھوں بھوں اکڑوں بیٹھتے، یہ بھی بیٹھ جاتیں، اور بہت فائدے میں رہتیں۔

اندھا فقیر

ایک اندھا فقیر تھا۔ یہ سڑک کے کنارے بیٹھ کر بھیک مانگتا تھا۔ اس اندھے کے کان بہت تیز تھے

ایک دن پولیس کے کچھ سپاہی ایک چور کا پیچھا کر رہے تھے۔

اندھے فقیر نے کہا:۔
چور اس سڑک پر بھاگتا ہوا گیا ہے۔"
سپاہی بولے :۔ تمھیں کیسے معلوم ہوا۔ تم دیکھ تو سکتے نہیں۔"
اندھے فقیر نے جواب دیا۔ مگر میں سن تو سکتا ہوں۔
سپاہیوں نے پوچھا:۔ مگر تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ جو آدمی بھاگا جا رہا تھا، وہ چور ہی تھا۔
فقیر بولا :۔ اس کے بھاگنے کا طریقہ کچھ ایسا ہی تھا۔ وہ بہت جلدی میں تھا۔ پھر بھی ذرا کے ذرا رُک گیا، اور پیچھے مڑ کر دیکھنے لگا۔
سپاہیوں نے پوچھا:۔ "یہ اُس نے کیوں کیا؟"
وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم لوگ اس کا پیچھا تو نہیں کر رہے ہو۔
سپاہی فقیر کے بتائے ہوئے راستے پر گئے، اور چور پکڑ لیا۔
اب وہ فقیر کے پاس آئے۔ اُس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور بولے:۔
"بڑے میاں، بہت بہت شکریہ۔ آپ کے کان بہت سے لوگوں کی آنکھوں سے اچھے ہیں۔

پیام تعلیم جوبلی فنڈ کے لئے تم کیا کر رہے ہو، ہمیں تمھاری کوششوں کا بہت انتظار ہے۔

چوزوں کی فوج
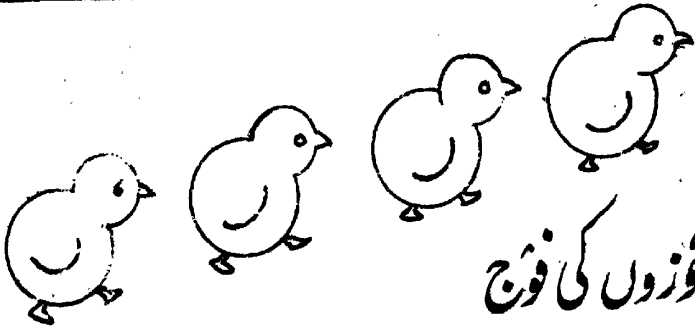
ارے بھئی واہ ! یہ ننھی منّی فوج کہاں جا رہی ہے - اب تو لڑائی بھی ختم ہو گئی - ذرا ان کے تیور تو دیکھو جیسے کسی بڑے بھاری کام کو جا رہے ہوں - مگر اچھے کیسے لگ رہے ہیں - ان کا بنانا بہت آسان ہے - تم خود بنا سکتے ہو، بس دائروں کا کھیل ہے - ایک بڑا دائرہ بنایا - اس سے ملا کر ایک چھوٹا سا دائرہ اور بنا دیا - بڑے دائرے کے نیچے ٹانگیں بنا دیں - چھوٹے دائرے میں چونچ لگا دی لیجئے چوزے میاں تیّار - دوسری تصویر خرگوش کی ہے، وہ بھی اسی طرح بنے گی -

ان تصویروں کو بنا کر ان میں رنگ بھی بھر لو -

ڈبّا
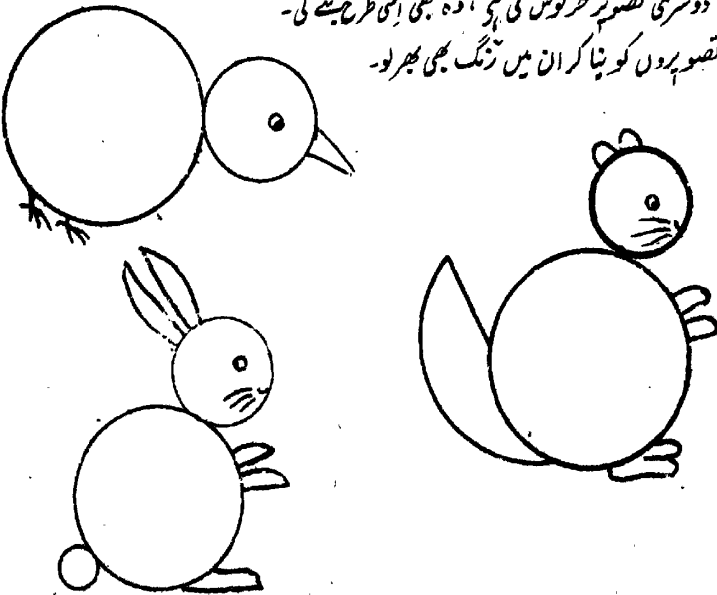
خالد حسن قادری
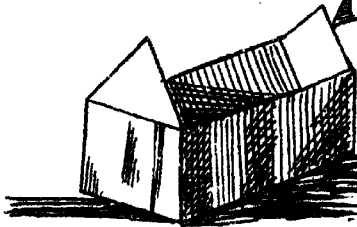
نقشے کے مطابق کاٹ کر ۲ کو ۳ پر چپکا دو اور ۱۴ کو ۱۵ پر چپکا دو۔ ۵ اور ۹، ۸ اور ۱۲ کو موڑ دو تاکہ لمبی دیوار بن جائے، ۱۳ کو ۹ پر اور ۱ کو ۵ پر موڑ دو۔ اسی طرح ۱۶ کو ۱۲ پر اور ۴ کو ۸ پر موڑ دو۔ ۱۳ اور ۱۶ کو ۱۴ اور ۱۵ پر چپکا دو۔ اسی طرح ۱ اور ۴ کو ۲ اور ۳ پر چپکا دو۔ اب تمھارا ڈبّا بن گیا

۱۳	۹	۵	۱
۱۴	۱۰	۶	۲
۱۵	۱۱	۷	۳
۱۶	۱۲	۸	۴

ایک بچّے کی دُعا

وحید صفی پوری

میں علم و ہنر جاننا چاہتا ہوں
میں بابِ ترقی کو وا چاہتا ہوں

رہوں تندرست و توانا میں ہردم
میں ایسی ہی تازہ ہوا چاہتا ہوں

مصیبت میں اوروں کے کام آؤں ہردم
میں ہمدرد و مونس بنا چاہتا ہوں

دکھائے مجھے جو ترقی کی راہیں
میں ایسا ہی اک رہنما چاہتا ہوں

ہمیشہ ہو شاداب کھیتی وطن کی
الٰہی تری رحمتوں کی گھٹا چاہتا ہوں

کدورت، کثافت، حسد اور تعصب
میں ان سب کا دل سے بُرا چاہتا ہوں

ضرورت پہ قربان وطن پہ میں ہوں گا
کہ مرکر وطن کا بھلا چاہتا ہوں

ترا ہی بھروسا مجھے ہر گھڑی ہے
ترا رحم ہی اے خدا چاہتا ہوں

زمانے سے تم صاف کہہ دو وحید
میں ہر وقت یادِ خدا چاہتا ہوں

خوانچے والا

پروفیسر رشید احمد صدیقی

وہ کھجور کے پتوں کے جھاڑو کے مورچھل سے مکھیوں اور خوانچے کے دیکھے یا ان دیکھے حملہ آوروں کو برابر مارتا بھگاتا رہتا۔ گھر پر یہ مورچھل جھاڑو کا کام دیتا اور خوانچے پر پہنچ کر مورچھل بن جاتا جس کو خوانچے والا برابر ہلاتا رہتا مورچھل کی یہ رفتار اس درجہ مسلسل اور ہموار رہتی کہ مکھی اور بھنگوں نے اس کی اہمیت کو بالکل نظرانداز کر دیا تھا۔ ان میں جس کا دل چاہتا، خوانچے میں داخل ہو جاتا، جب تک جی چاہتا قیام کرتا اور ضرورت سے فارغ ہو کر چل دیتا، کچھ ایسے بھی تھے جنھوں نے وہیں انتقال بھی فرمایا تھا، اور گاہک یا قبر کھودنے والے کے انتظار میں پڑے سوکھ رہے تھے۔ میں نے نہ اس خوانچے والے کو کبھی بیمار پڑتے دیکھا اور نہ اس برگد کو۔ نہ اس نے کبھی تیوہار منایا یا کپڑے بدلے، نہ اس برگد نے۔ دنیا کا کچھ ہی حال ہو برگد اور خوانچے والے اپنی اپنی جگہ پر جمے رہے۔ شاخیں پھیلتی گئیں اور جڑیں مضبوط ہوتی گئیں!

ہم میں سے کوئی فیل ہو جاتا یا پٹ جاتا تو دو ایک دن خوانچے والے کو منہ نہ دکھاتا، لیکن آخر کب تک؟ منہ دکھانے ہی کے لئے تو بنا نہیں ہے۔ کھانے کے لئے بھی بنا ہے۔ اس لئے خوانچے والے کا سامنا کرنا ہی پڑتا ایسا معلوم ہوتا جیسے بن کہے اسے سب خبر ہے کیا کہئے! وہ کہتا میاں گھبراؤ نہیں۔ مجھے دیکھو ماں باپ بیوی بچے سب ایک ایک کرکے داغ دے گئے، کتنی بیماریاں آئیں اور چلی گئیں۔ چوروں نے لوٹا، کھیت جائداد سب بک بکا کر ٹھکانے لگیں پر میں اب بھی وہی ہوں جو میرا باپ تھا جو میرے باپ کا باپ تھا اور جو اگر میرا لڑکا ہوتا تو وہ بھی ہوتا —— وہی خوانچہ وہی چار پیسے! کل جو ہو چکا اور کل جو ہو گا دونوں بے کار۔ بس آج ایک دن۔ صرف ایک ہی دن سب کچھ ہے، اور ایک دن کسی نہ کسی طرح کاٹ دینا کچھ مشکل نہیں، میاں

جاؤ، بس ایک دن کا انتظام کر لو ... یہ لو کابلی چنے کھا لو، کابل گئے، مگل ہوائے ... یہ پیسا گھسا ہوا ہے دوسرا دو۔ دوسرا پیسا نہ ہوا تو اس نے کابلی چنے واپس لے لئے، اور ہم یا آپ نہ کابل جا سکے نہ مغل ہو پائے۔ خوانچے والا ایک دن کاٹ دینے کی تعلیم تو بڑے شدو مد سے دیتا، لیکن اس ایک دن کو کاٹ دینے میں آپ کی مدد کبھی نہ کرتا، اس وقت میرے دل میں طرح طرح کے خیال گڈمڈ ہو کر آتے۔ ان کو میں ایک دوسرے سے ربط نہ دے سکتا لیکن اتنا سمجھ میں آتا کہ خوانچے والا اپنی نصیحتوں کی گٹھری میں سے بہت کچھ دینے کے بجائے اپنے خوانچے میں سے بھی کچھ دے دیتا تو میں زیادہ خوش ہوتا، اور بگڑتی دنیا دم بھر کے لئے سدھر جاتی!۔

بچے کس گھر میں نہیں ہوتے اور خوانچے والا کہاں نہیں ہوتا۔ میں آپ کو اپنے ہی ہاں کے ایک بچے کا حال سناتا ہوں۔ اُن کی سب سے زیادہ دوستی خوانچہ فروشوں سے ہو جاتی ہے، اور میرا یہ خیال ہے کہ اگر اُن کے خوانچے فروش کو کہیں پا جاؤں تو اسے کچا کھا جاؤں بشرطیکہ خدانخواستہ وہ ایسا ہوا کہ مجھی کو سموچا کھا جائے۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ یہ دامن میں کچھ چیزیں بھرے چلے آرہے ہیں اُن کے چہرے کی تازگی اور تبسم کچھ اس انداز کا تھا جیسے اس دنیا میں ان سے زیادہ عقل مند اور تندرست کوئی اور نہ تھا۔ میں نے حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُنھوں نے ایک روپے کی کسی ڈاکو خوانچے فروش سے رس بھریاں خریدی تھیں۔ میں نے بس بھرے تیور اور لہجے میں کہا، خریدنے سے پہلے تم نے کچھ سوچا بھی تھا۔ بولے جی ہاں سوچا تھا۔ آپ دیکھئے تو اول تو رس بھری دوسرے میٹھی اور تیسرے اتنی ساری ــــ اور اتنی ساری کو واضح کرنے کے لئے دونوں ہاتھ اس طور پر پھیلا دئے، جیسے مجھ کو بھی یہ رس بھری لو بس شامل کر چکے تھے۔ دامن چھوٹ گیا۔ رس بھریاں بھربھرا کر فرش پر لوٹنے لگیں۔ میں ان کا کچھ نہ کر سکا، اور مطمئن ہو گیا کہ واقعی رس بھریاں اتنی مہنگی نہ تھیں، جتنا میں خیال کرتا تھا۔

خوانچے والے کی آواز میں عجیب کشش ہوتی ہے، تمھارے ہی لئے نہیں تمھارے بڑے بوڑھوں کے لئے بھی، ملائی کا برف، آم، خربوزے، چاٹ چورن، چنے جور گرم کی آواز پر سبھی دوڑتے ہیں محلے میں ان میں سے کسی کی آواز آئی اور چھوٹے بڑے اپنے اپنے کام چھوڑ کر اُن کے ارد گرد جمع ہو گئے میلے کچیلے ننگ دھڑنگ بچے کچھ ناچتے کچھ چیختے کھانستے بوڑھے جھگڑالو بوڑھیاں، بچی مرغیاں، لنگڑاتے کتے

بچے کلرک، سوکھے مزدور، بھوکے [illegible] انقلابی شاعر
پھدکتی گلہریاں، غرض ہندوستان کا اصل اور
مکمل نقشہ نظر آجائے گا۔ خوانچے والا رہ رہ کر
صدا لگائے گا۔ رنگ بانٹے گا، پیسے وصول
کرے گا اور چل دے گا۔ خوانچے والے کا بھوت
ہماری زندگی میں رس بس گیا ہے۔ جدھر دیکھئے
خوانچہ فروشی کا بازار گرم ہے۔ یہ باتیں تمھاری سمجھ
سے باہر ہیں، اور میری قابو سے۔ اس لئے آؤ
ہم تم صلح کرلیں، اور اس سے بہتر موقع کے
منتظر رہیں، اور ریڈیو والوں کو موقع دیں کہ
وہ تمھارے لئے اپنے خوانچے سے کچھ اور پیش
کریں!

پچیس سال گذرے
اک کارواں چلا تھا

محمد شفیع الدین نیّر

پچیس سال گذرے اک کارواں چلا تھا — عزمِ عروجِ ملت ہم سب کا رہنما تھا

یہ سوچ کر چلے تھے آزاد ہم رہیں گے — دل پر غلامیوں کے باقی نہ غم رہیں گے

مغرب پرستیوں سے ہم کو نجات ہوگی — اپنی زباں پہ اپنے مشرق کی بات ہوگی

تعلیم و تربیت کے اپنے اصول ہوں گے — خوش حالیوں کے تحفے ان سے وصول ہوں گے

اپنے جواں بنیں گے مہر و وفا کے خوگر — اپنے جواں بنیں گے ملت کے اپنی ، یاور

علم و عمل پہ شیدا ، حلم و حیا کے حامی — ظلم و ستم کے دشمن، صدق و صفا کے حامی

اسلام کی اخوت اُن کا شعار ہوگا — توحید کی بنا پر اُن کا مدار ہوگا

اپنے ہی بازوؤں پر تکیہ سدا کریں گے — اپنی ہی کوششوں سے آگے بڑھا کریں گے

اب جائیں گے نہ ہرگز غیروں کے آستاں پر — نے لفظ التجا ہی آئے گا اب زباں پر

دفتر کی نوکری سے اب ہم اِبا کریں گے | آزاد ہیں جو راہیں اُن پر چلا کریں گے
صنعت کے رستوں پر ہم جائیں گے ہمیشہ | سوداگری کو دل سے اپنائیں گے ہمیشہ

وہ کاروانِ ملت ہے جامعہ ہماری
کرتی ہے اس بنا پر قوم اس کی پاسداری

اب وقت ہے کہ ہم سب کچھ دیر مل کے بیٹھیں | کاموں کو اپنے پرکھیں یہ بات دل میں سوچیں
پیشِ نظر ہمارے اب کام کیا ہے باقی | کیا کر چکے ہیں اب تک کیا رہ گیا ہے باقی
کیا کام کر رہے ہیں یہ نوجوان ملت | ملت کی اپنی اب تک کیا کی انھوں نے خدمت
ملت کی آبرو کو کتنا بڑھا دیا ہے | دیکھیں تو ہم انھوں نے پڑھ لکھ کے کیا کیا ہے
آزادیٔ عمل کی کیا راہ ہے نکالی | کس پھول سے بھری ہے اُن کے عمل کی ڈالی
گر کام اپنا پورا اب تک نہیں ہوا ہے | پورا اسے کریں ہم یہ وقت کام کا ہے

تیزی سے چل کھڑے ہوں کچھ کر کے ہم دکھائیں
ملت کی اپنی تقدیر بگڑی ہوئی بنائیں

لہ انکار
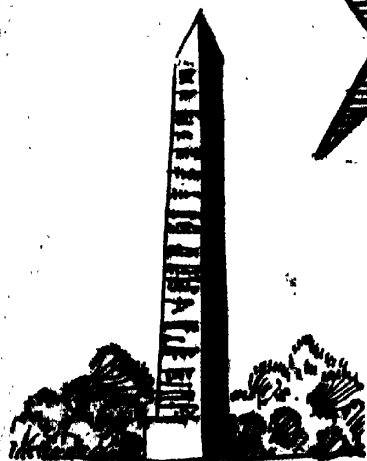
کلوپیٹرا کی سوئیاں اصل میں دو اونچے اونچے مینار ہیں یہ ٹامس ۳ (THOTHMES III) نے حضرت مسیح کی پیدائش سے ۱۴۰۰ سال پہلے بنوائے تھے۔ یہ ہیلوپولس مندر کے سامنے تھے۔ پھر حضرت مسیح کی پیدائش سے کوئی تیرہ سال پہلے یہ اسکندریہ میں لائے گئے۔ اور اب ان میں سے ایک لندن میں ہے یہ ۱۸۷۸ء میں نصب کیا گیا تھا۔

دوسرا نیویارک سینٹرل پارک میں ہے۔ یہ ۱۸۸۰ء میں نصب کیا گیا تھا۔

لندن والے مینار کی اونچائی ۶۸ فٹ ۵½ انچ ہے۔

نیویارک 〃 〃 〃 ۶۹ 〃 ۲ 〃

ان میناروں میں چاروں طرف ہیروغلیفی رسم الخط میں عبارتیں کندہ ہیں۔ یہ اصل میں ان میناروں کے بنوانے والے بادشاہ اور رامسس ۲ کی کامیابیوں اور فتح مندیوں کے حالات ہیں۔

لڑائی تو ختم ہوگئی، مگر ساری دنیا مصیبت میں پھنسی ہوئی ہے۔ اناج کا کال ہے، ضرورت کا کوئی سامان نہیں ملتا۔ ملتا ہے تو بہت مہنگا خود ہمارے دیس میں اناج دوسرے دیسوں سے آرہا ہے۔ پھر بھی قحط کا ڈر لگا ہوا ہے۔

جو ملک لڑائی کی بالکل زد میں آگئے اُن کی حالت تو بہت ہی خستہ ہے۔ آسٹریلیا کے ملک پر لڑائی سے پہلے جرمنوں نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔ لڑائی شروع ہوئی تو جرمن علاقے کی طرح اس پر بھی اتحادی فوجوں اور ہوائی حملوں کی مار پڑی، اس لئے اس کی حالت بھی جرمنی اور ہنگری وغیرہ سے زیادہ اچھی نہیں ہے پچھلی سردیوں میں انگریزی پارلیمنٹ کا ایک ممبر وہاں کے حالات دیکھنے گیا تھا۔ اس نے وہاں کے بچوں کا کچھ حال لکھا ہے۔

آج کل آسٹریلیا میں بچوں کی زندگی بہت تکلیف سے گذر رہی ہے کھانے کو پیٹ بھر نہیں ملتا، کھلونوں کا کال ہے۔

اور یہ کچھ غریبوں کے لئے نہیں۔ آج کل وہاں امیر غریب سب ایک حال میں ہیں بازار ویران پڑے ہیں۔ سڑکوں پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھوم آؤ۔ اکثر دکانیں خالی نظر آئیں گی۔ دکان دار ہاتھ پہ ہاتھ رکھے بیٹھے ہیں۔

بڑے شہروں کی حالت خاص کر بہت گئی گذری ہے۔ دیہاتوں میں تو خیر کھانے کو تھوڑا بہت مل بھی جاتا ہے۔ گاؤں میں بچوں کے چہروں پر زیادہ بحالی نظر آتی ہے۔ مگر جب اُن سے پوچھا گیا تو انھوں نے بتایا کہ خود کھیتوں میں رہ کر بھی اکثر فاقوں تک نوبت آجاتی ہے۔

ویانا آسٹریلیا کا دار السلطنت ہے، کتنا مشہور کیسا خوب صورت شہر ہے۔ لگ بھگ بیس لاکھ آدمی کی آبادی ہے۔ مگر بچوں کو اس شہر میں بھی آرام نہیں۔

ویانا میں مزدوروں کے گھر بہت شاندار بنے ہوئے ہیں، وہاں جاکے دیکھا بے چاری ماں اپنے میاں اور بچوں کے لئے جو یا جئی کا دلیا پکا رہی تھی۔ یہی دلیا صبح کا ناشتہ سمجھ لو، دوپہر کا کھانا سمجھ لو۔ نہ جانے کب سے ان بے چاروں کی بس اسی پہ گذر ہے، نہ مکھن نہ ڈبل روٹی نہ گوشت شکر تو دیکھنے کو نہیں ملتی، دودھ کا بھی کال ہے۔ سیال یا فولا اور بڑی عمر کے لڑکوں کو دودھ بالکل نہیں ملتا۔

بہت سے بچوں کا تو یہ حال ہے کہ کسی کے ماں نہیں کسی کے باپ نہیں، لڑائی میں مارے گئے، ہوائی حملوں کا شکار ہوئے۔ بہت سے بچوں نے تو مہینوں سے مدرسے کی صورت نہیں دیکھی۔ بہت سے مدرسے ہوائی حملوں سے زمین کے برابر ہو گئے، بہت سے لڑائی کے زمانے میں بند کر دئے گئے۔

خیر اب قریب قریب سب مدرسے کھل گئے ہیں۔ دوپہر میں بچوں کو اسکول ہی میں کچھ کھلا پلا دیتے ہیں۔ عموماً مٹر کا شوربا اور خشک انڈے۔ یہ ناشتہ مقررہ راشن کے علاوہ ہے۔

دیکھو تمھارے آسٹریا کے بھائی ایسی ایسی مصیبتوں میں ہیں، پھر بھی ہمیشہ خوش رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خوب کھیلتے کودتے ہیں اور دوڑیں لگاتے ہیں

پچھلی سردیوں میں انھوں نے سچ مچ بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ آسٹریا میں سردی بہت ہوتی ہے۔ برف بھی خوب پڑتی ہے اور اس سے بچنے کا اُن کے پاس کوئی انتظام نہیں تھا، مگر ان سب پریشانیوں کو ہنس کھیل کر گذار لیا۔ اصل میں یہ آزاد قوم آزاد ملک کے بچے ہیں اور جانتے ہیں کہ آدمی مصیبت و تکلیف کے زمانے میں بھی کسی طرح اپنے کو خوش رکھ سکتا ہے۔

کیمرے میں تصویر الٹی کیوں اُترتی ہے؟

مرزا سکندر حیات، کلکتہ

تصویریں اتارنے والے کیمرے میں کوئی خاص چیز تو ہوتی نہیں۔ لکڑی یا ٹین کا ایک ڈبا ہوتا ہے۔ اس کے سامنے کی طرف ایک شیشہ لگا ہوتا ہے۔ وہی آتشی شیشہ کناروں پر پتلا، بیچ میں ذرا موٹا، اور پیچھے کی طرف فلم یا پلیٹ ہوتی ہے۔ تصویر اسی پلیٹ پر اُترتی ہے۔ سامنے والا منہ (جہاں آتشی شیشہ لگا ہوتا ہے) ہر وقت بند رہتا ہے تاکہ روشنی اندر نہ پہنچ سکے۔ کسی کی تصویر لینا ہو تو ایک کمانی دبانے سے کیمرے کا مُنہ کھل جاتا ہے۔ سامنے کا عکس (روشنی) اندر داخل ہوکر فلم پر آجاتا ہے اور تصویر اُتر آتی ہے
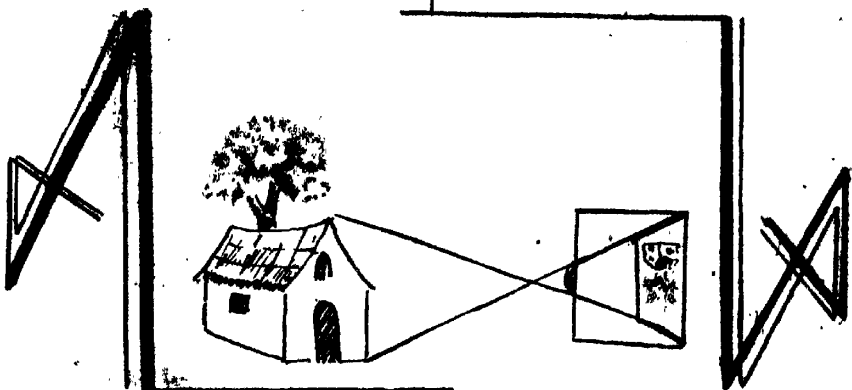
جس چیز کی ہمیں تصویر لینا ہوتی ہے اُس کے عکس یا روشنی کی کرنیں پہلے آتشی شیشے، اور پھر یہاں سے گذر کر فلم پر پڑتی ہیں۔ فلم پر پڑنے سے پہلے یہ کرنیں ایک نقطے پر اکٹھا ہوتی ہیں اس نقطے سے آگے جانے لگتی ہیں۔ تو اُن کا رُخ بدل جاتا ہے۔ اوپر کی کرنیں نیچے، نیچے کی اوپر

کی طرف چلنے لگتی ہیں۔ اسی طرح دائیں طرف کی کرنیں بائیں کو اور بائیں کی دائیں کو کو چلی جاتی ہیں۔ غرض ہر کرن اپنے مخالف سمت

کو جاتی ہے

آؤ ایک تجربہ کریں۔ کہیں سے ایک آتشی شیشہ لے آؤ۔ اسے سورج کے سامنے کرو۔ پھر اس کے مقابلے میں ذرا ہتھیلی تو رکھو اُف وہ جل گیا ہاتھ! کیسے جل گیا؟ بھئی بات یہ ہے کہ سورج کی کرنیں پہلے آتشی شیشے پر پڑتی ہیں۔ یہ موٹا ہوتا ہے ذرا خم دار۔ بیچ میں موٹا کنارے پتلے۔ اس لئے کہ کرنیں اندر کی طرف مڑ جاتی ہیں، اور کچھ فاصلے پر سب کی سب ایک نقطے پر اکٹھا ہو جاتی ہیں پہلے تو یہ کرنیں بکھری ہوئی تھیں۔ جب اکٹھا ہوئیں تو ان کی گرمی بھی بڑھی۔ جیسے جھاڑو کی کچھ سینکیں لے کر الگ الگ جلاؤ۔ پھر انھیں ایک جگہ اکٹھا کر دو، کتنا فرق پڑ جائے گا۔ فرض کرو تمھارا آتشی شیشا ایک مربع انچ کا ہو تو ایک مربع انچ کی کرنیں یا گرمی ایک نقطے پر اکٹھا ہو جائے گی، اور اس سے اتنی گرمی پیدا ہو گی کہ کاغذ تک جل جائے گا۔

مگر اس نقطے کے بعد کرنیں پھر سیدھی آگے کو چلی جاتی ہیں۔ یعنی اُن کا رُخ بدل جاتا ہے یہ تو سب جانتے ہیں کہ روشنی کی کرنیں بالکل سیدھی جاتی ہیں۔ تمھارے گھر کے کواڑوں میں
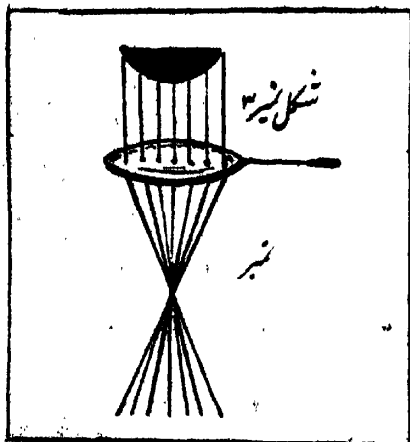
درزیں ہوں اور اُن پر دھوپ پڑ رہی ہو تو کواڑ بند کر کے دیکھو۔ اندر روشنی بالکل سیدھی جا رہی ہو گی۔

اگر شکل نمبر ۲ سے ہاتھ ہٹا لیا جائے تو کرنیں آگے کو بڑھ جائیں گی۔ شکل نمبر ۳ کو ذرا غور سے دیکھو۔ کرنیں بالکل سیدھی چلی گئی ہیں، لیکن نقطے کے بعد اُن کا رُخ بدل گیا ہے
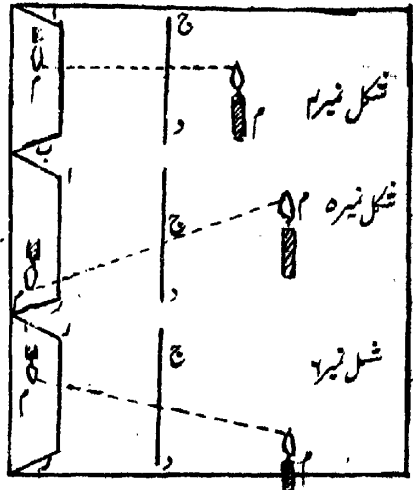
دائیں طرف کی کرن بائیں کو اور بائیں کی دائیں کو چلی گئی ہے۔ تو جناب یہ تو آپ کی سمجھ میں آگیا کہ کرنیں کس طرح مڑتی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مڑتی کیوں ہیں ؟

ہاں بھئی یہ بات بھی سچ مچ سمجھنے کی ہے اچھا دیکھو شکل نمبر ۴، ۵، ۶ میں (ا، ب) تو پردہ ہے۔ (ج، د) گتا یا لکڑی کا تختا (م) موم بتی لکڑی یا گتے کے درمیان ایک سوراخ ہے۔

اب اگر موم بتی سوراخ کے برابر رکھی جائے تو روشنی پردے کے ٹھیک درمیان میں پڑتی ہے (شکل نمبر ۴) سوراخ سے اوپر رکھی جائے تو روشنی نیچے کی طرف پڑتی ہے (شکل نمبر ۵) سوراخ نیچے رکھی جائے تو روشنی اوپر پڑتی ہے (شکل نمبر ۶) روشنی کی کرنیں ہمیشہ سیدھی جاتی ہیں۔ یہ تجربہ تم خود اندھیرے میں کر کے دیکھو۔ اگر موم بتی گتا اور پردہ ذرا قریب قریب ہوں تو موم بتی کی لَو اور اس کا اوپر کا حصہ زیادہ صاف نظر آئے گا

شکل نمبر ۷ میں دو موم بتیاں ہیں اوپر والی کی روشنی نیچے پڑتی ہے نیچے والی کی اوپر۔ شکل نمبر ۸ میں پانچ موم بتیاں ہیں۔

دیکھو نیچے والی موم بتیوں کا عکس اُوپر پڑ رہا ہے۔ اُوپر والی موم بتیوں کا نیچے۔

ان تمام تجربوں میں (شکل نمبر ۴ سے شکل نمبر ۸) سوراخ کی جگہ آتشی شیشا ہو تب بھی یہی نتیجہ ہوگا۔ آتشی شیشے میں روشنی ذرا صاف ہوگی۔ تم یہ دونوں تجربے کر کے دیکھو۔ مگر اندھیرے کمرے میں کرنا۔

غرض اس اصول پر کیمرے کے سامنے جو چیز ہوتی ہے اس کے عکس کی کرنیں نیچے کی اُوپر کو، اُوپر کی نیچے کو دائیں کی بائیں کو بائیں کی دائیں مُڑ جاتی ہیں، اور سامنے کی چیز

کا عکس اُلٹا پڑتا ہے ۔

ننھے کا ترانہ

شمس الاسلام خاں

رکھا ہے نانا ابّا نے ۔ نام میرا شمس الاسلام
اللہ میاں جوان ہو کر میں ۔ اس دنیا کے آؤں کام
سچ مچ کا ہو جاؤں سورج ۔ ایسا اچھلے میرا نام
جگ مگ جگ مگ کرنے لگے جو ۔ دیس پہ چھائی ہوئی ہی شام
سورج کی کرنوں کی طرح سے ۔ فیض میرا ہو سب پر عام
سب کی خدمت کو پہنچوں میں ۔ سب پائیں مجھ سے آرام
ملک کو میں آزاد بناؤں ۔ رہنے دوں اس کو نہ غلام

نظم مری سب سن کے دعا دیں
بس اتنا ہے میرا انعام

بڑے لڑکوں کے مضمون

ہمارے اُردو کے اُستاد

خواجہ عبدالعلیم فیروز عالم

ہم آٹھویں جماعت میں پڑھتے ہیں۔ ابھی وہی درجہ جو اسکول میں اپنی زندہ دلی کی وجہ سے مشہور ہے۔ کھیل کے میدان کو لیجئے تو فٹ بال اور کرکٹ کی ٹیم گویا ہماری ہی ہے۔ علمی مظاہروں میں بھی ہم پیش پیش رہتے ہیں۔ ان کھیلوں وغیرہ میں خاطر خواہ حصہ لینے کے ساتھ ساتھ لکھنے پڑھنے میں بھی بُرے نہیں۔ ہمارے نتیجے اسکول کی دوسری جماعتوں سے اچھے رہتے تھے۔

ان مشغلوں کے ساتھ ساتھ ہمارا ایک مشغلہ شرارت بھی تھا اور اس کی وجہ سے ہمارے مخالفوں کو ہمیں بدنام کرنے کا اچھا موقع مل گیا۔ اکثر استاد ہم سے ناراض ہو جاتے۔ ہر شرارت میں پہلے ہمارا نام لیا جاتا، خواہ ہم نے کی ہو یا نہ کی ہو لیکن ہم اتنے بُرے تو نہ تھے کہ خواہ مخواہ ہر استاد کو پریشان کرتے، ہمدرد استادوں کی بہت قدر کرتے تھے۔ یوں تو خشک مزاج ماسٹروں کی عزت میں بھی فرق نہ آنے دیتے۔ شروع سال ہی میں ہر ماسٹر کو کسوٹی پر کس لیا جاتا تھا یعنی یہ پتہ لگا لیا کہ واقعی یہ شخص ہمدرد اور قابل ہے یا صرف باتونی۔ لڑکوں کے ہاتھ میں کسوٹی

چنانچہ ہمارے مولوی صاحب (یہ ہیڈ مولوی تھے اور اردو نظم و فارسی پڑھاتے تھے۔) کھوٹے نکلے۔ مولوی صاحب کیا تھے، اچھا خاصا انجن تھے۔ ایک تو خود کالے۔ اس پر غضب یہ کہ خوب بڑی سی کالی ٹوپی پہن کر آتے تھے۔ ٹوپی پوری انجن کی چمنی معلوم ہوتی تھی۔ اچکن بھی کالے رنگ کی۔ اُسے انجن کا ڈھانچا سمجھ لیجئے۔ بیٹھ کر پڑھاتے تھے، لیکن ہمیشہ ہلتے رہتے، گویا انجن کے پہیوں کو قرار نہیں ہے۔ پڑھاتے پڑھاتے دو ایک منٹ کے لئے ایک خاص طرح سے رُک کر اے اے۔ اے کرتے تھے۔ بس جناب اس وقت تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ انجن اسٹیشن کے نزدیک پہنچ کر سیٹی دے رہا ہے۔ وہ منظر

دکر کے مجھے اب تک ہنسی آتی ہے۔
اور پڑھاتے ایسا ہیں کہ بس سبحان اللہ
یک مصرع تھا
"آپ ہیں نکتہ داں، نکتہ سنج، نکتہ ور"
ولوی صاحب نے اس کا مطلب بتایا" آپ
نقطہ جاننے والے ہیں، نقطہ کہنے والے ہیں
ور نقطہ تولنے والے ہیں۔" ہمارے ایک ساتھی
، اٹھ کر پوچھا کہ صاحب نقطہ تولا کس میں
ا ہے۔ مولوی صاحب پریشان ہو کر ادھر
دھر تاکنے لگے، گویا ہماری امداد کے خواستگار
ں میں نے اجازت کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ مولوی
احب نے فوراً اجازت دے دی (جب ہم کچھ
چھنے کو ہاتھ اٹھاتے ہیں تو بولنے کی اجازت
نہیں ملتی!) ہم نے بڑے ادب سے کھڑے ہو کر
ہایت سنجیدگی سے جواب دیا کہ طبعی ترازو
(PHYSICAL BALANCE) میں۔ یہ سن کر
سارا درجہ ہنس پڑا۔ مولوی صاحب کو بھی
ارنا چار کھسیانی ہنسی ہنسنی پڑی۔
ہمارے مولوی صاحب فارسی بھی پڑھاتے
ڑھاتے کیا تھے بس طوفان میل چھوڑتے تھے
ورکے نہیں رکتا تھا۔ ہماری سمجھ میں کچھ نہ
تا، لیکن خوف کی وجہ سے پوچھ بھی نہ سکتے
تھے۔ ایک دفعہ شامت اعمال، ہم نے ان کو
رد کنا چاہا اور ڈرتے ڈرتے ایک شعر کا مطلب
پوچھ ہی لیا۔ انھوں نے اپنے خاص الفاظ سے
سرفراز کیا" الو، گدھا، پاجی، تو سال بھر
سے پڑھ رہا ہے اور یہ نہ معلوم کر سکا کہ جو
سمجھ میں نہ آئے وہ آخر میں پوچھنا چاہیے۔
ہم نے دل میں سوچا کہ جب کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے
تو پوچھیں کیا اور چھوڑیں کیا؟

دوسرے دن ترجمے کا دن تھا۔ ہماری
باری آئی تو انھوں نے یہ جملہ ترجمے کو دیا۔
"جامن پکی تھی، تو نے کیوں نہیں کھائی؟"
ہم نے جامن کی فارسی پوچھی، انھوں نے
خفا ہو کر کہا" الو، گدھا، پاجی۔" ہم نے
فوراً جواب پیش کیا۔ الو، گدھا، پاجی
فرستادہ بودم۔ تو چرا نہ خندق کردی۔"
مولوی صاحب سرخ ہو گئے، اور لڑکوں نے
قہقہوں کے ساتھ ہنسنا شروع کیا، ہم بہت
ڈرے، لیکن خدا نے ہمارا ساتھ دیا۔ اسی
وقت گھنٹی بجی، لڑکوں نے جانا شروع کر دیا
دوسرے دن سے عید اور دسہرہ کی بیس دن کی
چھٹیاں تھیں، ہم نے سوچا، اتنے دنوں میں
مولوی صاحب بھول ہی جائیں گے، دور سے
دیکھا، مولوی صاحب غصے سے کانپ رہے
تھے۔ اس دن وہ دوسرے دروازے سے اپنے گھر گئے۔

انت بھلا سو بھلا

سید افضل حسین افضل

ایک سوداگر کے چار بیٹے تھے۔ مرتے وقت اس نے چاروں کو اپنے پاس بلایا اور کہا "پیارے بیٹو، میرے مرنے کے بعد آپس میں لڑنا جھگڑنا نہیں، اور اگر ایک دوسرے سے الگ رہنا چاہو تو اپنے چچا سے جائداد تقسیم کرا لینا۔

ان میں سب سے بڑا لڑکا کتابیں پڑھنے کا شوقین تھا۔ بجھلے کو منطق اور فلسفے سے دلچسپی تھی۔ اور تیسرا اور چوتھا تو یہ دونوں کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے۔

پہلے دونوں بھائیوں کی بیویاں بھی گھر کے کام کاج کو ہاتھ نہ لگاتیں اور پکانے ریندھنے کا سب کام چھوٹے بھائیوں کی بیویوں کے ذمے تھا۔ چند دن تک تو یوں ہی کام چلتا رہا۔ مگر چھوٹے بھائیوں کی بیویاں کب تک یہ گوارا کرتیں۔ آخر ایک دن لڑائی ہو گئی۔ چھوٹے بھائیوں نے بھی بڑے بھائیوں کو گھر سے نکالنا چاہا، اور چاروں بھائی اپنے باپ کی وصیت کے مطابق چچا کے پاس گئے اور اپنی جائداد کا بٹوارہ کرانا چاہا۔ اُن کا چچا بہت سوجھ بوجھ کا آدمی تھا۔ اُس نے ان چاروں سے کہا تم میں سے ایک شمال کو ایک جنوب کو، ایک مغرب کو اور ایک مشرق کو چلا جائے اور ایک دن کے اندر اندر جتنا روپیہ کما سکتا ہے کما لائے۔ واپسی پہ بٹوارہ ہوگا۔ چاروں بھائی اپنی اپنی طرف روانہ ہو گئے۔ سب سے چھوٹا جنوب کی طرف گیا۔ اس نے ایک بوڑھے کسان کو دیکھا، جو اپنے کھیت میں ہل چلا رہا تھا، مگر شام تک اس سے اپنے کھیت کا پاؤ حصہ بھی نہ جوتا جا سکا۔ سوداگر کے بیٹے نے کہا۔ "بڑے میاں اگر میں تمھاری ساری زمین میں ہل چلا دوں تو کیا دو گے۔ بوڑھے نے کہا" میں تمھیں پانچ روپے دوں گا۔" لڑکے نے

نے زمین فوراً جوت دی اور پانچ روپے لے کر گھر کو روانہ ہوا۔

دوسرا بھائی شمال کی طرف گیا، اُس نے سات آدمی ایک جگہ بیٹھے ہوئے دیکھے یہ بھی ان میں شامل ہو گیا، اور اُن کی باتیں سننے لگا ایک آدمی جو اُن میں حقہ پی رہا تھا بولا "میری زمین کے ایک حصے میں پانی ہی پانی ہے۔ کل کی بارش سے پانی اور بھی زیادہ ہو گیا۔ خدا معلوم کب سوکھے۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں کیا بویا جائے۔" دوسرا بھائی جھٹ بول اُٹھا، "دھان کیوں نہیں بو دیتے۔" وہ آدمی بہت خوش ہوا، اور دس روپے سوداگر کے بیٹے کو دئے۔

تیسرا بھائی مشرق کی طرف گیا تھا اس نے ایک گھر میں رونے کی آواز سنی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اس شہر کے وزیر کا گھر ہے۔ وزیر سے معلوم ہوا کہ بادشاہ نے اُسے حکم دیا ہے کہ اس کے ہاتھی کا وزن ترازو میں تولے بغیر بتایا جائے۔ تین دن کی مہلت ملی ہے۔ اگر اس عرصے میں نہ بتا سکا تو چوتھے دن پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔"

سوداگر کے بڑے بیٹے نے تسلی دی اور کہا یہ کیا مشکل کام ہے۔ چلو اس سامنے والی ندی پر چلو، میں تمھیں ہاتھی کا وزن بتائے دیتا ہوں، اور دونوں ندی کے کنارے پر کھڑے ہوئے۔ سوداگر کے بیٹے نے کہا کہ ایک کشتی اس ندی میں ڈالو، اور ایک جگہ ٹھہرا کر ہاتھی اس میں سوار کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ ہاتھی کے بوجھ سے کشتی ایک ہاتھ پانی میں ڈوب گئی۔ سوداگر کے بڑے بیٹے نے وہاں نشان لگا دیا۔ پھر ہاتھی کو باہر نکالا گیا اور ریتے کی بوریاں بھروا کر کشتی میں ڈالی گئیں۔ جب کشتی ریتے کے بوجھ سے پانی میں اتنی ہی ڈوب گئی جتنی ہاتھی کے بوجھ سے ڈوبی تھی تو ریت کی بوریوں کو بھی باہر نکالا گیا۔ پھر سوداگر کے بیٹے نے کہا کہ بادشاہ کے سامنے یہ ریتے کی بوریاں حاضر کر کے کہنا ہاتھی کا بوجھ اس ریت کی بوریوں کے برابر ہے۔ مہاوت گواہ ہے کیونکہ وہ دیکھتا رہا ہے کہ ہم نے ترازو بالکل استعمال نہیں کی

وزیر نے خوش ہو کر سوداگر کے بیٹے کو دو سو روپئے انعام دئے اور وہ بھی خوش خوش اپنے گھر روانہ ہوا، سوداگر کا منجھلا بیٹا نہایت منطقی تھا۔ وہ مغرب کی طرف گیا تھا۔ وہ شہر سے باہر نکلا تو ایک آدمی درخت کے نیچے پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا، سوداگر بچے نے اُس کے قریب جا کر وجہ

پوچھی - اس آدمی نے کہا کہ اے بھائی ہم چار بھائی ہیں - ہمارے باپ نے مرتے وقت ہم میں جائداد برابر برابر تقسیم کر دی ، جائداد تقسیم ہونے کے بعد ایک بلّی باقی رہ گئی - ہمارے چچا نے ہم سب میں اس کی ایک ایک ٹانگ تقسیم کر دی ، اور اُس کا بدن مشترک رہا - ایک دن بلّی چھت پر سے کود ی - اس کی وہ ٹانگ جو میرے حصّے میں آئی تھی ٹوٹ گئی - میں نے اس پر تیل لگا کر پٹّی باندھ دی - بلّی آگ کے پاس جا بیٹھی خدا کا کرنا کہ کپڑے کو آگ لگ گئی - آگ کا لگنا تھا کہ بلّی بے تحاشا دوڑنے بھاگنے لگی - اس کے بھاگنے سے دوسری چیزوں میں بھی آگ لگ گئی یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے ایندھن تک جا پہنچی پھر مکان کو لگ گئی - لوگ بجھانے کو دوڑے ، پھر بھی مکان کا چوتھا جل گیا - میرے تین بڑے بھائیوں نے کہا کہ جو حصّہ جل چکا وہ تمھارا ہے - مکان کو آگ بلّی کی اُسی ٹانگ سے لگی جو تمھارے حصّے میں آئی تھی - لہٰذا اب گھر میں تمھارا کوئی کام نہیں ہے - مجھے اب انھوں نے گھر سے نکال دیا ہے ، اور میں یہاں اپنی قسمت پر بیٹھا آنسو بہا رہا ہوں

سوداگر کے بچے نے اُسے تسلی دی اور کہا " اگر میں تمھیں پورا مکان دلوا دوں تو مجھے کیا دوگے " اس آدمی نے پانچ سو روپے دینے کا وعدہ کیا - سوداگر کا بیٹا اس آدمی کے گھر گیا اور تینوں بھائیوں اور چند بڑے بڑے آدمیوں کو جمع کیا ، اور تینوں بھائیوں سے کہا " تمھیں اپنے چھوٹے بھائی پر کچھ بھی ترس نہ آیا اس میں حصہ تو تمھارا ہی جلا ہے - مکان میں آگ لگانے والی تو بلّی کی وہ ٹانگیں تھیں جن سے وہ دوڑی - ٹوٹی ٹانگ سے تو وہ دوڑ ہی نہ سکتی تھی - لہٰذا تین آدمیوں کا حصہ جل گیا اور اب جو مکان باقی ہے وہ تمھارے چھوٹے بھائی کا ہے -

سب حاضرین اس فیصلے سے بہت خوش ہوئے - لوگوں نے سوداگر کے بیٹے کی ذہانت کی داد دی - اور سب چھوٹے بھائی نے وعدے کے مطابق روپے دئے -

جب دو چھوٹے بھائیوں کو معلوم ہوا کہ بڑے بھائی بہت زیادہ کما کر لائے ہیں تو وہ اپنے کئے پر بہت پچھتائے ، اور اُن کو علیحدہ کرنے کا خیال چھوڑ دیا ۔

دھوکا

محمد یسین درجہ ہفتم ، کانپور

ایک مرغی تھی - اس کے بہت سے بچے تھے - ایک دن کھیلتے کھیلتے بچے بہت دور نکل گئے وہاں ان کو ایک بلّی ملی - بچے بولے :- " خالہ جان سلام " بلّی نے کہا " خوش رہو بچو " دوسرے دن بلّی نے مُرغی اور سب بچوں کی دعوت کی - انھوں نے خوب اچھی اچھی چیزیں کھائیں - اب بچے روز بلّی کے پاس جانے لگے - مُرغی انھیں منع بھی نہیں کرتی تھی - جب بچے خوب موٹے ہوگئے تو ایک دن بلّی ان کو کھا گئی - رات کو جب بچے نہ آئے تو مرغی بہت پریشان ہوئی اور بلّی کے گھر گئی - بلّی نے غصّے سے کہا بھاگ جاؤ ، اب تمھارے بچے نہیں مل سکتے ، تم نے انھیں پہلے ہی منع کیوں نہیں کر دیا ؟ مرغی بے چاری بہت روئی - مگر رہی کیا سکتی تھی سوچنے لگی کہ برے لوگوں سے دوستی کبھی نہیں کرنی چاہیے

لطیفہ

عبدالقوی - کانپور

ایک مولوی صاحب کسی مجمع میں وعظ فرما رہے تھے - وہ کہہ رہے تھے - آں حضرت کس قدر سادگی سے رہتے تھے اور جو کی روٹی کھاتے تھے -

جب وعظ ختم ہوا تو ان کو کھانے پر بلایا گیا - کھانے میں صرف جو کی روٹی تھی - پوچھا یہ جو کی روٹی کس کے لئے ہے - کہا گیا آپ کے لئے - آپ نے آج جو کی روٹی کی بہت تعریف کی تھی - بولے " ارے تم پیغمبروں کے کھانے کی بے ادبی کرتے ہو - اٹھاؤ جلدی کہیں میں گنہگار اس کو کھا سکتا ہوں میرے لئے تو گھوڑے کی چکّی پھرتی مرغی بہت کافی ہے -

لطیفہ

نسیم اللہ - ترنتارن

ایک دفعہ ایک بچّہ منہ میں انگلی دبائے ایک بھرے ہوئے پانی کی ٹب میں دیکھ رہا تھا - اس

میں اُسے اپنا عکس نظر آیا، اور چلانا شروع کر دیا۔ "امی امی ادھر آیئے۔ ٹب میں ایک بچہ روٹی مانگ رہا ہے۔ ماں نے اپنے خاوند کو آواز دی۔ وہ بھی بھاگا ہوا آیا اور ٹب میں دیکھ کر کہنے لگا" یہاں تو کوئی بچہ نہیں ہے۔ ایک بدصورت چور ہے۔ باہر کودنا چاہتا ہے۔ اگر یہ باہر کود آیا تو ہمیں مار ڈالے گا۔ سب نے مل کر زور زور سے ٹب میں پتھر مارے اور جب پانی اچھی طرح ہلنے لگا اور ٹب پتھروں سے بھر گیا تو خاوند صاحب بولے۔ اب چور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا ہے۔ یہ کبھی اس طرف منہ نہیں کرے گا۔ ہم نے اس کو اچھا مزا چکھایا ہے۔

لڑائی

معین الدین گیا۔

ایک لڑکے نے گوشت کا ایک بڑا سا ٹکڑا آسمان پر پھینکا۔ ایک چیل نے اُسے جھپٹ لیا ایک اور موٹی سی چیل اس کے پیچھے لگ گئی۔ دونوں میں خوب چھینا جھپٹی ہوئی۔ اس لڑائی میں گوشت کا ٹکڑا نیچے گر گیا۔ نیچے ایک بلی جیسے تاک لگائے بیٹھی تھی وہ اسے فوراً ہضم کر گئی۔

چیلیں دونوں کی دونوں ایک اونچی سی منڈ پر بیٹھ کر اپنی اپنی بولی بولنے لگیں جیسے ایک دوسرے کو گالی دیتی ہوں، اور کہتی ہوں تو کو نہ موکو لے چولھے میں جھونکو۔

گھوڑا کیسے چرایا جائے؟

ہری کرشن۔ قرولباغ، دہلی

ایک چور نے کسی کا گھوڑا چرایا۔ مگر پکڑا گیا۔ اور عدالت کے سامنے حاضر کیا گیا۔ گھوڑے کے مالک نے چور سے کہا اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ گھوڑا کیسے چرایا جاتا ہے تو عدالت سے اپنا مقدمہ واپس لے لوں۔ چور نے گھوڑا کھولا، اس پر بیٹھا، ایڑ لگائی اور یہ جا وہ جا۔ ذرا کے ذرا میں ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ اور جاتا ہوا کہہ گیا کہ اس طرح گھوڑا چرایا جاتا ہے۔ مالک نے بہتیرا پیچھا کیا۔ لیکن بے کار۔

برتنوں کے نام تلاش کرو

عتیق الحسن، کلکتہ

۱۔ کالو ٹاٹ سی رہا ہے۔
۲۔ آج گرمی بہت پڑ رہی ہے۔
۳۔ رام سروپ لیٹر بکس میں خط ڈالنے گیا ہے۔
۴۔ گاؤں کے لوگ پیال یا چارپائی پر سوتے ہیں۔

(جواب (۱) لوٹا (۲) چگ (۳) پلیٹ (۴) پیالی)

ایک عرصے کے بعد ایبٹ آباد کی برادری نے اپنی رپورٹ بھیجی ہے۔ اتنی دیر شاید اس لئے ہوئی کہ برادری کے انتخابات ہونے والے تھے۔ عزیزی اسد طاہر خلجی اس مرتبہ انتخاب میں شریک نہیں ہوئے۔ انہوں نے برادری کے قائم کرنے میں بہت حصہ لیا تھا اور اپنے دوسرے ساتھیوں سے بہت محنت و کوشش سے اسے کامیاب بنایا تھا۔ ان کا رسالہ مکتب بہت اچھا رسالہ ہے اور ہمیں امید ہے کہ برادری کی طرف سے برابر نکلتا رہے گا۔

برادری کے عہدے داروں کے انتخاب کی تاریخ ۱۰ مارچ مقرر تھی۔ لیکن عین انتخاب کے دن بارش شروع ہوگئی۔ بہر حال جیسے تیسے گیارہ بجے جلسہ شروع ہوا۔ سلیم فاروقی جلسے کے صدر تھے مختار قریشی نے کلام پاک کی تلاوت کی۔ دوست محمد نے ایک نعت سنائی۔ غلام سرور نے لالچ پر تقریر کی۔ فضل الرحمٰن نے ایک مزیدار لطیفہ سنایا۔ مختار قریشی نے اپنی لکھی ہوئی ایک کہانی سنائی۔ رفیق الٰہی دوست محمد، اللہ داد۔ حفیظ فاروقی اور محمد ضیا نے ترانہ ملی پڑھا۔ پھر عبدالکریم فاروقی کی تقریر کے بعد صدر نے بھی ایک کہانی سنائی۔ اس کہانی کے بعد جلسہ جاگو اور جگاؤ کے پر جوش نعروں کے ساتھ ختم کر دیا گیا۔

جلسہ ختم ہونے کے بعد۔ سب گورنمنٹ اسکول روانہ ہوگئے۔ یہ عبدالکریم کے گھر سے کوئی ایک میل ہے۔ بارش ہو رہی تھی۔ سب لوگ جیسے تیسے پونے دو بجے اسکول پہنچے۔ لیکن وہاں ایک ممبر بھی موجود نہ تھا۔ حالانکہ جلسے کی اطلاع سب ممبروں کو باقاعدہ دے دی گئی تھی۔ ممبروں نے انتخابات کو ملتوی کرنا مناسب نہ سمجھا، اور یہ عہدے دار چنے گئے:۔

صدر:۔ راجہ قمرالزماں عباسی — نائب صدر:۔ دوست محمد

ناظم:- عبدالکریم فاروقی -
کابینہ کے پانچ ممبروں کے نام یہ ہیں:-
طاہر غیلی ، فقیر محمد ، رفیق الٰہی ، اقبال حسین شاہ ، اعجاز حسین قریشی -

ناظم صاحب نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ باوجود اطلاع کے پیامی وقت پر مدرسے نہیں پہنچے - بہر حال اب انتخاب تو ہو گئے - ہم نئے عہدہ داروں کو مبارک باد دیتے ہیں - ہمیں اُمید ہے کہ وہ برادری کے کام کو اور آگے بڑھائیں گے - ناظم صاحب نے ہمیں کچھ قانون شائع کرنے کے لئے بھیجے ہیں غالباً یہ برادری کے کسی جلسے میں پاس ہو گئے ہوں گے - مثلاً (۱) برادری کے تمام ممبروں کو ہر جلسے میں حاضر ہونا چاہیئے - کوئی ممبر نہ آسکے تو اطلاع دے دے - ورنہ ۲ر جرمانہ کیا جائے گا (۲) ایسی تین غیر حاضریوں کے بعد ممبر برادری سے خارج کر دیا جائے گا (۳) برادری کا چندہ ۲ر ماہوار ہے - یہ ہر مہینے کی ۵ تاریخ تک وصول ہو جانا چاہیئے - اس کے بعد ۱۰ر تاریخ تک دو پیسے یومیہ جرمانہ وصول کیا جائے گا - ۱۰ر تاریخ کے بعد وہ اپنے کو ممبری سے خارج سمجھے - (۴) برادری کا کوئی ممبر کوئی نامناسب حرکت کرتا ہوا پایا گیا تو وہ مبلغ دو روپے جرمانہ ادا کرے گا یا برادری سے خارج ہو جائے گا (۵) ہر دو مہینے بعد برادری کی طرف سے ایک ڈراما کیا جائے گا اس میں بھی ہر ممبر کی شمولیت لازمی ہے - (۶) ہر پیامی کا فرض ہے کہ برادری کی ہر ممکن مدد کرے، مثلاً ممبر بڑھائے برادری کے رسالہ 'مکتب' کی مدد کرکے اسے ہر طرح کامیاب بنانے کی کوشش کرے (۷) عہدے داروں کے لئے لازمی ہے کہ پیام تعلیم منگوائیں -

قرول باغ کی پیام برادری سید حسین احمد صاحب قیصر کی نگرانی میں بہت اچھا کام کر رہی ہے پچھلے مہینے برادری کا بہت شان دار جلسہ ہوا تھا - سکریٹری پیام برادری نے اس کی رپورٹ ہمارے پاس بھیجی ہے -

۳۱ر مارچ ۱۹۶۸ء کو شام کے ۵ بجے پیام برادری قرول باغ کا آٹھواں جلسہ مدرسہ ابتدائی (تعلیمی مرکز) جامعہ کے ہال میں منعقد ہوا - عبدالحفیظ صاحب صدر پیام برادری قرول باغ نے جلسے کی صدارت کی -

جلسے کی کارروائی جاوید اختر صاحب (عمر ۷ سال) کی حمد سے ہوئی پھر ہری کشن (ناظم) نے رپورٹ

پڑھی۔ رپورٹ کے بعد نظموں کا مقابلہ شروع ہوا۔ اس مقابلے میں ۲۷ مدرسوں کے لڑکے شریک تھے۔ جناب برکت علی فراق (استاد تعلیمی مرکز) جناب حسین احمد قیصر نقوی (مربی پیام برادری) جناب اکرم عثمانی صاحب، جناب مشتاق بھائی صاحب اس مقابلے کے جج تھے۔

ان ججوں کے فیصلے کے مطابق انیس الرحمٰن (نائب صدر برادری) اول (۲) دھرمندر ناتھ (تعلیمی مرکز نمبرا) دوم (۳) غلام حیدر حسن (تعلیمی مرکز) سوم ہوئے۔

جناب ڈاکٹر کریم اللہ صاحب (بی اے جامعہ) ایم اے پی ایچ ڈی ہائڈل برگ) نے انعام تقسیم کئے۔ اول اور دوم آنے والوں کو کپ دئے گئے، سوم آنے والے کے نام سال بھر کے لئے پیام تعلیم جاری کر دیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے تعلیمی مرکز کلب کے مختلف ٹورنامنٹوں کیرم، ڈرافٹ، تعلیمی تاش کے انعام بھی اس موقع پر تقسیم کئے۔ دو خاص انعام فیض محمد مہتمم کتب خانہ اور ہری کشن ناظم پیام برادری کو دئے گئے۔

جلسے میں تقریباً چار سو حضرات تھے۔ ہماری خوش قسمتی سے عالی جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب (شیخ الجامعہ) بھی تشریف لائے تھے۔ آپ نے پیام برادری کے عہدہ داروں کے ساتھ فوٹو بھی کھنچوایا۔ جلسہ پونے چھ بجے بہت کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔

ہری کرشن ناظم برادری

عزیزی روح الامین (ناردوال) کا ایک خط ہمارے پاس آیا ہے۔ امین میاں بھلا ہم برادری کا کام کیوں بند کرنے لگے تھے۔ ہم تو اور اُسے بڑھانا چاہتے ہیں۔ فارم تمھیں بھیجے جا رہے ہیں بج کی قیمت منی آرڈر سے بھیج دو تو زیادہ اچھا ہے۔ لفافے میں ٹکٹوں کے ضائع ہونے کا ڈر لگا رہتا ہے

برادری کے نئے ممبر

	عمر	شوق
۱۔ عتیق احمد، کلکتہ	۱۳ سال	غریبوں کی امداد
۲۔ امین محی الدین، حیدرآباد دکن	۱۳ "	دیاسلائی کے لیبل جمع کرنا
۳۔ غلام سرور، ایبٹ آباد	۱۳ "	پڑھنا تقریریں کرنا
۴۔ الہ داد "	۱۳½ "	مطالعہ

۵ محمد عزیز قریشی　　۱۳ سال　　مطالعہ

۶ میر اشرف　　۱۳

اس مرتبہ معمّے کے سلسلے میں تو بھئی کمال ہوگیا۔ کسی پیامی کا حل بھی صحیح نہیں آیا۔ ایک غلطی والے حل بھی کل دو نکلے۔ ایک سعیدہ بیگم (دہلی) کا ایک رضیہ بیگم دہلی کا انعام دونوں کے پانچ پانچ روپے اور یہاں بھی دو غلطی والا حل بھی کل ایک آیا۔ عزیز اللہ (دہلی) کا انھیں انعام میں چھ روپے ملیں گے۔

اِنعامی مقابلہ (نمبر ۱)

ایک آدمی نے پچھلی بڑی لڑائی میں بہت روپیہ کمایا۔ جب کسی کے پاس روپیہ ضرورت سے زیادہ آجاتا ہے تو نئی نئی سوجھتی ہیں۔ ان کے جی میں بھی ارمان آیا کہ اپنے نام سے کوئی بستی بسانی چاہیے کہ مدتوں نام چلے۔ آخر انھوں نے اپنے جی میں ٹھان لی کہ بستی ضرور بسے گی۔ مگر اب بسائیں کیسے۔ یہ ان کی سمجھ میں نہیں آیا، وہ ایسی بستی چاہتے ہیں جہاں بچوں، بڑوں سب کے لئے ہر طرح کا آرام ہو، صاف ہوا، کھلے میدان وغیرہ وغیرہ۔

تم ان کی مدد کرو تو شاید وہ اچھی بستی آباد کرسکیں۔ سب سے اچھا مشورہ دینے والے کو وہ انعام بھی دیں گے۔ اس کے بعد جس کا مشورہ سب سے اچھا ہوگا اُسے دوسرا انعام ملے گا۔ اس کے بعد ایک تیسرا انعام بھی ہے

یہ مشورہ مضمون کی صورت میں ہونا چاہئے

مضمون کاپی سائز کے زیادہ سے زیادہ تین صفحوں کا ہو۔ اس سے زیادہ لمبا مضمون مقابلے میں شامل نہ کیا جائے گا۔ مضمون رسالہ پہنچنے کے پندرہ دن بعد دفتر پیام تعلیم دہلی پہنچ جانے چاہئیں ہر مضمون کے ساتھ دو آنے کے ٹکٹ آنا ضروری ہیں۔

تمھارا
مشتاق بھائی

حل معمّا نمبر ۱

ب	ج	ع	ت		ل	ا	ک
ا	ب		ج	چ			ہ
ی	ر	ب		ی	ر	ز	د
د			ب		ظ		
	ن	و	ر	ع	ن		ع
ف		ی	ض	ا	م		س
ن	س	ح		ر			ر
ا	ہ		ر	ی	ب	د	ا

بچوں کی کتابیں

ی کس نے پکائی ۹ر
ن کھا کر طبلہ بجا کر ۸ر
ں مرے مٹکے ٹمک ٹم ۸ر
رجگنوں کیا خاک ۸ر
تیو جیتو ۸ر
اک دنا دن تلک سے ۸ر
را دھرمی تارا ۸ر

بکرے دم کٹے کو ۸ر
بی مینڈکی اور کوا ۷ر
چنبیلی ۵ر
تبرک موتی ۵ر
جنگو کی تلی ۶ر
انعامی مقابلہ ۷ر
شیدلا ۷ر

چور لڑکا (ڈراما) ۴ر
صحت وصفائی ۶ر
چھوٹا چھو ۵ر
نیت کا پھل ۷ر
قیدی شیر ۵ر
غنچہ حکمت ۵ر
مشاہیر کا لڑکپن ۷ر

نصیحت کا کرن پھول ۸ر
آسمانی دولھا ۱۲ر
آویزہ گوش ۸ر
وینس کا سوداگر ۴ر
ذرا سوچو ۴ر
پرندوں کا البکا ۴ر
احسن القصص مکمل ۱۰ر

اساتذہ اور ٹریننگ اسکولوں کے لئے

نثار کی تعلیم:- از سید وقار عظیم صاحب، فن مضمون نگاری پر اردو ادب میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب عہ
باغبانی پروجکٹ:- از محمد عبد الغفار صاحب ۱۲ر
میلاد النبی پروجکٹ:- " " " " ۸ر

ادنٹنا دھننا ۸ر
لکڑی کا کام ۴ر
کاغذ سازی ۶ر

پستا لوزی سے ر
آسان املا ۴ر
بچوں کی تربیت عاـر ۴ر

پھلوں کی کھیتی - عاـر

بچوں کا البم

بچوں کو چیزیں جمع کرنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ ان کا ایک بہت اچھا مشغلہ تصویریں جمع کرنا بھی ہے۔ اس البم میں چڑیوں، جانوروں، مناظر، مشہور عمارتوں اور لیڈروں کی تصویریں اور مزید تصویریں جمع کرنے کے لئے خانے دئے گئے ہیں۔ قیمت عہ۔ پوسٹیج ۱ر یعنی عہ پیشگی بھیجئے۔ وی پی سے تعمیل نہ ہوگی۔

مکتبہ جامعہ
دہلی، نئی دہلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۹۶۱

بچوں کی کتابوں کے نئے ایڈیشن

مذہبی کتابیں

ہمارے نبیؐ	۶ر			دس جنتی	۱۰ر
ہمارے رسولؐ	۱۰ر	سرکار دو عالم	عمر	عقائد اسلام	۴ر
رسول پاکؐ	عہ	نبیوں کے قصّے	۱۰ر	ارکان اسلام	۶ر
سرکار کا دربار	عمر	خلفائے اربعہ	عمر	محاسن اسلام	عہ

معلومات

بجلی کی کہانی	۶ر	سمندر کا عجائب خانہ	عمر	ایورسٹ کی داستان	۵ر
مقناطیس کی کہانی	۵ر	دنیا کے بسنے والے	۱۰ر	تاریخ ہند کی کہانیاں اول	۷ر
بجلی اور مقناطیس کے کھیل	۸ر	دنیا کے بچے	۱۰ر	〃 〃 دوم	۸ر

کہانیاں، ڈرامے، نظمیں وغیرہ

ننھی مرغابی	۵ر	چنتو منتو	۵ر	دو بھائی	۸ر
لال مرغی	۶ر	تانبیل خاں	۵ر	عقاب	۸ر

ترکوں کی کہانیاں	۸ر	بچوں کا کھلونا از محمد شفیع الدین صاحب نیر	۱۲ر
ہمت کے پھل	۶ر	گھی شکر 〃 〃 〃	۹ر
تیرا لڑکا (ڈراما) از ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب	۶ر	ہندوستانی کی پہلی کتاب	۲ر
محنت 〃 از عبدالغفار صاحب مدھولی	۴ر	آسان خوش خطی - بچوں کے لئے خوش خطی کی چار مفید کاپیاں - قیمت مکمل	۶ر
قومی نظمیں:- مرتبہ محمود علی خاں صاحب	۸ر		

مکتبہ جامعہ

دہلی - نئی دہلی - لکھنؤ - بمبئی ۳

بچوں کا کتب خانہ
الف لیلہ کے افسانے
شہزاد
مرجینا
گلنار بیگم
حرکت میں برکت
سچی بہادری
سنجوگ
قصے، کہانیاں وغیرہ
جل پری
صفو دادا
بی سیدانی
نادرہ
ریحانہ
روشن پری
چھنکو
منی منی کہانیاں
سچی لگن
سنہری گھنٹی
دروانہ
گن بھری کہانیاں
بھولی بکری
لومڑی کی دغابازی
پانچ کم تیس مشہور پرانی کتاب طوطا کہانی کی پچیس کہانیاں
ایک بچے کی کہانی۔ سعید انصاری صاحب نے ایک مشہور افسانہ نگار کی سب سے اچھی کہانی کا ترجمہ کیا ہے
آدمی کی کہانی یہ کہانی کیا ہے، آدمی یعنی خود ہماری شروع سے لے کر اب تک کی تاریخ ہے
کہانی نانی کی زبانی - از مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب
کلو راجہ
ہماری نظمیں
جادو کا ڈنڈا
تاریخی چٹکلے
چند اسلامی کتابیں
حبیب خدا - آں حضرت صلعم کی سیرت پاک
اچھی کہانی - حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی
نیا میلاد - بچوں کے لئے میلاد شریف
یاران نبی - خلفاء اربعہ کی سیرتیں
ستارے مشہور صحابہ کی سیرتیں
سیب شہزادہ اور دوسری کہانیاں
بچوں کے لئے پچیس کہانیوں کا یہ سٹ حال ہی میں ہمارے اسٹاک میں آیا ہے
سب کہانیاں بڑی دلچسپ ہیں، اچھے اچھے مصنفوں کی لکھی ہوئی ہیں اور بڑی
ہی مزیدار اور سبق آموز ہیں۔ مکمل سٹ دس کتابوں کا سٹ
مکتبہ جامعہ
دہلی - نئی دہلی - لکھنؤ - بمبئی

ہمارے پیامیوں کو یہ سن کر بڑی خوشی ہوگی کہ ہز ہائنس نواب رام پور نے جامعہ جوبلی فنڈ کے سلسلے میں ایک لاکھ روپئے کا اعلان فرمایا ہے۔ کوئی پچاس ہزار روپے خود ریاست کے افسروں اور عمائدین سے ہو جائیں گے۔

ہمیں اپنے "پیام تعلیم جوبلی فنڈ" کی فکر ہے۔ ہمارے چھوٹے بالی پیامی عزیزی آصف علی خاں سلمہ، اور ایبٹ آباد پشاور، ندوہ، سہپورہ اور دوسری جگھوں کے پیامیوں نے ہمیں بہت کچھ امید یں تو دلائی ہیں۔

آج کل اکثر پیامی اپنے اپنے امتحانوں سے فارغ ہو چکے ہیں اور چھٹیوں کے مزے لے رہے ہیں۔ یہ پیامی چاہیں تو ہماری بہت مدد کر سکتے ہیں۔ اب بس دو ڈھائی ہی مہینے رہ گئے ہیں۔ انھی میں سب کچھ کرنا ہے۔

جوبلی تک ہم اپنے پیام تعلیم کے خریدار بھی بڑھانا چاہتے ہیں۔ بہت سے پیامی اس سلسلے میں ہماری مدد کر رہے ہیں۔ اگر سب پیامی ایک ایک خریدار دینے کی ٹھان لیں، تو پیام تعلیم کہاں سے کہاں پہنچ جائے۔

ان دونوں باتوں میں جو جو پیامی ہماری مدد کریں گے، ان کا حال ہم پیام تعلیم میں چھاپتے رہیں گے۔

پیام تعلیم کا پچھلا پرچہ (جون ۱۹۴۶ء) پیامیوں کو بہت اچھا لگا تھا۔ اس پرچے میں بھی بہت مزے مزے کے مضمون ہیں۔ جگہ کی کمی کے سبب کئی مضمون اور نظمیں چھپنے سے رہ گئیں مثلاً بھوتوں کا مکان، بہار وغیرہ۔ یہ اگلے پرچے میں چھپیں گی۔

برسات کا ایک دِن

از کلب قدر سجاد علی مرزا کشور۔ کلکتہ

دو تین روز سے پھر ۔۔ بادل کڑک رہے ہیں
بادل کے ساتھ تارے ۔۔ اب بھی چمک رہے ہیں
بارش نہ رُکنے سے اب ۔۔ بچّے پھڑک رہے ہیں
اوڑھے ہوئے ہیں چادر ۔۔ آنکھیں جھپک رہے ہیں
زندہ دِلوں کے گھر میں ۔۔ ساغر چھلک رہے ہیں
جھینگر بھی گا رہے ہیں ۔۔ مینڈک پھُدک رہے ہیں
جھولے پڑے ہوئے ہیں ۔۔ پکوان پک رہے ہیں
بوسیدہ جھونپڑوں میں ۔۔ نادار تک رہے ہیں
بجلی کا سُن کے کڑکا ۔۔ سب دِل دھڑک رہے ہیں

کشورؔ کے گھر کو چھوڑو
سب گھر ٹپک رہے ہیں

ایک شیشے کا مرتبان تھا۔ اس مرتبان میں سنہری سنہری مچھلیاں تیر رہی تھیں ننھی ننھی، خوب صورت، خوب صورت

ایک دن بی میاؤں کہیں شکار کی کھوج میں جا رہی تھیں، اچانک ان کی نظر مرتبان پر پڑ گئی۔ جیتی جیتی مچھلیاں دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ لگیں اگلے پنجوں سے مرتبان کا منہ ٹٹولنے۔
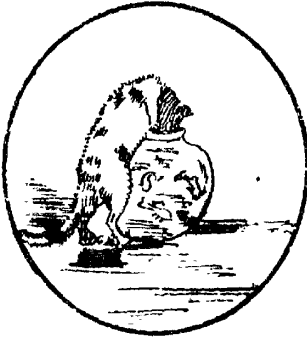
مچھلیاں اس گمان میں تھیں کہ مرتبان کے اس قلعے میں بھلا کوئی کیا پہنچ سکتا ہے، وہ بی میاؤں کی اس کوشش پر خوب ہنسیں خوب ہنسیں، اور کہنے لگیں:-

"بی میاؤں ہم تک پہنچنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے۔"

بی میاؤں نے جواب دیا:
"کیوں بھئی آخر تم بھی تو کسی طرح اس مرتبان کے اندر پہنچی ہونا۔ اسی طرح مجھے بھی راستہ مل جائے گا"

بی میاؤں مرتبان کا منہ اپنے پنجوں سے برابر ٹٹولے ہی گئیں، آخر ڈھونڈتے ڈھونڈتے مرتبان کا منہ مل ہی گیا۔ پھر کیا تھا مرتبان میں پنجا ڈال ساری مچھلیاں نکال لیں۔

کیسا ہی کٹھن کام ہو جی لگا کر کرو، کامیابی ضرور ہوگی۔

کیا سمجھے تھے!

ایک بڑی بی تھیں وہ اپنی کوٹھری میں بیٹھی پوپلے منہ سے پان کھا رہی تھیں۔ شام کا وقت ہوگیا تھا،

انھوں نے سوچا، لاؤ ہنڈیا چولھا کرلوں۔ کوٹھری سے باہر دیوار سے لگا ہوا مٹی کا چولھا تھا۔ بڑی بی نے چولھے میں آگ سلگا، ہانڈی چڑھا دی۔

اتنے میں بھوں صاحب نہ جانے کہاں کہاں کا چکر لگاتے لگاتے اِدھر

آ پہنچے۔ بھوکے بہت تھے، چولھے پر ہانڈی چڑھی دیکھی تو ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے سوچنے لگے، شاید بڑی بی سے کھانے کو کچھ مل جائے۔

بی میاؤں بھی کہیں سے آنکلیں، اور ایک طرف کو بیٹھ گئیں۔ انھوں نے بھی جی میں یہی سوچا۔ "شاید بڑی بی کچھ کھانے کو دے دیں۔"

اے لو یہ بی میں میں کہاں سے آگئیں۔ ارے ارے یہ بی کٹ کٹاک یہ بی قیں قیں اور یہ کا کا جی مہاراج! دھیرے دھیرے سب اکٹھے ہو گئے، ایک بھیڑ لگ گئی۔

بڑی بی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ "ارے یہ کیا! تم سب یہاں کس لئے اکٹھا ہوئے ہو۔"

یہ سن کر بھوں بھوں صاحب گلا پھاڑ کر بولے :

بھو او بی میں میں ممیائیں، میں آ آں ۔ بی کٹ کٹ، کٹاک چیخیں، کک کک لکیں۔ کک کک لکیں۔ بی میاؤں بھی الاپیں بی آ وں۔ بی قیں قیں نے بھی آواز ملائی قے ا یں قے ا یں۔ اور ہاں کا گا جی تو تھے۔ یہ کیوں کسی سے پیچھے رہتے انھوں نے بھی ہانک لگائی۔ کا آ ئیں۔ کا آ ئیں۔

سب مل کر چیخے تھے، اس لئے اتنا شور ہوا اتنا شور ہوا کہ بڑی بی پریشان ہو گئیں، سب کو چتیں کھول کے دکھایا۔ یہ دیکھو کم بختو پانی کھول رہا

ہے۔ یقین نہیں آیا؟ یہ لو۔

بڑی بی نے کھولتا ہوا پانی ان کی طرف پھینک دیا۔ ان سب نے یہ رنگ دیکھا تو نو دو گیارہ ہوئے۔

آدمی کے بھیس میں

ایک لالہ جی دریا میں نہانے گئے۔ کپڑے وہیں کنارے پر رکھ دئے۔ دریا کے پاس ہی ایک بڑا سا پیڑ تھا۔ اس پیڑ پر بہت سے بندر بیٹھے تھے۔ ایک ملّو میاں چپکے سے لالہ جی کے کپڑے لے اڑے۔ اور انھیں پہن بھی لیا۔ کپڑے پہن کر بڑی شان سے بولے "دیکھو ہم عین مین آدمی معلوم ہوتے ہیں۔

ایک بوڑھا بندر انھیں دیکھ کر مسکرایا، اور بولا۔

"ہاں بھئی ملّو صاحب۔ تم تو سچ مچ کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ مگر بھئی ان کپڑوں کے ساتھ بندروں کی طرح درخت پر بھی چڑھ سکتے ہو۔ ذرا کوشش تو کرکے دیکھو

ملّو صاحب نے یہ سُن کر ایک گُدّے سے دوسرے گدّے پر جانا چاہا، مگر بھئی

واہ! کپڑے کا ایک سرا ایک ٹہنی میں، اور دوسرا دوسری ٹہنی میں اٹک گیا اور ملّو صاحب ہیں کہ نہ اِدھر ہل سکتے ہیں، نہ اُدھر ہل سکتے ہیں۔

اب تو بندروں نے ان کا خوب مذاق اڑایا۔ اُن کی طرف ہاتھ بڑھا بڑھا کر کہنے لگے: "ذرا اِن آدمی صاحب کو دیکھنا" بعض شریر بندروں نے تو ان کی دُم کو پکڑ کر خوب کھینچا۔ غرض طرح طرح سے ستانے لگے۔

ملّو صاحب نے فوراً کپڑے پھاڑ کر پھینک دیے اور پھر سے بندر بن گئے۔ اب انھیں آدمی بننے کی ذرا چاہت نہیں تھی۔

بطخ
آؤ بنائیں
محسن حامد
ص
م
ک
ف
ز
د
ج
ا
ب
کہیں سے موٹا کاغذ ڈھونڈ
لاؤ، اور اس تصویر کو
اس کاغذ پر اتار دو۔ اس کے
بعد اس کو باہر سے کاٹ
دو، پھر "ص" "م" کو نیچے
کی طرف موڑ دو۔ اور
ج، د کو اوپر کی طرف
موڑ دو۔ اب ز، ک
کو ق سے چپکا دو اور
ا ب کو آپس میں چپکا دو
بس بطخ تیار ہے۔ اگر
جی چاہے تو رنگ بھی بھر لو

سویرا

خالد مجید سلطان - انبالہ چھاؤنی

دور ہوا اب سیاہ اندھیرا
جاگو، جاگو ہوا سویرا

طوطا بولا، چڑیاں چہکیں
پون چلی اور شاخیں لہکیں

سورج ہے کیا نور کی تھالی
تیز سنہری کرنوں والی

خوب ہے پیارا پیارا منظر
ناچ رہے ہیں ہر جا بندر

کیا ہریالی رُت ہے رنگیلی
بادِ سحر ہے بھینی بھینی

پھول کھلا اور بھونرا جھوما
کلیاں چٹکیں جا منہ چوما

آؤ نجمہ باغ میں جائیں
سلطان اور ہم اب مل جل گائیں

کھیلیں، کودیں دل بہلائیں
گذری ریں کی یاد بھلائیں

پودوں میں سمجھ

احتشام الرحمٰن، علی گڑھ

سر کے سی بوس ہمارے دیس کے بہت بڑے سائنس داں تھے۔ انھوں نے سائنس کی مدد سے یہ نئی بات معلوم کی تھی کہ پودوں میں بھی جان ہوتی ہے، اور ہماری تمھاری طرح ان میں بھی سوچنے سمجھنے کا مادّہ ہوتا ہے۔

بات تھی نئی نئی لوگوں نے اس کے ماننے میں ہچر مچر کی مگر تم جانو سائنس کی بنیاد تو مشاہدے اور تجربے پر ہے۔ ہمارے سائنس داں نے بھی اسی کی بدولت یہ بات معلوم کی تھی۔ اس نے یہاں سے لے کر یورپ تک تجربے اور مشاہدے کرا کرا کے سائنس دانوں سے یہ بات منوا لی۔

ایک تجربہ تو تم خود بھی کر سکتے ہو، بہت آسان اور بہت دلچسپ۔ ایک پودے کو ایسی جگہ رکھ دو جہاں روشنی بالکل نہ آتی ہو۔ اب یہاں ایک سوراخ کر دو، جس میں سے سورج کی روشنی آسکے پودے کو پانی، گرمی اور کاربن ڈائکسائڈ پہنچا رہے۔ یہ پودا روشنی کی طرف جھک جائے گا، اور جب دوبارا تم اسے کھلے میدان میں رکھ دو گے تو پہلے کی طرح سیدھا ہو جائے گا۔

انگریزی پودے سن ڈیو کا حال تم پچھلے (جون کے) پرچے میں پڑھ چکے ہو۔ اس پودے کے ساتھ ایک دلچسپ تجربہ کیا گیا۔ گھوڑے کے بال میں گوشت کا ٹکڑا باندھا، اور اسے سن ڈیو کے پتّے پر لٹکا دیا۔ پتّا آہستہ آہستہ اس کے قریب آگیا۔ اس کے بال مڑ گئے اور تھوڑی دیر میں گوشت ہضم ہو گیا۔ دوسری دفعہ گوشت کی جگہ پتھر باندھ دیا گیا۔ اس مرتبہ بھی بال مڑ گئے، مگر فوراً ہی سیدھے ہو گئے، اور پتّا اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

ایک اور پودا ہے:۔

(PITCHER PLANT)

اس کے پتّے بھی عجیب وغریب ہوتے ہیں۔ ہر

تیا سے پر صُراحی کی شکل اختیار کرلیتا ہے
صراحی پر نہایت خوب صورت اور چکنا
ڈھکنا ہوتا ہے۔ کیڑے بس اس خوب صورتی
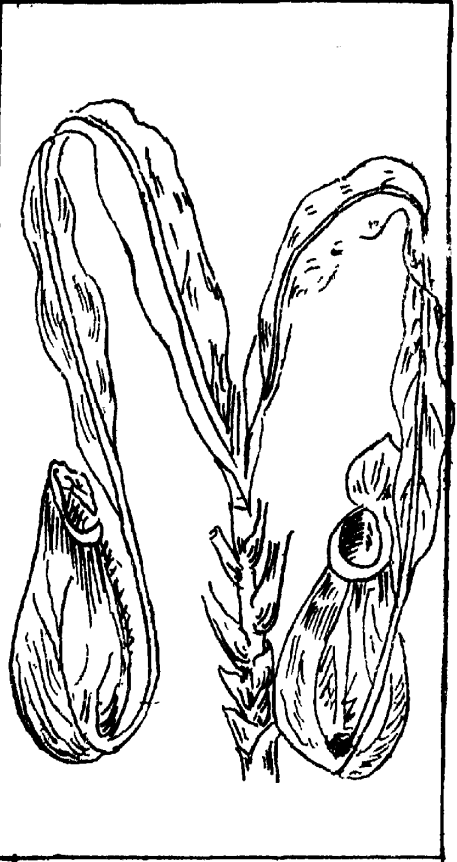
پر مٹتے ہیں، جوں ہی اس پر بیٹھتے ہیں،
پھسل کر صراحی کے اندر گر جاتے ہیں۔ اس
صراحی میں کوئی آدھی اونچائی تک ایک پتلا

زہریلا مادّہ بھرا ہوتا ہے۔ کیڑا گرتے ہی
مرجاتا ہے، اور پودا اُسے ہضم کرلیتا ہے۔
امریکا میں ایک پودا ہوتا ہے "وینس
فلائی ٹریپ" (VENUS FLY TRAP)
اس کے پتے تتلی کے پروں جیسے ہوتے
ہیں۔ اس کے کناروں پہ اور بیچ میں کانٹے

ہوتے ہیں۔ یہ بھی گوشت خور ہے۔ جوں ہی
کوئی کیڑا اس پر بیٹھا، اور یہ بند ہوا۔ اور
اسی وقت کھلتا ہے، جب کیڑا ہضم ہو جاتا
ہے۔ اس طرح کے اور بھی کئی پودے ہیں
بٹر ورٹ وغیرہ۔
یہ سب اس تیزی اور پھرتی سے کام

...تے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ بالکل جان دار کی طرح۔ ان باتوں کی وجہ سے ہم تو اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ پودوں میں بھی سمجھ ہوتی ہے۔ نہ جانے تمھاری کیا رائے ہے؟

ہمارے آس پاس اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت دلچسپ معلوماتی مضمون ہیں مثلاً امرا کی کہانی، کیڑے مکوڑے سمندر کی تہہ میں وغیرہ۔ زبان آسان اور انداز دلچسپ ہے۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ بھی اچھا۔ ۲۰۵ صفحے۔ قیمت ۶/۔ رام محل پبلشرز جموں (کشمیر)۔

سمندر کا عجائب خانہ اس کتاب میں سید محمد جعفری صاحب نے سمندر کی قسم قسم کی مچھلیوں، عجیب و غریب حیوانات، سمندری نباتات کا ذکر بہت ہی دلچسپ انداز میں کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ دنیا کے سارے عجائب خانے اس سمندری عجائب خانے کے آگے ہیچ ہیں۔ نباتاتی حیوان و حیوانی نباتات، پانی کے لڑائیاں، ہیبتناک اور خون خوار دریائی جانور، دریائی ڈاکو چند دلچسپ عنوان ہیں۔ کتاب کے کل ۱۴۲ صفحے ہیں۔ عسکری صاحب نے کمال کیا ہے کہ اس چھوٹی سی کتاب میں معلومات کا خزانہ بند کر دیا ہے۔ اس موضوع پر اردو میں بچوں کے لئے تو کیا بڑوں کے لئے بھی کوئی کتاب نظر سے نہیں گذری۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اچھا۔ قیمت ۱/۸ ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ جامعہ، دہلی، قرول باغ۔

دنیا کے بچے جناب محمد حسین حسان اڈیٹر صاحب پیامِ تعلیم نے ملکوں ملکوں کے بچوں کے حال بہت صاف اور سادہ زبان میں لکھا ہے۔ افریقہ، امریکہ (رڈ انڈین) فرانس چین، جاپان، قطب شمالی وغیرہ بہت سے ملکوں کے بچوں کے دلچسپ حالات ہیں۔ جگہ جگہ تصویریں بھی ہیں۔ ان تصویروں کی وجہ سے کتاب اور بھی دلچسپ ہو گئی ہے
۸۷ صفحے۔ قیمت ۱/۰ ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ جامعہ، دہلی، قرول باغ۔

مسٹر ہپّو (دریائی گھوڑے صاحب) سجے بنے کہیں ٹہلنے جا رہے تھے۔ کہیں میاں ملّو نے دیکھ لیا۔ بہت تاؤ آیا ہُونہہ صاحب بہادر بنے ہیں۔ اونچی باڑھ کا ہیٹ اوڑھا ہے۔ ابھی اس ہیٹ کو پچکاتا ہوں۔ ساری صاحب بہادری نکل جائے گی
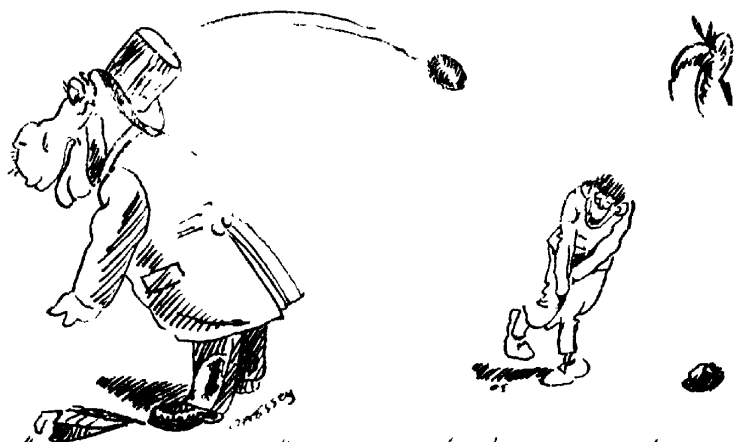
مگر مسٹر ہپیو کے ہیٹ میں اسپرنگ لگے تھے، اور یہ اسپرنگ تھے بہت مضبوط، ناریل کا گولا ٹکرا کر ربڑ کی گیند کی طرح پھر لوٹ آیا اور

اُف وہ میاں ملّو کے خالی سر پر پڑا۔ اب مسٹر ہپیو کی باری تھی۔ بھئی واہ کیا نشانہ پڑا ہے۔
ہا ہا ہا۔ ہی ہی ہی۔ ہو ہو ہو۔
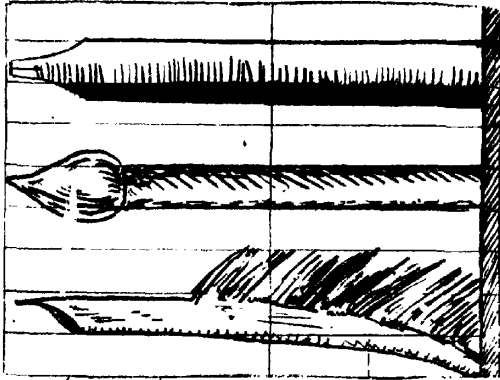
سب سے پرانے قلموں میں اسٹائلس (STYLUS) ہے۔ یہ نوک دار سی ایک چیز ہوتی تھی۔ اس سے روم کے لوگ موم کی گول گول ٹکیوں پر لکھا کرتے تھے۔ اس کا دوسرا سرا گول ہوتا تھا۔ اس گول سرے سے ان موم کی ٹکیوں کو چکنا کرتے تھے

سرکنڈے کا قلم بھی بہت پرانا ہے۔ مصر کے لوگ اس سے پیپرس[1] کے بنے ہوئے کاغذ پر لکھا کرتے تھے۔

پرانے زمانے میں چین کے لوگ برش سے لکھا کرتے تھے۔[2]

روم کے پوپ، پادری، ہنس، بطخوں اور کوّے کے پروں کے قلم استعمال کرتے تھے۔

یہ لوہے کی نبیں تو انگلینڈ میں اب سے کوئی ۲ سو برس پہلے (۱۸۲۵ء میں) ایجاد ہوئیں ٭

[1] نرکل کے قسم کا ایک پودا - یہ پانی میں ہوتا ہے ٭ [2] اب بھی لکھتے ہیں۔

چوہیا رانی

(از اسرار ندوی)

گنگا کنارے ایک جھونپڑی تھی۔ اس میں ... سادھو رہتا تھا۔ سادھو دن بھر دھیان ... میں لگا رہتا۔ شام ہوتی تو آ کر جھونپڑی میں ... رہتا۔ یہی اس کا روز ... کام تھا۔

جھونپڑی بالکل ... سنسان بیابان میں تھی ... کوئی آدم نہ آدم زاد ... ایک روز نہ جانے کہاں ... سے ایک چوہیا جھونپڑی ... میں آ گھسی۔ اُسے وہ ... جگہ بہت پسند آئی ... وہیں رہ پڑی۔

سادھو بہت اچھا آدمی تھا۔ اُس نے چوہیا کو مارا نہ بھگایا۔ چوہیا اُسی کی مہمان ... اور مہمان کو مارا نہیں کرتے۔ تھوڑے ... دنوں ... چوہیا اس سے بہت ہل مل گئی۔

بہت دنوں کے بعد ایک رات سادھو نے سوچا یہ چوہیا اگر آدمیوں کی طرح بولنے لگے تو کتنا اچھا ہو۔ ذرا باتوں سے جی تو بہلے گا۔ یہ سوچ کر اس نے دعا کی۔ خدا نے دعا سُن لی۔ چوہیا آدمیوں کی طرح بولنے لگی۔

ایک رات سادھو نے چوہیا سے پوچھا:

" کیوں بی چوہیا تم ہو تو مزے میں؟"

چوہیا نے جواب دیا:-

" جی ہاں۔ آپ کی مہربانی ہے۔ مگر ادھر دو روز سے آپ کے جانے کے بعد یہاں ایک عجیب قسم کا جانور آتا ہے۔ اور میاؤں میاؤں کرتا ہے۔ آج جو میں نہ بھاگوں تو وہ مجھے مار ہی ڈالے

مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے۔ آپ مجھے ویسی جانور بنا دیں، تاکہ میں اس سے مقابلہ کر سکوں۔"

سادھو اس پر مہربان تو تھا ہی

اس نے دعا کی چوہیا بلّی بن گئی۔

ایک رات سادھو نے بلّی سے پوچھا:-

"کیوں جی میاؤں میاؤں، اب تو تم مزے میں ہو نا؟"

بی میاؤں نے جواب دیا:-

سادھو بابا، آپ نے مجھے بلّی بنا دیا۔ بڑی مہربانی کی۔ لیکن آج میں نے پھر ایک ڈراونی چیز دیکھی۔ بڑے بڑے دانت، لال لال آنکھیں ٹیڑھی سی دُم، کم بخت نے مجھے جو دیکھا تو لگا غرّانے، اور بھوں بھوں کرنے۔ میں جلدی سے جھونپڑی میں ہو رہی اور آپ کے کمبل میں دبک گئی۔ ورنہ وہ تو بوٹی بوٹی کر دیتا میری۔"

سادھو اس پر مہربان تو تھا ہی

اس نے دعا کی — بلّی کتا بن گئی۔

ایک رات سادھو نے کتے سے پوچھا:-

"کیوں میاں بھوں بھوں ہو تو آرام سے؟"

میاں بھوں بھوں نے جواب دیا:-

سادھو بابا یوں تو میں آرام سے ہوں لیکن میری ایک درخواست ہے۔ اجازت ہو تو کہوں۔"

سادھو نے کہا:-

"کہو کہو کیا بات ہے؟"

میاں بھوں بھوں نے کہا:-

پہلے میں چھوٹا سا تھا۔ آپ کے چھوٹے ٹکڑوں سے میرا پیٹ بھر جاتا تھا۔ اب میں آپ کی دعاؤں سے سیانا ہو گیا ہوں۔ ان ٹکڑوں سے میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ آج میں ٹہلتا ہوا جنگل کی طرف نکل گیا تھا۔ وہاں کوئی پندرہ بیس جانور پیڑوں پر اِدھر اُدھر بھلانگیں مارتے پھر رہے تھے۔ گول گول مُنہ، لمبی لمبی دم، بھورا بھورا بدن، چم چم آنکھیں۔ سب کے سب پھل توڑ توڑ کر کھا رہے تھے۔ مجھے اُن کی زندگی بہت اچھی لگی۔ اب مجھے بھی وہی جانور بنا دیجئے۔"

سادھو نے اس کی یہ درخواست بھی منظور کر لی۔ میاں بھوں بھوں بندر بن گئے

گرمیوں کے دن آئے، زمین تپنے لگی، جہاں تہاں ندی نالے سوکھ گئے۔ اب ہمارے ملّو میاں کو پانی کی بڑی تکلیف ہوئی۔ ایک بڑا سا تالا تھا۔ کوئی میل ڈیڑھ میل پر۔ وہیں اس کو پانی پینے کے لئے جانا پڑتا تھا۔ چلچلاتی دھوپ میں روز روز اتنی دُور جانا اس کے بس کی بات تھی۔ بندر رو رو دیتا تھا۔

ایک روز جو وہ پانی پینے گیا تو اس نے دیکھا کہ کچھ منگلی سور بڑے مزے سے پانی میں ڈوبے بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر بندر دل میں کہنے لگا۔ آہا کیسی اچھی زندگی ہے ان جانوروں کی۔ کتنے ٹھنڈے رہتے ہوں گے بدن ان سب کے۔ یہ سوچ کر وہ سیدھا سادھو کے پاس بھاگا۔

سادھو نے پوچھا کیا ہے؟ کیوں اس طرح سرپٹ بھاگتے آرہے ہو؟"

بندر نے کہا:۔

" سادھو بابا ہم بندر بن کے تو مصیبت میں پڑ گئے۔ پانی پینے کے لئے روزانہ ڈیڑھ ڈیڑھ میل کی دوڑ، یہ تو پوری ذلیل ہو گئی۔ میں بندر وندر نہیں بنتا۔ آپ مجھے سور بنا دیجئے"

سادھو نے اس کو......... سور بنا دیا

ایک روز سور جنگل میں ٹہل رہا تھا یکایک ایک بادشاہ ہاتھی پر سوار لاؤ لشکر کے ساتھ ادھر آنکلا۔ بادشاہ کا ہاتھی شکاری تھا۔ اس نے جو سور کو دیکھا تو اس پر بڑے زور سے جھپٹا سور بڑی تیزی سے کترا گیا، بال بال بچا، بے چارہ سور بہت ڈر گیا۔ اور سیدھا سادھو کی جھونپڑی کی طرف بھاگا۔

بھاگم بھاگ، بھاگم بھاگ سادھو کے پاس جا پہنچا، اور کہنے لگا:۔

" سادھو بابا! میں سور بننے سے باز آیا اس میں تو بس جان کے لالے ہیں۔ آپ مجھے ہاتھی بنا دیجئے"

سادھو جیسے اس کی ہر بات ماننے کو تلا بیٹھا تھا، اس نے کچھ پڑھا، اور سور ہاتھی بن گیا۔

ایک روز ہمارا ہاتھی کسی جنگل میں اکڑ اکڑ کر ٹہل رہا تھا۔ یکایک ہی بادشاہ ہاتھی کے شکار کے لئے آنکلا۔ اس کی نظر اس ہاتھی پر پڑی۔ وہ دیکھتے ہی لٹو ہو گیا۔ فوج کو حکم دیا اسے زندہ گرفتار کیا جائے۔

سپاہیوں نے گھیرا ڈال دیا دم کے دم میں ہاتھی پکڑ لیا گیا۔ اور شاہی ہاتھی خانے میں داخل کر دیا گیا۔

ایک آدھ مہینے میں جب ہاتھی سواری کے قابل ہو گیا تو ایک دن ملکہ نے کہا کہ آج نئے ہاتھی پر سیر کو چلا جائے۔ بادشاہ نے مہاوت کو حکم دیا کہ نیا ہاتھی کسا جائے۔ ملکہ سیر کو جائیں گی۔

بادشاہ اور ملکہ اس نئے ہاتھی پر بیٹھ کر سیر کو چلے۔ چلتے چلتے، چلتے چلتے ہاتھی ایک دریا کنارے پہنچا۔ دریا میں اس نے اپنی پرچھائیں دیکھی۔ اپنے دل میں سوچنے لگا۔ او ہو میں اتنا

بڑا جانور ہوں۔ پورا پہاڑ کا پہاڑ، اور مجھ پر بیٹھی ہے ملکہ عورت، چھی چھی۔ تب تو ملکہ ہی مجھ سے بڑی ہوئی نا؟

بس یہ سوچنا تھا کہ وہ کھڑا ہو گیا۔ آگے کے پاؤں اوپر آگے کر دئے۔ پچھلے پاؤں اوپر پیچھے کر دئے۔ اور سونڈ اوپر کر کے اپنے بدن کو

کر دیں، اب ایک آخری درخواست اور ہے ست مان لیجیے۔ پھر کچھ نہ کہوں گا۔"

سادھو نے کہا:-

"کہو۔"

ہاتھی نے کہا:-

"آپ مجھے ملکہ بنا دیجیے۔"

بڑے زور سے جھٹکا دیا، ملکہ ادھر جا گریں بادشاہ ادھر۔ بھادت دریا میں ڈبکیاں کھانے لگا۔ ہاتھی رفوچکر ہو گیا۔

سیدھا سادھو کے پاس پہنچا اور کہنے لگا:-

سادھو بابا! آپ نے میری سب باتیں پوری
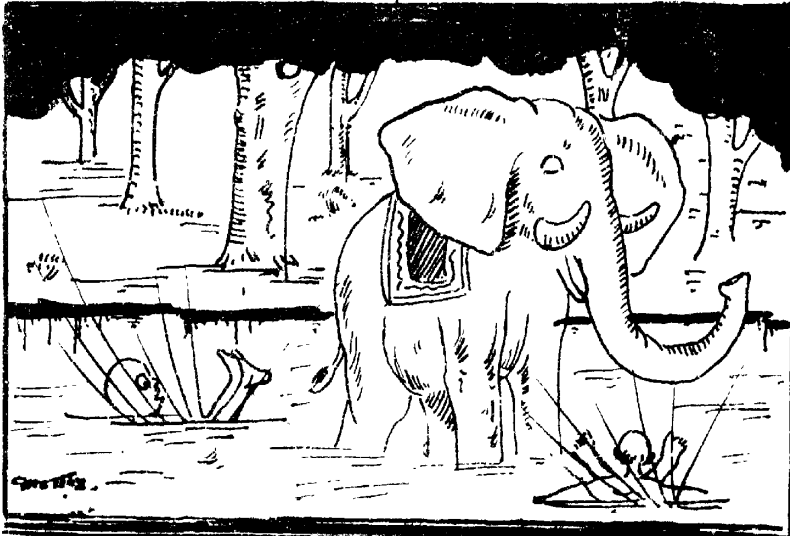
سادھو نے سر ہلاتے ہوئے کہا:-

"نہیں بچہ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ پھر تم راج پاٹ مانگو گے۔ میں کہاں سے دوں گا۔ میں سادھو ہوں۔ ہاں کہو تو ایک خوب صورت لڑکی بنا دوں۔ تمھیں کوئی شاہزادہ بیاہ لے جائے گا، اور تم رانی بن جاؤ گی۔"

ہاتھی اس پر تیار ہو گیا۔ سادھو نے اُسے ایک خوب صورت لڑکی بنا دیا۔
ایک روز یہ لڑکی سادھو کی جھونپڑی کے پاس ٹہل رہی تھی۔ یکایک ایک شاہزادہ گھوڑے پر سوار، ہاتھ میں چابک، گھوڑا اُڑاتا ہوا لڑکی کے پاس آپہنچا، اور اس سے پوچھنے لگا :-

"تم کون ہو؟ یہاں جنگل میں اکیلی کیسے ٹہل رہی ہو۔ تمھارے ماں باپ کہاں ہیں؟"
لڑکی مُنہ سے کچھ نہ بولی۔ صرف ہاتھ سے جھونپڑی کی طرف اشارہ کر دیا، شاہزادہ جھونپڑی میں گیا، سادھو سے ملا، کچھ دیر باتیں کیں، پھر سادھو نے لڑکی کو بلایا اور

دونوں کی شادی کر دی۔ شاہزادہ اسے اپنے گھر لے گیا۔
ایک دن اُسے لڑکیوں کو پانی بھرتے ہوئے دیکھ کر شوق ہوا کہ لاؤ آج میں بھی پانی بھروں دیکھوں کس طرح بھرتے ہیں۔ بھلا وہ پانی بھرنا کیا جانے۔ پہلے ہی ڈول میں دھم سے کنوئیں میں! بہتیری کوششیں کی گئیں مگر وہ نکلتی ہی نہیں۔ شاہزادہ بھاگا ہوا سادھو کے پاس پہنچا، واقعہ کی خبر کی۔ سادھو ہنسا اور کہنے لگا "بچہ تو دوسری شادی کرلے۔ وہ میری لڑکی نہیں تھی۔ وہ تو چوہیا تھی۔ جا اُسے اسی میں رہنے دے۔ اور کنوئیں کو مٹی بھر دے۔"

بچّوں کی نظمیں

مولوی محمد شفیع الدین نیر
کی
اصلاح کے بعد

پڑھوں گا

ابن الطارق چاند پاسانگھ بھوم

ابھی تک چار میں نے لی نہیں ہے
ابھی اماں نے روٹی دی نہیں ہے

وہ کہتی ہیں کہ جاؤ پہلے پڑھ لو
سبق کی ایک سیڑھی اور چڑھ لو

مگر میں آج بس یہ چاہتا ہوں
کہ کھیلوں کھا کے جیسے کھیلتا ہوں

ماں سے

مجھے کھانے کو پہلے دیجئے آپ
پھر اس کے بعد محنت لیجئے آپ

سناؤں گا میں پہلے پڑھ کے قرآں
پڑھوں گا جی لگا کر پھر گلستاں

رہے گا مشغلہ شام و سحر یہ
رہے گا مشغلہ آٹھوں پہر یہ

ماں

ارادہ نیک ہے میرے دلارے
تمنا ہو تری پوری یہ پیارے

مٹھائی لو، منگائی ہے یہ میں نے
یہ دیکھو سنترے ہیں اور یہ کیلے

پڑھو تم جی لگا کر اب پڑھو تم
ترقی کا یہ زینہ طے کرو تم

سمندر اور کشتی

سید افضل حسین اظہر

ایک دن کشتی سمندر سے لڑی
غصّے میں آ کر وہ یوں کہنے لگی

جوش میں آیا ہے اتنا آج کیوں
مجھ کو ہے تو نے ستایا آج کیوں

سب مسافر کشتی میں بیمار ہیں
اور تری کرتوت سے لاچار ہیں

تو نے کیوں بیمار ان کو کر دیا
ان غریبوں کی بھلا کیا تھی خطا

سوچ کر پھر بحر یوں گویا ہوا
تو نے ہے ناحق مجھے طعنہ دیا

مجھ پہ حاکم سب ہوائیں ہو گئیں
اور یہ کم بخت لہریں ہو گئیں

بولی کشتی سن کے یہ اچھی طرح
کرتا ان سے کیوں نہیں ہے تو صلح

کہہ دیا پھر بحر نے یہ صاف صاف
میں تو ہوں مجبور کر دینا معاف

استوا سے گرم اٹھتی ہے ہوا
چلتی ہے قطبین سے ٹھنڈی ہوا

تیز کرتا ہے ہوائیں آفتاب
ہلنے لگتا ہے اثر سے ان کی آب

پھر ذرا کشتی بھی قائل ہو گئی
کہتی تھی تو بے خطا ہے واقعی

چل نہیں سکتا ہوا پر بس مرا
غصّہ اپنی جان پر درویش کا

جس کو جیسے حال میں پیدا کیا
چاہیئے اظہر خدا کا شکریہ

گتّے کا کیمرا

مرزا سکندر حیات، کلکتہ

آؤ آج تمھیں کیمرا بنانے کی ترکیب بتائیں بچوں کا کھلونا نہیں۔ سچ مچ کا، بالکل سچ مچ کا۔ سامان بھی زیادہ نہیں چاہیے، بس تھوڑا سا گتا اور تھوڑا سا کاغذ۔ نہ لوہا، نہ شیشا نہ آتشی شیشا، کچھ بھی نہیں، پھر بھی اس سے جا ہے جیسی تصویر کھینچ لو۔

پہلے ایک کام کرو۔ ہمارا ایک مضمون پڑھ لو۔ "کیمرے میں تصویر الٹی کیوں اُترتی ہے؟" یہ ابھی ابھی مئی (۱۹۲۶ء) کے پیام تعلیم میں چھپا ہے۔ (صفحہ ۲۴۲)۔ اسے پڑھ کر یہ بات تمھاری سمجھ میں آجائے گی کہ کیمرہ کس اصول پر کام کرتا ہے اور اس سے تصویر کس طرح اُتر آتی ہے۔

اچھا آؤ اب کام شروع کریں۔ تھوڑا سا گتا لے لو، اور اسے شکل نمبر۱ کے مطابق کاٹ لو۔ اس کے بیچوں بیچ سوئی سے ایک باریک سوراخ کر دو۔ یہی

(نمبر۱)

سوراخ آتشی شیشے کا کام کرے گا۔ مئی کے پیام تعلیم میں یہ بات بھی ہم تمھیں بتا چکے ہیں۔

گتے پر جہاں جہاں نقطے ہیں وہاں اُسے اندر کی طرف موڑ دو۔ جہاں جہاں چاروں کونے ملتے ہیں وہاں کاغذ چپکا دو۔ خوب اچھی طرح چپکانا۔ یہ ایک چوکور ڈبا سا بن جائے گا۔
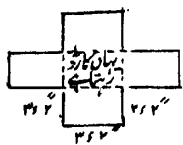
تھوڑا سا گتا اور لے لو یہ شکل نمبر۲ کے مطابق کاٹا جائے گا ناپ تول کا خاص طور پر خیال رکھنا۔ یہ شکل نمبر۱ کے مقابلے میں ذرا بڑا ہوگا۔ اسے بھی پہلے کی طرح کاٹ کر چوکور بنا لو اور کاغذ سے چپکا دو۔ یہ گویا اس کا ڈھکنا ہوگیا۔ اسے پہلے ڈبے پر ڈھک دو۔

(نمبر۲)

لیجیے صاحب آپ کا کیمرا تیار ہوگیا۔ اس سے تصویر اُتر سکتی ہے۔

اب بازار سے وہ کاغذ یا کارڈ لے آؤ

جس پر تصویر اُترتی ہے۔ یہ لفافے میں ہوں گے یا بند ڈبے میں۔ یہ کارڈ ہمیشہ بند کمرے میں کھولے جائیں یا سرخ روشنی میں۔ کوئی اور روشنی انھیں ذرا بھی لگی اور یہ بے کار ہوئے اس لئے بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس کام کے لئے بالکل تاریک کمرا ہوتا ہے۔ انگریزی میں اُسے "ڈارک روم" کہتے ہیں۔ اس کمرے میں لال روشنی والا لیمپ ہونا چاہیے۔ لال بلب یا لال شیشے والا لیمپ ہو تو اچھا ہے۔ اگر ان چیزوں کا انتظام نہ ہو سکے تو لیمپ یا لالٹین کی چمنی پر سُرخ کاغذ لپیٹ دیا جائے، بہت احتیاط سے، اک ذراسی جگہ بھی کھلی نہ رہے کہیں سے بھی ذراسی روشنی پھوٹ نکلی تو کارڈ بے کار ہو جائیں گے۔

اب یہ کارڈ اپنے کیمرے میں ڈالو گے کیسے۔ بھلا یہ بھی کوئی مشکل کام ہے۔ اسی اندھیری کوٹھری میں کیمرا کھول کر ڈھکنے یا ڈبا نمبر ۲ میں کارڈ ڈال دو۔ چمک دار حصہ اُوپر کی طرف رہے۔ کارڈ بڑا ہو تو پہلے سائز کے مطابق کاٹ لو۔ اچھا اب اس میں سوراخ والا ڈبا ڈال دو۔ سوراخ کسی چیز سے بند کر دو یا اس کے آگے اُنگلی رکھ لو۔ کیمرا تصویر کھینچنے کے لئے بالکل تیار ہے۔ اسے اندھیری کوٹھری یا ڈارک روم سے باہر لے آؤ۔ جس چیز کی تصویر کھینچنی ہو اسے کیمرے سے کم سے کم ۱۵ فٹ کے فاصلے پر رکھو۔ اور کیمرے کو اس چیز کے سامنے رکھ کر سوراخ پر سے اُنگلی ہٹالو۔ بس ایک منٹ لئے۔ ٹھیک ایک منٹ کے بعد سوراخ بند کر دو۔ ایک کیمرا اندھیری کوٹھری میں لاکر کارڈ نکال لو اور بہت احتیاط سے اچھی طرح کاغذ میں لپیٹ دو۔ اور فوٹو گرافر کو دے آؤ۔ وہ اسے دھوکر ٹھیک کر دے گا۔

اس کیمرے کی تصویریں اتنی اچھی تو نہ ہوں گی جتنی اصلی کیمرے کی، پھر بھی اچھی خاصی ہوں گی۔ کیمرے کا سائز اپنی خواہش کے مطابق چھوٹا یا بڑا بھی کر سکتے ہو۔

اس کیمرے سے کامیابی کے ساتھ تصویر اتار لو تو ہمیں ضرور بتانا۔

دیکھو کیسا اچھا آسان اور سستا مشغلہ ہے۔

(نمبر ۵) (نمبر ۴) (نمبر ۳)

امّی کی یاد میں

یکم مئی سنہ ۷۲ء کو ہماری امّی کا انتقال ہوا تھا، اب انھیں ہم سے جُدا ہوئے ۴ سال ہو گئے میاں جان نے اُن کی یاد میں میری طرف سے یہ نظم لکھی ہے۔ (شکیل اختر عرف سنجھو)

خدا کے لئے اب تو آجاؤ امّی ۔۔۔ زیادہ نہ اب ہم کو تڑپاؤ امّی
ہمیں اپنی صورت تو دِکھلاؤ امّی ۔۔۔ چلی آؤ بس اب چلی آؤ امّی

مری پیاری امّی مری جان امّی

مجھے اب بہت یاد تم آرہی ہو ۔۔۔ کہاں تُم مجھے چھوڑ کر جارہی ہو
بھلا کس لئے مجھ کو تڑپا رہی ہو ۔۔۔ دل اپنا وہاں کیسے بہلا رہی ہو

مری پیاری امّی مری جان امّی

تمھاری ہی صورت مجھے یاد آتی ۔۔۔ تمھاری جُدائی ہے مجھ کو رُلاتی
مگر ہائے ایسا کیا اب کنارا ۔۔۔ کہ راتوں کو اکثر نہیں نیند آتی

مری پیاری امّی مری جان امّی

میں چھوٹا سا بچّہ ہوں سنجھو تمھارا ۔۔۔ جُدائی نہ تھی جس کی تم کو گوارا
مگر ہائے ایسا کیا اب کنارا ۔۔۔ نہ بولیں کبھی لاکھ میں نے پکارا

مری پیاری امّی مری جان امّی
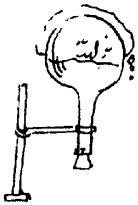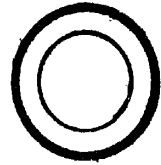
آج تمھیں سائنس کے کچھ کھیل کھلائیں، بہت دلچسپ، بہت مزے کے۔

ایک فلاسک میں پانی گرم کرو، جب ابلنے لگے تو اسپرٹ لمپ یا جس چیز سے تم گرم کررہے ہو نیچے سے ہٹالو۔ پانی کا ابلنا بند ہوجائے تو اس میں کارک لگا دو، اب فلاسک کو الٹا کردو، اور ایک کپڑا ٹھنڈے پانی سے ترکرکے فلاسک کے پیندے پر رکھ دو۔ پانی پھر ابلنے لگے گا۔ فلاسک گول ہوادار اسپرٹ لیمپ سے پانی ابالا جائے تو تجربہ بہتر اور جلد ہوتا ہے۔

ایک اور کھیل۔ تھوڑا سا برف بازار سے لے آؤ، کوئی چھ انچ لمبا، اتنا ہی چوڑا اور کوئی چار انچ موٹا اسے دو لکڑیوں یا برابر اونچائی کے دو تختوں پر رکھ دو، اب ایک باریک تار لے آؤ۔ اس کے دونوں سروں پر برابر کا وزن باندھ دو اور برف پر لٹکا دو۔ تھوڑی دیر میں تار برف میں سے گذر کر نیچے گر جائے گا۔ لیکن برف دو ٹکڑوں میں تقسیم نہ ہوگا
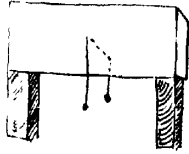
ایک کھیل اور۔ ایک ٹیسٹ ٹیوب کے پیندے میں برف کا ٹکڑا اس طرح پھنساؤ کہ پانی ڈالنے پر اوپر نہ آجائے۔ ٹیوب کو پانی سے بھر دو۔ اب اس کے اوپری حصے کو گرمی پہنچاؤ۔ اوپر کی سطح کا پانی کھولنے لگے گا۔ پھر تھوڑی تک برف نہ گھلے گا۔
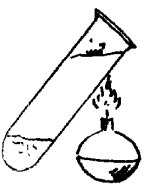
ہیں نا مزے کے کھیل! اب تم اپنے دوستوں کو دکھاؤ اور کہو ہمیں ایسے ایسے جادو آتے ہیں۔

احتشام الرحمٰن، علی گڑھ

فیروزہ

سعیدہ ٹونکی، دہلی

ایک ہے مری ننھی سی گڑیا، نام ہے اس کا فیروزہ۔ وہ گڑیا مجھ کو بڑی پیاری لگتی ہے۔ میں خوب اس کو کپڑے پہناتی، نہلاتی، پوڈر لگاتی، بال بناتی ہوں۔ مگر میری فیروزہ کے آنکھیں نہیں تھیں۔ فیروزہ کو اماں نے بنایا تھا، اور اماں کہتی ہیں آنکھیں بنانے سے گناہ ہوتا ہے۔ ایک دن میں گئی شام کو ٹہلنے، اور اپنی گڑیوں کو طاق میں سجا گئی۔ آکر دیکھا تو ہمارے ساتھی بھائی میری فیروزہ کے منہ پر آنکھیں لگا کر اسے اور خوب صورت بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ مگر افسوس ان کو ڈرائنگ نہیں آتی تھی۔ اس لئے میری فیروزہ کا چہرا ڈراؤنا بن گیا اور اس کی صورت ایسی ہو گئی کہ خود مجھ کو بھی پسند نہیں آئی۔ اب اس کو اسکول پڑھنے بھی نہیں بھیجتی، کیونکہ سب اس کو چڑائیں گے۔ اور اپنی سہیلیوں کے یہاں بھی نہ لے جاتی۔ اپنی دوسری گڑیاں لے جاتی ہوں

لطیفے

ڈاکٹر:۔ جب تمھیں بخار آتا ہوگا تو تمھارے دانت بجنے لگتے ہوں گے۔

بیمار:۔ میں بخار چڑھنے سے پہلے دانت الماری میں رکھ دیتا ہوں

بیمار:۔ ڈاکٹر صاحب، میں اٹھنی نگل گیا ہوں۔

ڈاکٹر:۔ کب نگلی تھی؟

بیمار:۔ کوئی پندرہ برس ہوگئے۔

ڈاکٹر:۔ ارے!! اب تک کس انتظار میں بیٹھے رہے۔

بیمار:۔ اب تک ضرورت نہیں تھی۔ آج سخت ضرورت ہے، ذرا جلدی نکلوا دیجئے۔

اقبال احمد، میرٹھ

کسی امیر نے نوکر سے خفا ہو کر کہا :۔ "جو کچھ ہمارا کھایا پیا ہے واپس کر دو۔"
نوکر نے جواب دیا :۔ "آپ میری وہ عمر واپس کر دیجئے جو میں نے آپ کی خدمت میں صرف کی ہے۔"

—— مرزا جاوید بیگ

دادی اماں :۔ مجھے بھولنے کی بہت عادت ہو گئی ہے، ہر چیز رکھ کر بھول جاتی ہوں اسی لئے اب میں کہیں کوئی چیز رکھتی ہوں، تو ڈائری میں لکھ لیتی ہوں۔
پوتی :۔ دادی اماں یہ تو آپ نے بہت اچھا علاج سوچا، مگر اب آپ کیوں پریشان ہیں ؟
دادی اماں :۔ یہ ڈائری کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں۔

—— (فاروقی اعظم گڑھ)

ایک جگہ اسکول کے لڑکوں میں رسا کشی کا مقابلہ ہو رہا تھا، کوئی گنوار بھی ادھر آ نکلا۔ کہنے لگا بھائی اتنا زور کیوں لگاتے ہو۔ چھرا لے کر رسا کاٹ ڈالو

لمبے قد کا آدمی :۔ (ایک میوہ فروش سے) کیوں یہ انار کس بھاؤ لگائے ہیں ؟
میوہ فروش :۔ دو آنہ فی انار
لمبا آدمی :۔ لیکن یہ تو بہت چھوٹے ہیں۔
میوہ فروش :۔ حضور بیٹھ کر دیکھئے۔ اتنے فاصلے سے تو چھوٹے ہی نظر آئیں گے۔

—— (ہری کرشن۔ قرول باغ)

پہیلیاں

ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے بڑا ہے اس کا کام
کرتا ہے گھر کی حفاظت در پہ ہے اس کا مقام
جلد بازی مت کرو پہلے کرو کچھ غور بھی
جب سمجھ جاؤ کہ کیا ہے تب بتا دو اس کا نام

—— (قفل یا تالا)

افتخار احمد اقبال، حیدرآباد

سر پہ پتھر منہ میں انگلی

—— انگوٹھی

ایک کہانی میں کہوں تو سن لے میرے پوت
بنا پروں وہ اڑ گیا باندھ گلے میں سوت

—— پتنگ

ایک میں نے دیکھا اندھا نر کندھے اوپر کاٹ کا گھر
بارہ کوس کی منزل کرے پھر وہ گھر کا گھر میں ہے

—— کولھو کا بیل

محمد رفیع، دہلی

میرے نام کا پہلا حرف دن میں ہے رات میں نہیں۔
میرے نام کا دوسرا حرف شرم میں ہے غیرت میں نہیں۔
میرے نام کا تیسرا حرف مرغ میں ہے چڑیا میں نہیں۔
میرے نام کا چوتھا حرف نیم میں ہے پیپل میں نہیں۔

—— میں دوست کا الٹا ہوں

عظمت اللہ۔ جامعہ نگر (جواب دشمن)

سید وحید احمد قیصر ندوی

رانچی صوبہ بہار کا مشہور اور پرفضا مقام ہے۔ چاروں طرف جنگل ہی جنگل ہے۔ گرمی کے زمانے میں صوبے کے تمام سرکاری دفتر یہیں آجاتے ہیں۔ آب و ہوا معتدل ہے۔ صبح کے وقت یہاں کی بڑی سڑک "مین روڈ" پر ٹہلنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اسے صوبہ بہار کا شملہ کہنا چاہیئے۔

ایک دن ذاکر میاں کو رانچی کی مشہور چیزیں دیکھنے کا شوق چرّایا۔ بس چل کھڑے ہوئے۔ عطاء الرحمٰن میاں کو بھی ذاکر میاں نے زبردستی ساتھ لے لیا۔ اب اسماعیل اور رشید کی تلاش شروع ہوئی۔ معلوم ہوا کہ وہ دونوں پکنک کا سامان لئے پہلے ہی پٹرول کی دکان پر ہم لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ ذاکر میاں ان لوگوں کو پہلے ہی سے تیار کر چکے تھے۔ سب سے پہلے ہم یہاں کے مشہور و معروف آبشار ہنڈرو فال، (HUNDRU FALL) پہنچے۔ یہ آبشار شہر سے ۲۷ میل دور پوربی اور دکھنی کونے پر واقع ہے۔ یہاں موٹر لاریاں برابر آتی جاتی رہتی ہیں۔ اس کا شمار دنیا کے مشہور آبشاروں میں ہے۔ دور دور سے لوگ صرف اسی کو دیکھنے کے لئے ہندوستان کے مختلف حصّوں سے آتے ہیں۔ اس کا پانی تقریباً چھ سات سو فیٹ بلندی اور اسی نوے فیٹ کی چوڑائی سے گرتا ہے۔ جہاں پانی گرتا ہے وہاں کی گہرائی کا پتہ آج تک نہیں چل سکا۔ کہا جاتا ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس کی گہرائی معلوم کرنے کی کوشش میں اپنی جان گنوائی۔ دریائی جانوروں کی کثرت ہے۔ خصوصاً مگرمچھ بہت زیادہ پلئے جاتے ہیں۔ ہم جیسے ہی وہاں پہنچے، دوستوں کی ایک ٹولی جو وہاں پہلے ہی سے موجود تھی، دکھائی دی۔ میاں صغیر اور عاشق الٰہی نے سارے کھانے پینے کا سامان اپنے قبضے میں کر لیا۔ رشید میاں کو اس کا بڑا دعویٰ تھا کہ وہ کھانا اچھے سے اچھا پکا لیتے ہیں۔ آج ہم لوگوں نے ان کا

امتحان لیا۔ کھانا اتنا اچھا تو نہ تھا، جتنا اُن کا دعویٰ تھا۔ لیکن ایسا بُرا بھی نہ تھا۔ اِدھر کھانا پک رہا تھا، اُدھر ہم سب سوائے رشید میاں اور شمیم صاحب کے پہاڑ کے نیچے اُترنے لگے۔ آبشار کا اصل لطف نیچے اُتر کر دیکھنے میں آتا ہے۔ دُور تک پانی کی پھواریں اُڑتی ہیں، اور اچھی خاصی بارش کا سا سماں ہوتا ہے۔ ہم نے پھواروں میں غسل کیا، اور جہاں پر پانی گرتا ہے اس سے کافی دُور ہٹ کر تیراکی کا بھی مظاہرہ کیا۔ یہاں بہت سے انگریز بھی اُچھل کود کر رہے تھے۔ اب ہمیں بھوک بڑے زوروں کی لگی اور سب اوپر چڑھنے لگے۔ اُترنے کے وقت تو بڑا مزا آیا تھا، مگر اوپر چڑھنے میں سب مزہ کرکرا ہو گیا۔ ہر پانچ چھ قدم پر سستانے کے لئے بیٹھنا پڑتا تھا۔ اوپر پہنچتے پہنچتے ہم سب پسینے پسینے ہو گئے، پھر بھوک کے مارے بُرا حال تھا۔ آتے ہی کچے پکے چاولوں پر ٹوٹ پڑے۔ حالانکہ ابھی تک پلاؤ ٹھیک سے پکا بھی نہ تھا۔ کھا کر تھوڑی دیر تک ہم نے درختوں کے سایے میں آرام کیا، پھر سب کے سب جونہا فال (JUNHA FALL) روانہ ہو گئے۔

ہنڈرو فال کے راستے ہی میں پڑتا ہے۔ مگر رانچی سے بالکل پورب کی سیدھ میں پڑتا ہے۔ اس کا پانی زیادہ بلندی سے نہیں گرتا۔ مگر خوب صورتی میں یہ ہنڈرو فال سے بڑھا ہوا ہے۔ کیونکہ اس کا پانی ایک چادر کی شکل میں سیڑھیوں پر سے ہوتا ہوا گرتا ہے۔ یہ دُنیا کے مشہور آبشار نیاگرا سے ملتا جلتا ہے۔ جونہا فال کے آس پاس شیر، چیتوں اور دوسرے جنگلی جانوروں کی کثرت ہے۔ یوں تو سارا رانچی جنگل ہی جنگل ہے، مگر یہاں جنگل بہت گھنا ہو گیا ہے۔ تقریباً شام کے چھ بجے ہم اپنے گھروں کو پہنچے۔ پہاڑوں پر چڑھنے، اُترنے اور دوڑ دھوپ سے ہم اس قدر تھک گئے تھے کہ مغرب کے بعد فوراً ہی بے سدھ ہو کر پڑ گئے۔

پیام برادری کی مقبولیت بچوں میں دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ آج کل گرمیوں کی چھٹیاں ہیں اور بہت سے پیامیوں نے وعدہ کیا ہے کہ اپنے اپنے وطن جاکر برادری کے ممبر بڑھائیں گے۔ پیام تعلیم کے خریدار پیدا کریں گے، اور برادری کی شاخیں کھولیں گے۔

جناب حسین احمد صاحب قیصر (استاد تعلیمی مرکز ونگران شاخ، قرول باغ) اور اخلاص احمد صاحب صدیقی ناظم جامعہ اسکاؤٹ کی کوششوں سے سونی پت میں برادری کی شاخ قائم ہو گئی ہے مفصل کارروائی اگلے پرچے میں چھپے گی۔

جامعہ اسکاؤٹ کی طرف سے بچوں کی ایک جماعت اسکاؤٹ کی تربیت حاصل کرنے شملے گئی تھی۔ اس جماعت میں ہماری برادری کے بھی بہت سے ممبر تھے۔ یہ جماعت بہت کامیاب واپس آئی ہے۔ شملے کے موسم کا ان لوگوں نے خوب لطف اٹھایا۔ اس سفر کا مفصل حال بھی اگلے پرچے میں آئے گا۔

جامعہ کی جوبلی کا ذکر اس پرچے میں اکثر آتا رہتا ہے۔ جوبلی کی یہ تقریب اگلے اکتوبر میں ہوگی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس وقت تک برادری کے بہت سے ممبر بن جائیں۔ برادری کی بہت سی شاخیں کھل جائیں۔ پیام تعلیم کا جوبلی فنڈ بہت سا جمع ہو جائے۔ اور کبھی ہمارے پیام تعلیم کے بہت سے خریدار بن جائیں بہت سے پیامی اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ اگر سارے پیامی اس کام کو اپنا کام سمجھ لیں تو ہماری ساری مشکلیں آسان ہو جائیں، اور یہ کام اتنا آگے بڑھ جائے اتنا آگے بڑھ جائے کہ لوگ عش عش کر اٹھیں۔

برادری کے نئے ممبر:-

نام	عمر	شوق	مقام
محمد اقبال	۱۲ سال	ڈرائنگ	پشاور

تاج پیر شاہ	۱۳ سال	کتابیں پڑھنا	پشاور
شفاعت احمد	۱۳ "	علمی کتابیں پڑھنا	"
غلام مرتضیٰ قریشی	۹ "	" " "	"
غلام مصطفیٰ قریشی	۱۲ "	" " "	"
احمد جان	۱۴ "	تصویریں جمع کرنا	"
مسعود کلیم	۱۵ "	وطن کی آزادی اور پاکستان	"
محمود الرؤف	۱۳ "	ڈرائنگ	"
سید عبدالواحد خاں	۱۴ "	اردو کی ترقی	"
اعجاز احمد	۱۲ "	" " "	"
محمد ایاز دُرّانی	۱۳ "	" " "	"
عبدالحفیظ	۱۳ "	علم دین حاصل کرنا	ندوہ، لکھنؤ
محمد عبدالستار خاں تاتاری	۱۳ "	تصویریں جمع کرنا	" "
محمد ظفر اقبال	۱۳ "	ہاکی کھیلنا	" "
اختر الحسن	۱۵ "	فٹ بال ۔ مضمون نگاری	" "

عزیزی محمد حسن انصاری (معرفت محمد یاسین صاحب سرکل انسپکٹر، ابوت محل) کسی ایسے پیامی سے خط کتابت کرنا چاہتے ہیں جنھیں دیا سلائی کے لیبل جمع کرنے کا شوق ہو۔

پیامی اپنے مشغلوں کے سلسلے میں دوسرے پیامیوں سے خط کتابت کرنا چاہیں تو ہمیں لکھ دیا کریں ہم ان کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولت فراہم کریں گے۔

پچھلے انعامی مقابلے (ہم بستی کیسے بسائیں) کے سلسلے میں ہمارے پاس بہت سے مضمون آئے ہیں۔ اکثر پیامی مضمون لکھتے وقت بہک گئے ہیں۔ ہاں تاج بانو بیگم (سارن) خواجہ عبدالعلیم (کانپور) اور افتخار احمد اقبال کے مضمون کچھ غنیمت ہیں۔ تاج بانو اس مقابلے میں اوّل آئی ہیں وہ اپنا پورا پتہ لکھ کر انعام منگوالیں۔

(مشتاق بھائی)

بچوں کی کتابیں
پاں کھاکر طبلہ بجاکر ۸ر
پھر چگ کیا خاک ۸ر
بچہ دم کٹا کو ۸ر
بی مینا کی اور کوا ۷ر
چنبیلی ۵ر
شریر موتی ۵ر
جگنو کی بتی ۶ر
انعامی مقابلہ ۷ر
شیدلا ۷ر
چور لڑکا (ڈراما) ۲ر
صحت و صفائی ۶ر
بیماری سے بچو ۱۰ر
چھوٹا جمو ۵ر
قیدی شیر ۵ر
غنچۂ حکمت ۵ر
مشاہیر کا لڑکپن ۷ر
نصیحت کا کرن پھول ۸ر
آسمانی دولھا ۱۲ر
وینس کا سوداگر ۴ر
ذرا سوچو ۴ر
پرندوں کا ایکا ۴ر
احسن القصص مکمل ۱۰ر
اساتذہ اور ٹریننگ اسکولوں کے لئے
فن مضمون نگاری
اردو ادب میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب
از عبد الغفار صاحب
اونٹنا دھننا ۸ر
لکڑی کا کام ۶ر
کاغذ سازی
پھلوں کی کھیتی
آسان اِملا ۴ر
بچوں کی تربیت
ہندوستانی کھیل
انگریزی کھیلوں کے لئے کتنے سامان اور خرچ کی ضرورت پڑتی ہے۔
مکتبہ جامعہ

پیام تعلیم
دہلی
دہلی، یو پی، سی پی، بہار، میسور، قلات، بنگال، رام پور
حیدر آباد، سندھ، کشمیر، پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمہائے
تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے
منیجر
ایڈیٹر محمد حسین حسان
اگست سنہ ۴۶ء
نمبر ۸
قیمت سالانہ
ہندوستان سے باہر
(للعہ)
۱ بچوں سے باتیں
۲ برسات
۳ عجیب نئی کہانیاں
۴ کھرسے کے ظلم
۵ بچو میاں بیاہ
۶ بندروں کا مکان
۷ کوئل
۸ پیٹ میں درد
۹ کارٹون
۱۰ گھوڑے کا
۱۱ کیا تم جانتے ہو
۱۲ بچوں کی کوششیں
۱۳ بچوں کی نظمیں
۱۴ پیام برادری
۱۵ معما
۱۶ پڑھنے کی کتابیں
ایڈیٹر
اقبال احمد بنارسی
ایڈیٹر
شمیم محمود بشارت
محسن حامد
بدر منیر
محمد ایوب اظہر
نوشت انصاری
مجیب احمد عثمانی
اسرار ندوی
مشتاق
۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۵ ۳۳۱ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۲ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۱ ۳۵۲
پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ۔ ڈی۔ جمال پریس، دہلی

پیامیوں نے رسالے کے پچھلے پرچوں میں اور جولائی کے پرچے میں خاص فرق محسوس کیا ہوگا۔ اب سفید کاغذ ہمیں ملنے لگا ہے۔ پیام تعلیم اب اسی کاغذ پر چھپے گا خدا کا شکر ہے کہ رف کاغذ سے ہمیں نجات ملی۔

اب اللہ نے کیا تو رفتہ رفتہ صفحے بھی بڑھائے جائیں گے، اور آرٹ پیپر یا چکنا کاغذ آسانی سے ملنے لگا تو بلاک کی تصویریں بھی چھپنے لگیں گی۔

اور جوبلی نمبر؟؟

اس کی تیاری میں تو ہم لگے ہوئے ہیں [illegible] کا تو حال تمہیں معلوم ہے۔ تمہیں گنے داموں پر بھی چیز مشکل ہی سے ملتی ہے باوجود اس کے ہماری کوشش یہی ہے کہ تمہارے لئے اچھے سے اچھا جوبلی نمبر نکالیں مگر صاحب دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں دعا کرو خدا ہمیں کامیاب کرے۔

اس کامیابی کا سہرا ہمیں اپنے سر نہیں لینا چاہیئے تمہیں بھی ہمارا ہاتھ بٹانا پڑے گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ پیام تعلیم کے نئے خریدار بڑھاؤ۔ دوسرے پیام برادری کے ممبر خود بنو اور دوسروں کو بناؤ۔ اور پیام تعلیم جوبلی فنڈ کا چندہ جمع کرو۔

بس رسالہ پہنچتے ہی یہ کام شروع کر دو۔ پیام تعلیم کے نئے خریداروں کے نام اتنے آئیں اتنے آئیں کہ ہمارے کارکن صاحب رسالے بھیجتے بھیجتے پریشان ہو جائیں

دفتر میں پیام تعلیم کی کچھ جلدیں موجود نہیں ہیں۔ مثلاً، مئی تا اکتوبر ۲۸ء (۲) جون تا دسمبر ۳۱ء (۳) جنوری تا جون ۳۳ء (۴) جولائی تا دسمبر ۳۲ء (۵) جنوری تا جون ۳۶ء (۶) جنوری تا جون ۳۷ء

دفتر کو ان جلدوں کی سخت ضرورت ہے۔ جو پیامی خوشی سے یہ جلدیں الگ کرنا چاہیں وہ ہمیں لکھیں ہم انھیں قیمت دینے کو تیار ہیں

پچھلے دنوں جامعہ میں ایک افسوسناک حادثہ پیش آگیا۔ صفی صاحب صدیقی ہماری جامعہ کے بہت پرانے کارکن تھے انھیں ایک سانپ نے کاٹ لیا۔ سانپ شاید بہت زہریلا تھا۔ ساری تدبیریں کی گئیں مگر موت کا کوئی علاج نہیں۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلیہِ راجعون، خدا مرحوم کو جنت میں جگہ دے اور ان کے عزیزوں کو صبر عطا فرمائے

برسات

اقبال احمد بنارسی

بادل کیسے گھر کر آئے
ساتھ میں اپنے پانی لائے

کوئل اُڑتی اُڑتی آئی
پیڑ پہ بیٹھی کو کی گائی

مینا بھی وہ بول رہی ہے
شاما پر کو تول رہی ہے!

بادل نے جو برکھا کی ہے
پیاسی زمیں کی پیاس بجھی ہے!

ہردم بارش اور بادل ہے
ساری دُنیا ہی جل تھل ہے!

سب سے اچھا یہ موسم ہے
پیارا پیارا یہ موسم ہے!

جھولے ہیں وہ آم پہ ہرسو
بور کی بھینی بھینی خوشبو!

جامن لڑکے توڑ رہے ہیں
شاخوں پر وہ چڑھ کے کھڑے ہیں

ڈال کہیں یہ ٹوٹ نہ جائے
اور ان کا سر پھوٹ نہ جائے!

کھیت بنے ہیں دریا اس دم
پاٹ ہیں زیادہ گہرے کم کم

کچھ مینڈک وہ بول رہے ہیں
کچھ پانی میں جاکے چھپے ہیں

رات میں بھی ٹرٹر ہیں کرتے
سونا مشکل تر ہیں کرتے

کل جو پانی زور کا برسا!
بجلی کڑکی بادل گرجا!

کتنوں کی "ٹپکے" نے خبر لی
رات یونہی آنکھوں میں کاٹی

پھر بھی یہ موسم ہے اچھا!
دل کو میرے خوب ہے بھاتا

بربادی کا کیا غم مجھ کو
مل جائے یہ موسم مجھ کو

اس کو ہر دم پیار کروں میں
اپنے دل کے پاس رکھوں میں

بادل سے ہے راحت مجھ کو
پانی سے ہے الفت مجھ کو

آؤ چلیں پانی میں نہائیں
اس موسم کے گیت بنائیں

ننھے پیامیوں کے لئے

منّی منّی کہانیاں

بی بلبل کا گانا

ایک بار جنگل کے بادشاہ سلامت نے جنگل کے سب باسیوں کو اپنے گھر بلایا۔ چوپاؤں کو، درندوں کو، پرندوں کو سب کو۔ سب جانور خوب اچھے اچھے کپڑے پہن کر آئے۔ مور صاحب

کے کپڑے تو بہت ہی بھڑکیلے تھے۔ ہرے، نیلے اور سنہرے۔ انھوں نے اپنی دُم پھیلا رکھی تھی یہ سورج کی روشنی میں خوب چم چم کر رہی تھی

چیتے میاں کے کپڑے بھی بہت اچھے تھے۔ سُنہرا کوٹ اُس پر کالی کالی دھاریاں۔ میاں کھٹ کھٹ بڑھئی کے سُنہری کلغی لگی تھی۔

غرض ہر چرند و پرند کی یہی کوشش تھی کہ دربار میں سب کی نظر اُسی پر پڑے۔

بس ایک بُلبُل اُداس تھی۔ بے چاری چھوٹی سی بھوری چڑیا، اُس نے اپنے جی میں کہا "میں دربار میں کیسے جاسکتی ہوں!"

شیر نے جو دیکھا کہ بُلبُل ابھی تک نہیں آئی ہے تو خود اس کے پاس گیا، اور بولا "بی بُلبُل تمھیں میرے دربار میں تو ضرور آنا پڑے گا"

بُلبُل بہت اُداس لہجے میں بولی "دیکھئے نا بادشاہ سلامت میرے پاس مور جیسے کپڑے کہاں ہیں"

شیر نے جواب دیا:۔ "تو اس سے کیا ہوتا ہے کیا مور تمھاری طرح گانا گا سکتا ہے۔ کیا اس کی آواز بھی ایسی ہی میٹھی اور سُریلی ہے جیسی تمھاری۔ اچھا بھئی اب چلو اور سب کو اپنا گانا سُناؤ"

اب بی بُلبُل بھلا کیسے نہ جاتیں۔ بھلا بادشاہ سلامت کی بات کیسے ٹالتیں۔

دربار میں اُنھوں نے اپنا سب سے اچھا گانا سنایا۔ سب جھوم

جھوم گئے۔

ذرا اِدھر دیکھنا

پیڑ کے نیچے زمین پر ایک اخروٹ پڑا تھا۔ بی گلہری کی اُس پر نظر پڑ گئی۔ جھٹ نیچے اُتر آئیں۔

اِدھر کہیں بی میاؤں تیز تیز قدم بڑھائے چلی جا رہی تھیں۔ اُنھوں
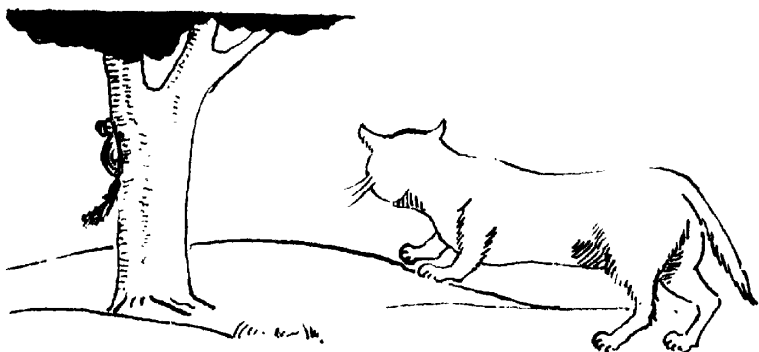
نے گلہری کو نیچے اُترتے دیکھ لیا۔ پھر کیا تھا، منہ میں پانی بھر آیا۔ جی میں کہنے لگیں۔ واہ کیا بڑھیا شکار ہاتھ آیا ہے۔

بی میاؤں نے فوراً اپنی چال بدل دی۔ اپنے آپ کو پیڑ کے پیچھے چھپا لیا کہ بی گلہری کی نظر اُن پر نہ پڑے۔

اب وہ بہت دبے دبے پاؤں چلنے لگیں۔ بہت ہی آہستہ

آہستہ پہلے ایک قدم پھر دوسرا اٹھاتیں - ذرا بھی آہٹ نہ ہوتی۔
پر نہ جانے کیسے - بی گلہری کی نظر ان پر پڑ گئی - انھوں نے فوراً درخت کی سیدھ پکڑی - ایک ہی سرّاٹے میں درخت کی سب سے اونچی شاخ پر - اوپر پہنچ کر بہت اطمینان سے وہ بلّی کی ان حرکتوں کو دیکھنے لگیں۔
بی میاؤں کو ذرا بھی پتہ نہ چلا کہ بی گلہری اوپر جا براجی ہیں، وہ تو اسی طرح آہستہ آہستہ دبے دبے پاؤں چلتی رہیں۔
درخت تھوڑی دور رہ گیا تو بی میاؤں نے ایک چھلانگ لگائی پر وہاں اب کیا دھرا تھا - بی گلہری اوپر ہی سے چیخیں:
"چک چک چک چک ذرا ادھر دیکھنا، بی میاؤں تم مجھے پکڑ نہ پاؤ گی ہاں"

خوب سوجھی!

ایک آدمی کو کہیں سے سونے اشرفیاں مل گئیں، بہت سی اشرفیاں وہ اٹھیں جنگل میں ایک پیڑ کی کھوکھ میں چھپا آیا۔ اپنے جی میں کہنے لگا - یہ جگہ سب سے زیادہ حفاظت کی ہے۔ بھلا یہاں کس کی نظر پڑے گی۔
تھوڑے دنوں بعد اُسے اشرفیوں کی ضرورت ہوئی - پیڑ کے پاس

پہنچا۔ کھوکھ میں ہاتھ ڈالنے کے لئے نیچے بیٹھا۔ ارے! اس میں تو سانپ ہے۔ یہ بڑا سا سانپ۔ اب کیا ہو۔ اسے مار بھی نہیں سکتے باہر نکلے تو مار کھا کے مگر وہ باہر کیوں نکلنے لگا۔

اب آدمی بے چارا بہت پریشان! کیا کرے کیا نہ کرے۔ بہت دیر تک سوچتا رہا سوچتا رہا۔ ایک بات سوجھ گئی، دوڑا دوڑا
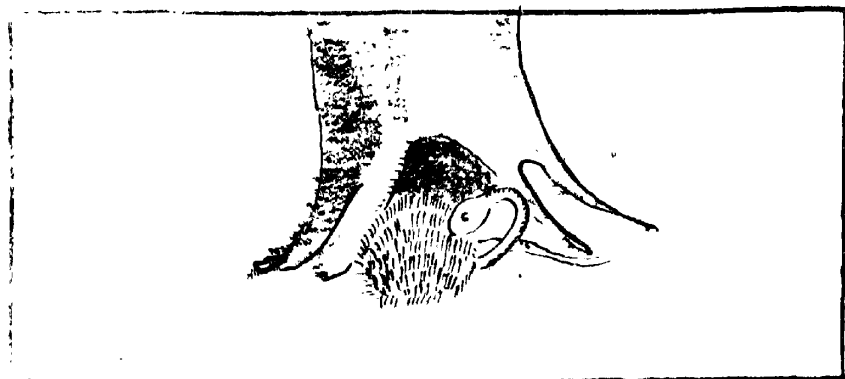
گیا اور جنگل سے ایک سیہی پکڑ لایا۔ وہی جس کے بدن پر سر سے پیر تک کانٹے ہی کانٹے۔

سیہی اپنے جی میں بہت ڈری۔ نہ جانے اب کیا ہوگا! ڈر کے مارے اس نے اپنا منہ اور ہاتھ پیر کانٹوں میں چھپائے۔ کانٹوں کی گول مول گیند سی بن گئی۔

آدمی نے یہ گول مول گیند پیڑ کی کھوکھ میں ڈال دی۔ سانپ کے ہاتھ

تاؤ آیا۔ اُس نے کاٹنے کے لئے فوراً مُنہ مار دیا۔ سیہی کو پتہ بھی نہ چلا وہ تو اپنے آپ کو چھپائے پڑی تھی جیسے اس میں جان ہی نہ ہو۔ ہاں کانٹوں سے سانپ کا مُنہ لہو لہان ہوگیا۔ اب اس کے غصّے کا کیا پوچھنا خوب زور زور سے پھن مارتا تھا۔ بے چارے کا سارا مُنہ جیسے قیمہ قیمہ ہوگیا۔

آدمی نے دیکھا کہ سانپ خوب زخمی ہوگیا ہے۔ اتنا کہ اب کاٹ نہیں سکتا تو بہت اطمینان سے کھوکھ میں سے اشرفیاں نکال لیں۔ ادھر سیہی کو جونہی موقع ملا۔ کھوکھ میں سے نکل، یہ جا، وہ جا۔ اس کے ذرا خراش تک نہ آئی تھی۔

کیمرے کے فلم دھونا اور چھاپنا

شمیم محمود بشارت
دہلی

پیام تعلیم میں دو تین مہینے سے فوٹوگرافی یا تصویر کھینچنے پر مرزا سکندر حیات صاحب کلکتہ کے مضمون برابر نکل رہے ہیں۔ میں نے سوچا فوٹوگرافی کے شوقین پیامیوں کی تھوڑی بہت مدد میں بھی کر دوں۔ میرا تو خیال ہے جن پیامیوں کے پاس کیمرا ہے انھیں فلم دُھلوانے اور تصویریں چھپوانے میں فوٹوگرافر کی محتاجی نہ رہے۔ اپنے فلم خود دھو لیا کریں۔ ترکیب میں بتائے دیتا ہوں۔

سامان :-

فلم دھونے اور چھاپنے کے لئے تھوڑے سے سامان کی ضرورت ہوگی۔ اس کی تفصیل بھی سُن

(۱) دو تشت چھ چھ انچ چوڑے، دس دس انچ لمبے (۲) ایک اور تشت کوئی چھ انچ چوڑا، بارہ انچ لمبا، دو انچ گہرا (۳) فوٹو چھاپنے کا فریم PRINTING FRAME بس اسی قدر لمبا چوڑا جتنا تمھارا کیمرا ہے (۴) سلوشن پاؤڈر یہ ایک روپے کا بہت ہوگا۔ (۵) ہائپو پاوڈر یہ بھی ایک روپے کا کافی ہوگا۔ دُکان دار تھیں ایک سفید ڈلا دے گا تم اُسے خود کوٹ لینا (۶) تصویر چھاپنے کا کاغذ (۷) تصویر چھاپنے والے فریم میں لگنے والا شیشہ۔ کوئی چار انچ چوڑا، چھ انچ لمبا (۸) دو کارک والی رنگین بوتلیں، سلوشن اور ہائپو دونوں دو الگ الگ بوتلوں میں رکھے جائیں گے۔

فوٹو چھاپنے کا فریم لکڑی کا ہوتا ہے اس میں شیشہ لگا ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے لکڑی کا ایک تختہ ہوتا ہے۔ یہ چٹخنیوں میں پھنسا ہوتا ہے۔ تصویریں اسی فریم میں چھپتی ہیں۔

یہ سب سامان تمھیں کسی فوٹوگرافر

کے ہاں مل جائے گا۔ تشتوں کی جگہ تام چینی کی گہری رکابیاں استعمال ہو سکتی ہیں۔ مگر پھر وہ کسی اور مصرف کی نہ رہیں گی۔

اندھیرا کمرہ :- اس کام کے لئے ایک چھوٹی کوٹھری کافی ہوگی۔ اس کی دیوار میں کہیں مناسب جگہ سوئچ بورڈ لگوا لو۔ اس پر دو بلب ہولڈر اور دو سوئچ لگیں گے۔ بلب ہولڈروں میں ایک تو لال بلب پانچ موم بتیوں کی طاقت کا اور ایک سفید ساٹھ موم بتیوں کی طاقت کا لگے گا۔ کام کرنے کے لئے ایک میز بھی رکھ لو۔

اب کوئی فلم کھینچ لو (دھونے کے شوق میں جلدی نہ کرنا) تو اسے لپیٹ کر اندھیرے کمرے میں لے آؤ اور لال بلب جلا دو۔ تینوں تشتوں میں پانی بھر کر میز پر رکھ دو۔ دو چمچے (چار کے) سلوشن پاؤڈر ایک تشت کے پانی میں، اسی طرح ہائپو پاؤڈر دو چمچے دوسرے تشت کے پانی میں گھول لو۔ تیسرے تشت کا پانی سادہ رہنے دو۔

اب فلم کے اوپر لپٹا ہوا کاغذ کھولنا شروع کرو۔ جب فلم نظر آ جائے تو اس کا ایک سرا پکڑ لو اور کھولتے جاؤ۔ دوسرا سرا نظر آئے تو اسے بھی پکڑ لو۔ پہلے اس فلم کا ایک سرا سلوشن میں ڈال کر نرم کر لو، پھر دوسرا اب ساری فلم آہستہ آہستہ سلوشن میں سے گذار دو۔ اس طرح پچیس بار کرو پھر سادہ پانی کے تشت میں سے اس طرح ایک دفعہ گذارو۔ ہاں ہائپو کے تشت میں سے کوئی بیس مرتبہ گذارو۔

اب بڑا بلب جلا دو اور فلم کو نل کے نیچے پندرہ منٹ تک دھو کر لٹکا دو۔ سوکھ جائے تو تصویریں الگ الگ کر لو۔ ہائپو اور سلوشن والے پانی الگ الگ دو کارک والی رنگین بوتلوں میں رکھ لو۔ یہ ابھی تین چار مرتبہ اور کام آ سکتے ہیں۔

احتیاط :-

(۱) گرمیوں میں تینوں تشتوں میں تھوڑا تھوڑا برف ڈال دو، نہیں تو فلم بہہ جائے گی۔

(۲) تشت تام چینی کے ہوں تو ان کی چینی اکھڑی ہوئی نہ ہو، ورنہ فلم خراب ہو جائے گی۔

(۳) (SUPPER XX 4) یا کوئی اور تیز رفتار فلم دھوتے وقت لال بلب بھی بند کر دو تیز رفتار فلمیں ہر روشنی کا اثر قبول کر لیتی ہیں

تصویریں کیسے چھاپوگے ؟

پہلے کی طرح تینوں تشت ہائپو، سلوشن اور سادے پانی سے بھر کر رکھ لو۔ لال بلب

جلا دو۔ تصویر چھاپنے والے فریم کی چٹخنی کھولو پیچھے سے تختہ ہٹا دو۔ جو نگیٹو چھپا ہوا ہوا ہوگے شیشے پر اس طرح رکھو کہ چمک دار سرا اوپر رہے۔ اب جس کاغذ پر تصویر چھپتی ہے اس کا ڈبّا کھول کر پھر کاغذ کا چمک دار رُخ نگیٹو کے چمک دار رُخ سے ملا کر رکھو فریم بند کرو لال بلب بھی بند کر دو۔ سفید بلب جلا دو۔ فریم کا شیشا سفید بلب سے ایک بالشت کے فاصلے پر رکھو۔ نگیٹو کے گہرے یا ہلکے ہونے کے حساب سے سو سکنڈ سے آٹھ سکنڈ تک بلب کھُلا رکھو۔ پھر کاغذ نکال کر سلوشن میں دھوؤ نقش صاف نظر آنے لگیں، تو پانی میں دھوکر ہائپو میں ڈال دو۔ شروع شروع میں نقش گہرے یا ہلکے آئیں تو پروا نہ کرو۔ بار بار کے تجربے سے کام ٹھیک ہونے لگیں گے۔

تصویر دو تین گھنٹے ہائپو میں رہنے دو، پھر نکال کر شیشے پر چپکا کر رکھ دو، سوکھنے لگے تو اتار لو۔ چمک آ جائے گی۔

احتیاط :-

۱۔ سلوشن یا ہائپو میں تصویر دھوتے وقت کاغذ کے چمک دار رُخ پر اُنگلی نہ لگنے پائے دھبّا پڑ جائے گا۔

۲۔ چھپنے والے کاغذ ہمیشہ اندھیرے کمرے میں کھولنے چاہئیں۔ سفید بلب کھولتے وقت اس کا ڈبّا فوراً بند کردو ورنہ کاغذ خراب ہو جائیں گے۔

۳۔ وقت اور فاصلے کے بارے میں ڈبّے میں سے جو ہدایتیں نکلیں انھیں ضرور پڑھ لینا

۴۔ تصویر شیشے پر چپکا کر رکھ دی ہو تو دیکھتے رہو اور سوکھتے ہی اُتار لو۔ ورنہ چپک کر خراب ہو جائے گی۔

سکندر حیات صاحب (کلکتہ) کے کیمرے کے فلم بھی اس طرح دھوئے اور چھاپے جائیں گے۔

کوئی بات سمجھ میں نہ آئی ہو یا فلم دھوتے یا چھاپتے وقت کوئی دقت پیش آئے تو مجھے خط لکھ دینا، میں بڑی خوشی سے تمھاری مدد کروں گا۔ دہلی کے پیامی چھاپنے اور دھونے کے عمل کو خود دیکھنا چاہیں تو وقت مقرّر کرکے میرے مکان پہ تشریف لے آئیں۔

پتہ یہ ہے

شمیم محمود بشارت

مقام محمود۔ کوچہ چیلان، دہلی

چوہیا بناؤ

بطخ تو تم بنا ہی چکے ہو گے ۔ اب ذرا اس چوہیا کو بناؤ
پہلے اس خاکے کو کسی موٹے کاغذ پر اتار لو پھر جہاں ایسی لائنیں
(——) ہوں ، وہاں قینچی سے کاٹ لو ۔ اور جہاں اس قسم
کی لائنیں (........) ہوں ، وہاں نیچے کی طرف موڑ دو اور جہاں
لائنیں (- - - -) ہوں اوپر کی طرف موڑ دو ۔ اب کسی قلم کو اس
کی دُم پر رکھ کر دم موڑ دو ۔ چوہیا تیار ہے ۔

محسن حامد
تعلیمی مرکز نمبر ۱
(جامعہ)

جنوں کا مکان

بدر منیر مسیپؤڈ ہائی اسکول، گیا

ہمارے ایک دوست نے ضلع پلاموں کے پاس جھگر دا گاؤں میں کھیتی شروع کی۔ یہ علاقہ پہاڑی ہے۔ آس پاس گھنے جنگل ہیں۔ شکار کی کثرت ہے۔ ہم گرمی کی چھٹی میں وہیں شکار کھیلنے گئے میرے ساتھ اور دوست بھی تھے۔ ہمارے میزبان کے گھر سے ذرا دور ایک مکان اور تھا یہ بھوتوں کا مکان کہلاتا تھا۔ اس کے متعلق بہت سے قصے مشہور تھے۔ اسی وجہ سے اس میں کوئی رہتا نہ تھا، اور خود انھوں نے بھی اس مکان سے ڈیڑھ دو فرلانگ پر ایک مکان بنوالیا تھا مکان چھوٹا تھا، اور آدھے سے زیادہ حصہ زنانہ تھا۔

میزبان اور خود اپنے آرام کی خاطر ہم نے اصرار کیا کہ ہم تو بھئی بھوتوں والے مکان میں ٹھہریں گے۔ مگر ہمارے میزبان راضی نہ ہوئے لیکن میں نے انھیں بہت کچھ الٹا سیدھا سمجھا بجھا کر راضی کرلیا، اور وہاں ٹھہرنے کی اجازت مل گئی۔

یہ مکان پکا تھا۔ دو مرے دالان اور دو کوٹھریاں تھیں۔ دوسری طرف پاخانہ، غسل خانہ اور باورچی خانہ تھا۔ مکان بہت باقاعدہ بنا ہوا تھا۔ مگر ایک عرصے سے بند پڑا تھا۔ اس لئے اکثر دیواریں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ ان پر دو تین فٹ لمبی گھاس جمی ہوئی تھی۔ دیواروں اور چھتوں پر مکڑیوں نے جالے تن رکھے تھے۔ کمروں اور دالانوں میں پرندوں نے اپنے گھونسلے بنالئے تھے۔ پھر بھی مکان مجھے بہت پسند آیا۔ ایک کمرے کی حالت کچھ اچھی تھی، یہی ہم نے اپنے لئے پسند کیا۔ جب کمرا بالکل صاف ہوگیا تو ہمارے سامنے ایک گلاب کا پھول آکر گرا۔ یہ پھول بالکل سفید تھا ہم نے چاروں طرف دیکھا، مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ پھول کہاں سے آیا، البتہ ایک چڑیا ضرور کمرے سے اڑتی ہوئی باہر گئی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ عنایت اسی چڑیا کی ہے۔

ہم لوگوں نے اپنا سامان وغیرہ جما لیا، اور چونکہ تھک گئے تھے اس لئے ذرا آرام کرنے بیٹھ گئے۔ میرے دونوں دوست سو گئے۔ میں ابھی جاگ رہا تھا اس مکان میں مچھر بہت تھے میں نے اپنی چادر اوڑھ لی تھی۔ تھوڑی دیر میں مجھے محسوس ہوا کہ کوئی چادر کھینچ رہا ہے۔ مگر میں خاموشی سے لیٹا رہا۔ چادر یہاں تک کھنچی گئی کہ میرا منہ کھل گیا میں نے پھر چادر اوڑھ لی۔ دوسری دفعہ کوئی سرہانے سے چادر آہستہ آہستہ کھینچنے لگا اور میرے پاؤں کھل گئے۔ میں اٹھ بیٹھا۔ مگر کسی کا پتہ نہ تھا۔ رات بھر یہی تماشا رہا۔

دوسرے دن شام کو ہم لوگ شکار کھیلنے گئے بہت جلد ایک خرگوش اور دو مرغابیاں ماریں یہ گل فام کے حوالے کیں اور ہم لوگ شکار کی تلاش میں آگے بڑھے۔ راستے میں ایک ہرن پر نظر پڑی ہم نے اس پر گولی چلائی۔ وہ زخمی ہو کر بھاگ نکلا ہم لوگوں نے اس کا پیچھا کیا۔ سورج ڈوب چکا تھا، اور رات اندھیری تھی، مگر ہم لوگ برابر چلتے رہے۔ تین چار میل چلنے کے بعد وہ بھی نہ ملا تو ہم نے واپسی کا ارادہ کیا، مگر اب راستہ بھول گئے۔ سات آٹھ میل چلنے کے بعد بھی اپنے گھر نہ پہنچ سکے۔ اس وقت رات کے دس بج چکے تھے۔ ہم لوگ پریشان کہ کیا کریں کیا نہ کریں اتنے میں ایک سفید پوش اسی راستے پر جاتے ہوئے نظر آئے جس طرف سے ہم لوگ آ رہے تھے ہم ان سے راستہ پوچھنے کے لئے پھر واپس ہوئے مگر ان کو نہ پکڑ سکے کیونکہ ان کی رفتار بہت ہی تیز تھی ہم نے کئی مرتبہ زور زور سے پکارا مگر انھوں نے نہ سنا۔ اس پر میرے دوست نے جھنجھلا کر کہا کہ جی چاہتا ہے کہ گولی مار دوں۔ اس وقت وہ ہم سے کوئی ڈھائی تین فرلانگ دور تھے۔ ہم لوگ اس طرف دوڑے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سو برس کے ایک بڑے میاں کھڑے ہیں۔ جن کے منہ میں دانت ہیں نہ پیٹ میں آنت۔ چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی ہیں۔ داڑھی لمبی اور سفید ہے۔ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس اب چند لمحوں کے مہمان ہیں۔ بہت بڑی تسبیح لئے ہوئے تھے۔ میں نے کہا جناب ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں یہ بات میرے دوست نے صرف مذاق میں کہی تھی لیکن ایک بات کا تعجب ہے ہم نے آپ کو اتنی آوازیں دیں۔ اور آپ نے نہیں سنی۔ مگر یہ بات جو آہستہ سے کہی گئی تھی آپ نے سن لی" یہ سن کر ذرا مسکرائے اور پوچھا کیا کام ہے"؟ میں نے کہا" جناب ہم لوگ راستہ بھول گئے ہیں اور یہاں بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ آپ راستہ بتا دیجئے"

"کیا تم جھگردا میں بھوتوں والے گھرے میں رہتے ہو؟"

جی ہاں۔ "وہاں نہ ٹھہرو"

"تم کو کوئی نہ کوئی نقصان پہنچ جائے گا"

"کس وجہ سے؟ وجہ تو میں نہیں جانتا۔ مگر میں یہ جانتا ہوں کہ وہاں کچھ پاک لوگ رہتے ہیں، اور جو کوئی اُن کی تنہائی میں مخل ہوتا ہے وہ نقصان اُٹھاتا ہے"

"اچھا صاحب اب تو بتلائیے کہ آپ ہیں کون" میں نے پوچھا "تم راستہ پوچھتے ہو یا ہمارا گھر" اگر آپ کا گھر قریب ہوتا تو میں درخواست کرتا کہ آپ ہمیں کچھ کھانا کھلوائیں۔ ہم لوگ بہت بھوکے ہیں" بڑے میاں نے کہا "جنگل میں کھانا کہاں سے آیا، ہاں اگر گھاس پات کھانا چاہتے ہو تو چلو"

ہم لوگوں نے رضامندی ظاہر کی۔ وہ ہم کو اپنے ساتھ لے گئے، ایک جگہ کھلی ہوئی ہوا تھی اور ایک کھجور کے درخت کے نیچے جھونپڑی تھی وہ صاحب اندر گئے اور کچھ آم سیب نارنگیاں اور انگور وغیرہ لائے۔ ہم لوگوں کو بہت تعجب ہوا کہ اس جنگل میں یہ چیزیں کہاں سے آئیں۔

خیر جب ہم کھا پی کے روانہ ہوئے تو انھوں نے اپنے کالے کتے کو ساتھ کر دیا اور کہا آپ اس کے پیچھے چلے جائیے۔ تو آپ گھر پہنچ جائیے گا۔ راستے میں ہم کو کوئی چیز جاتی ہوئی معلوم ہوئی اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہرن تھا یا کوئی اور جانور۔ بہر حال ہم لوگوں نے اسکل پکڑ لیا چلانا چاہیں، مگر ہم لوگوں کی بندوقیں بے کار ہو گئیں اور کسی کی بھی گولی نہ چلی۔ حالانکہ ہم لوگو ںنے گھر آکر جب گولیاں چلائیں تو خوب چلیں بلکہ ہمارا نوکر کل تمام بال بال بچ گیا۔ ورنہ اس کا دارا نیارا تھا۔ جب ہمارا مکان نزدیک آگیا تو کتا اچانک نظروں سے غائب ہو گیا۔ رات کو ڈیڑھ بجے ہم لوگ گھر پہنچے۔ یہاں ہمارا شدید انتظار تھا۔ ہم نے جنگل کا واقعہ بیان کیا۔ ورنہ کوئی ہم لوگوں کو اس مکان میں رات بسر کرنے کی اجازت نہ دیتا۔

(باقی آئندہ)

کوئل

محمد ایوب از بمبئی

کوئل کیسی کالی کالی ⁂ اچھی پیاری بھولی بھالی
میٹھے راگ سُنانے والی ⁂ سب کا دل بہلانے والی
یوں تو صورت اس کی کالی ⁂ لیکن ہے آواز نرالی
اچھے نغمے یہ ہے سُناتی ⁂ سامع کو ہے مدہوش بناتی
گرچہ ہے کوا بھی کالا
پر وہ ہے سر کھانے والا
ڈالی ڈالی پھرتی ہے یہ ⁂ خوب کُلیلیں کرتی ہے یہ
شاخوں پر یہ جھولا جھولے ⁂ خوشی منائے غم کو بھولے
بیٹھے کسی ڈالی پر جب یہ ⁂ کھولے اپنے پیارسے لب یہ
کُوکُو کی جب تان لگائے ⁂ دور تلک آواز سُنائے
اس کا گانا ہم کو پیارا ⁂ اچھا اچھا نیارا نیارا
کوئل ہے یہ بھولی ناداں
لوگوں کی تفریح کا ساماں

۵ سننے والا

پیٹ میں درد

غوث انصاری

آج میاں نعیم اسکول سے جو لوٹ کے آئے تو بالکل بے اوسان - چہرے پر ہوائیاں ایک ہاتھ میں کتابیں - ایک ہاتھ پیٹ پر جلدی جلدی کتابیں میز پر رکھیں اور چارپائی پر جیسے گر پڑے - پیٹ میں درد اُٹھا تھا - بہت سخت درد - کسی پہلو قرار نہیں تھا - گھر بھر پریشان ہو گیا - فوراً ڈاکٹر کے گھر آدمی بھیجا گیا -

ڈاکٹر آیا - اس نے اچھی طرح دیکھا بھالا نسخہ لکھا اور شام کو پھر آنے کو کہہ گیا - ڈاکٹر کی دوا سے شام تک نعیم کا درد بہت ہلکا ہو گیا - کوئی پانچ بجے شام کو ڈاکٹر پھر آیا - نعیم کی نبض دیکھی، پیٹ دیکھا، حال پوچھا -

اب تو درد بہت ہی کم ہے - ڈاکٹر صاحب اُس وقت تو جیسے جان نکلی جا رہی تھی، یہ درد کیوں ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب ؟

ڈاکٹر :- معدے کی خرابی سے -

نعیم :- معدہ کیوں خراب ہو جاتا ہے

ڈاکٹر صاحب -

ڈاکٹر :- اجی حضرت پہلے تو یہ بتائیے کہ آپ

کیا الا بلا کھاتے رہتے ہیں۔

نعیم:۔ کچھ بھی نہیں ڈاکٹر صاحب۔ صبح کو ناشتا کرکے اسکول چلا گیا۔ دو پہر کا کھانا اسکول ہی میں کھایا۔ شام کو گھر آکر پھر ناشتا کیا۔ رات کو کھانا کھایا اور سو گیا۔

ڈاکٹر:۔ کھانے اور ناشتے کے سوا کچھ اور تو نہ کھاتے تھے؟ ارے میاں چلتے پھرتے کیا کیا کھاتے رہتے ہوگے

نعیم:۔ جی ہاں کھانا تو رہتا تھا، مگر کچھ ایسی نقصان پہنچانے والی چیزیں نہ ہوتی تھیں۔

ڈاکٹر:۔ مثلاً

نعیم:۔ مثلاً بیر کے موسم میں بیر۔ مونگ پھلی کے زمانے میں مونگ پھلی، اخروٹ وغیرہ، مگر یہ چیزیں تو میں اسکول لے جایا کرتا تھا، اور تھوڑی تھوڑی کرکے دن میں کھاتا تھا۔ ایک روز ہمارے ماسٹر صاحب نے بتایا تھا کہ ساری زندگی کا دار مدار بس کھانے پر ہے

ڈاکٹر:۔ ماسٹر صاحب نے یہ بات تو بالکل ٹھیک بتائی تھی۔ مگر بھائی یہ تو ہرگز نہ بتایا ہوگا کہ پیٹ کے دوزخ کو ہر وقت بھرتے رہو۔ ہر وقت جگالی کرتے رہو کھانا وقت بے وقت سے کھاتے ہیں۔ وقت کی پابندی کے ساتھ۔ ایک بار کھانا کھا یا ناشتہ کرکے چار گھنٹے تک کچھ نہ کھانا چاہیئے۔ جو کچھ ہم کھاتے ہیں وہ کہیں چار گھنٹے میں جا کر ہضم ہوتا ہے۔

نعیم:۔ ارے! چار گھنٹے میں!! اتنی دیر تک آخر کیا ہوتا رہتا ہے۔

ڈاکٹر:۔ بھئی یہ سوال تم نے بہت بے ڈھب کیا۔ اچھا پہلے تو یہ سمجھ لو کہ ہمارا جسم جیسے ریل کا انجن ہے۔ یہ انجن کوئلے اور پانی کی مدد سے چلتا ہے۔ یہ نہ ہوں تو وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکے دوسری طرف یہی چیزیں خوب اوپر تک بھری جائیں تب بھی اس کا چلانا مشکل ہو جائے مختصر یہ کہ اسے چلانے کے لئے اتنا ہی کوئلہ اور پانی ڈالا جائے جتنی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہمارے جسم کا انجن بھی کھانا مانگتا ہے۔ جب اسے اس ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے تو ہمیں بھوک لگنے لگتی ہے۔

نعیم:۔ تو ہمیں کھانا اسی وقت کھانا چاہیئے جب خوب بھوک لگنے لگے۔

ڈاکٹر:۔ ہاں۔ اور خوب اطمینان سے، چبا چبا کر کھانا چاہیئے۔ کھانا جلدی ہضم ہوگا۔

نوالے کو جتنا چباؤگے اسی قدر منہ کی رال نوالے میں ملے گی۔ یہ رال ہضم ہونے میں بہت مدد دیتی ہے۔ ہاں ہمیں اپنے دانت بھی خوب صاف رکھنے چاہئیں۔ نہیں تو اُن کی گندگی بھی کھانے میں مل کر معدے میں پہنچ جائے گی، اور طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جائیں گی۔

نعیم: نوالہ چبانے کے بعد ہم نگل لیتے ہیں۔ یعنی ہمارے حلق کے پار ہو جاتا ہے، پھر یہاں سے کہاں جاتا ہے۔

ڈاکٹر: ایک نلی کے ذریعہ معدے میں پہنچتا ہے۔ یہاں ایک قسم کا عرق اس میں مل جاتا ہے۔ معدے سے چل کر یہ چھوٹی آنتوں میں پہنچتا ہے۔ یہاں اس میں دو عرق اور مل جاتے ہیں۔ اب یہاں سے غذا کا کارآمد حصہ چھوٹی چھوٹی نالیوں کے ذریعے خون میں جا ملتا ہے، یعنی خون بن جاتا ہے اور رگوں کے ذریعے بدن کے ہر حصے میں پہنچ جاتا ہے۔

نعیم: اور بے کار حصہ۔

ڈاکٹر: یہ بڑی آنتوں میں پہنچ کر فضلے کی صورت میں جسم سے باہر نکل جاتا ہے۔

نعیم: اچھا ڈاکٹر صاحب کھانا پکا کر کیوں کھاتے ہیں؟

ڈاکٹر: بعض کچی چیزوں کو طبیعت قبول ہی نہیں کرتی مثلاً گوشت وغیرہ۔ بعض چیزیں بہت مشکل سے ہضم ہو پاتی ہیں مثلاً آلو وغیرہ۔ بعض چیزوں کا چبانا اور ہضم کرنا پکنے کے بعد آسان ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ پکا ہوا کھانا مزے کا ہوتا ہے۔ مزے دار کھانے میں منہ کی رال خوب مل جاتی ہے۔ کسی مزے دار چیز کو دیکھ کر یا سونگھ کر آپ کی رال ٹپک پڑتی ہے۔ بس یہی رال ہاضمے کے لئے بہت مفید ہے۔

ایک بات اور سن لو دن میں کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر آرام ضرور کر لینا چاہئے۔ رات کو کھانا کھا کر کچھ دور ٹہلنا چاہئے۔ ان دو باتوں سے کھانا ہضم کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

بھلا ہاتھی کو گرانا کیا مشکل ہے ۔ بندوق کی
بس ایک گولی ! مگر پھر !! پھر یہ کہ یہ مجھے
گرادے گا !!!

بڑوں کے مضمون

گھوڑے کا انڈا

مجیب احمد خاں مجیبی - قائم گنج

ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے۔ ہمارے محلّے میں ایک شیخ چلی رہتے تھے۔ اچھے خاصے کھاتے پیتے آدمی تھے بیاہ بھی امیر گھرانے میں ہوا تھا۔ اس لئے اگلے زمانے کے امیروں کی طرح کچھ کرتے دھرتے نہیں تھے۔ بس گھر ہی پر آرام کرتے تھے۔

ایک دن ان کے دوستوں نے کہا "بھئی شیخ صاحب تم ماشا اللہ مال دار آدمی ہو، کوئی تجارت کیوں نہیں کر لیتے"

شیخ چلی راضی ہو گئے۔ سو روپے کمر میں باندھے، اور تجارت کے لیے چل کھڑے ہوئے چلتے چلتے ایک شہر میں پہنچے۔ وہاں ایک دکان پر بہت سے تربوز رکھے دیکھے۔ اس سے پہلے انھوں نے کبھی تربوز نہیں دیکھے تھے۔ بہت حیران ہوئے۔ آگے بڑھ کر کنجڑے سے پوچھا "ارے بھائی چودھری یہ کیا گول گول سی چیز تمھاری دکان پر رکھی ہے" کنجڑا تھا مسخرا اس نے تربوزوں کو دیکھا، پھر ان کی طرف دیکھا، اور سوکھے منہ سے بولا: "میاں گھوڑے کے انڈے ہیں گھوڑے کے" شیخ جی نے جھٹ پوچھا بھائی ایک انڈا کتنے میں دے دوگے" کنجڑا بولا: میاں سو روپے سے کم نہ لوں گا" شیخ جی نے کمر سے روپئے کھولے۔ کنجڑے کے حوالے کئے۔ تربوز اٹھا کر سر پر رکھا اور گھر کی طرف ٹوٹ پڑے تربوز بہت بھاری تھا۔ شیخ جی پسینے پسینے ہو گئے۔ آخر ایک دریا کنارے پہنچے اور نہانے کی جی میں سمائی۔ انڈا (تربوز) جھاڑی میں رکھا کنارے پر نہیں رکھا اس ڈر سے کہ کہیں اس میں سے بچہ نکل آیا تو ٹھنڈ سے مر جائے گا۔ شیخ جی کے پاس کوئی تہمد وغیرہ تو تھا نہیں انھوں نے پاجامے کا ایک ایک پائیچا اتار کر کمر سے باندھا۔ ایک پہنے رہے۔ سوچا پانی میں پہنچ کر اتار دیں گے۔ ورنہ نہانے کے بعد پہننے کو کچھ نہیں رہے گا۔

ان کے پانی میں اترنے سے ذرا کھڑبڑ ہوئی

ایک خرگوش جھاڑی میں سے نکل کر بھاگا۔ یہ سمجھے انڈے میں سے گھوڑے کا بچہ نکلا۔ فوراً پانی میں سے نکل ایک پائنچا ہاتھ میں ایک پیر میں۔ بہت تیزی سے خرگوش کے پیچھے بھاگے۔ خرگوش سمجھا کوئی مصیبت آئی۔ ایسا تیز بھاگا کہ ذرا کے ذرا میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ بے چارے ہاتھ ملتے رہ گئے۔ جی میں کہنے لگے۔ جب اس نے انڈے سے نکلتے ہی اتنی تیزی دکھائی تو جوانی میں نہ جانے اس کا کیا حال ہوتا۔ ہزاروں لاکھوں کا حال تھا، ہائے غضب ہو گیا۔

اتنے افسردہ تھے۔ اتنے افسردہ تھے کہ انھوں نے تربوز والی جھاڑی کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ سیدھے گھر کی راہ لی۔ بیوی نے انھیں اس حال میں دیکھا تو وجہ پوچھی۔ یہ سارا غصہ بیوی پر اتارنا چاہتے تھے۔ کچھ نہ جانے کیا خیال آیا ساری رام کہانی سنا دی۔ بیوی بھی بہت رنجیدہ ہوئیں، کہنے لگیں۔ اگر یہ بچہ گھر آجاتا تو کتنا اچھا ہوتا، میں اس پر بیٹھ کر میلے جاتی، اب تو مارے غصے کے شیخ صاحب کا برا حال ہو گیا۔ کے ڈنڈا لے پڑے خوب مارا خوب مارا اور بولے :۔ اگر تو اتنے سے بچے پر بیٹھ جاتی تو اس کی کمر نہ ٹوٹ جاتی !!

بیوی نے واویلا مچائی تو محلے کے لوگ اکٹھا ہو گئے۔ شیخ جی سے بات پوچھی۔ شیخ صاحب نے گھوڑے کے انڈے کا سارا قصہ بتا دیا۔ سب لوگ ان عجیب و غریب باتوں کا کھوج لگانے دریا کنارے پہنچے۔ وہاں جھاڑی میں ایک بڑا سا تربوز رکھا تھا۔ سب نے مل کر خوب کھایا اور شیخ صاحب کی عقل مندی کی تعریف کرتے ہوئے گھر کو آ گئے ؎

بعض پیامی دو دو تین تین مہینوں کے بعد رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع دیتے ہیں۔ اتنی دیر بعد ان کی فرمائش کا پورا کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہوتا ہے۔

اگر تمھیں رسالہ وقت پر نہ ملے تو ہر مہینے کی زیادہ سے زیادہ بیس تاریخ تک ہمیں لکھ بھیجا کرو۔ اس کے بعد تمھاری فرمائش پوری نہ ہو سکے تو ہمیں معذور سمجھنا۔

ایک مالی اور ریچھ

ایک مالی اور ریچھ کی بہت دوستی تھی ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔ مالی سو جاتا تو ریچھ اس کی مکھیاں اُڑاتا۔ ایک دن مالی ہری ہری گھاس پر لیٹ کر سو گیا۔ مکھیاں اُڑ اُڑ کر اس کے منہ پر بیٹھ جاتی تھیں۔ ریچھ بہتیرا ہنکاتا تھا، پر وہ باز نہ آتی تھیں، آخر جھنجھلا کر ایک پتھر اُٹھا لایا، اور مکھیوں کے مارنے کے لئے مالی کے مُنہ پر دے مارا۔ مالی کی ناک بیٹھ گئی اور دونوں آنکھیں جاتی رہیں۔

"سچ ہے نادان کی دوستی جی کا جنجال"۔

نسیم اللہ ترناس

کام کی باتیں

گندھک کی دھونی دینے سے چارپائی میں کھٹمل نہیں رہتے۔

سمندر کھار آٹے میں گوندھ کر چوہوں کے بلوں میں رکھ دیا جائے، چوہے نہیں رہیں گے

چراغ یا لیمپ کے پاس ذرا سی پیاز کاٹ کر رکھ دو، پتنگے نہیں آئیں گے

بھڑ کے کاٹے پر ذرا سا مٹی کا تیل لگا دیا جائے درد فوراً رُک جائے گا۔

جہاں پیاز ہوتی ہے وہاں سانپ نہیں جاتے۔

عبدالرحمٰن ہسپورہ اسکول

(دگیا)

لطیفے

دو چور کسی مکان میں جا گھسے۔ ان میں سے ایک ذرا عقل مند تھا۔ اندھیرے میں اس کی کسی چیز سے ٹکر ہو گئی۔ مالک مکان جاگ اُٹھا اور پوچھا "کون"۔ عقل مند چور نے بلّی کی آواز بنا کر کہا "میاؤں"۔ مالک سمجھا سچ مچ بلی ہوگی۔ اتفاق سے دوسرے صاحب بھی کسی چیز سے ٹکرا

گئے۔ مالک مکان پھر زور سے چلایا "کون" آپ بولے "میں دوسری بلی ہوں"

افتخار احمد اقبال حیدرآباد دکن

خریدار :۔ اس بیل کی کیا قیمت ہے ؟
کسان :۔ ایک سو اسی روپے ۔
خریدار :۔ بہت دام لگاتے ہو
کسان :۔ اس کی قیمت تو اسی روپئے ہے ، مگر یہ سو روپئے کا نوٹ کھا گیا تھا ۔ اس لئے قیمت بڑھ گئی ہے ۔

حامد رضا کریم

آقا :۔ بیٹھے ہوئے کیا کر رہے ہو ، پیڑوں میں پانی کیوں نہیں دیتے
مالی :۔ حضور بارش جو ہو رہی ہے ؟
آقا :۔ ارے ! کیا چھتری لگا کر پانی نہیں دے سکتا ، احمق !

نعیمہ برلاس

بیربل تمباکو کھاتا تھا ، اکبر نہ کھاتا تھا ۔ ایک روز ایک گدھا تمباکو کے کھیت میں گھس گیا ، مگر اس نے تمباکو کے پودے پر منہ نہیں مارا ۔ اکبر نے کہا " دیکھو تمباکو کیسی بری چیز ہے ۔ گدھا بھی نہیں کھاتا ۔ بیربل جھٹ بولا : جی گدھا تمباکو نہیں کھاتا ۔

مرزا جاوید بیگ

شاعروں کے نام تلاش کرو

۱۔ میرے دادا غریبوں کی مدد کیا کرتے تھے داغ
۲۔ آغا لب ہی لب میں مسکرا رہا ہے ۔ غالب
۳۔ امی رات کو سیتی ہیں میر
۴۔ احمد کا جگ ریل میں ٹوٹ گیا جگر
۵۔ میں کاجو شوق سے کھاتا ہوں جوش

عتیق الحسن کلکتہ

بوجھو

میرا پہلا حرف پیسے میں ہے آنے میں نہیں
" دوسرا " یاس " " آس "
" تیسرا " اصل " " نقل "
" چوتھا " مرنے " " جینے "
" پانچواں " مکتبے " " مدرسے "
" چھٹا " عرب " " غرب "
" ساتواں " ظلم " " ستم "
" آٹھواں " یہاں " " وہاں "
" نواں " مہتاب " " آفتاب "

"پیام تعلیم"

محمد سلیم بٹ

پیام برادری

لو صاحب اب تو تمہاری برادری کی شاخیں جگہ جگہ قائم ہو رہی ہیں۔ جامعہ اسکاؤٹ کے انچارج اخلاص احمد صاحب اور چھبر حسین [illegible] (استاد تعلیمی مرکز جامعہ قرول باغ) ہماری بہت مدد کر رہے ہیں۔ برادری کی بہت [illegible] نصرت [illegible] برادریوں کی رپورٹیں [illegible] ہمیں بھیجی [illegible]

ہماری اور اخلاص احمد صاحب صدیقی کی [illegible] جامعہ کی جوبلی میں بھی شریک ہوں یہ اکتوبر (۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰) میں ہوگی۔ [illegible] جوبلی میں شریک ہونا چاہیں۔ اخلاص احمد صاحب صدیقی (انچارج جامعہ بوائے اسکاؤٹ، جامعہ نگر دہلی) کو پہلے سے اطلاع دے دیں۔

ملک میں جامعہ اسکاؤٹ کی تحریک بھی دن پر دن آگے بڑھ رہی ہے۔ ایک تو خود یہ تحریک بچوں اور نوجوانوں کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ دوسرے جامعہ نے جن صاحب کو اس اہم کام کے لئے چنا ہے وہ بہت مخلص، پرجوش اور محنتی ہیں۔ رات دن اسی کام میں لگے رہتے ہیں۔

یہ پرچہ اگست کا ہے اس کے بعد ستمبر پھر اکتوبر۔ ارے! اکتوبر تک کل دو ہی مہینے جامعہ کی جوبلی اکتوبر میں تو ہوگی۔ دیکھو کتنے تھوڑے دن رہ گئے اور ہمیں کام کتنے کرنا ہیں۔ ہماری بعض شاخیں آج کل زیادہ سرگرمی نہیں دکھا رہی ہیں۔ ایبٹ آباد، پشاور، [illegible] ناظموں نے ہمیں اپنی سرگرمیوں کی کوئی اطلاع نہیں بھیجی۔ شاید چھٹیوں یا امتحانوں کی ہڑتال کی وجہ سے۔ مگر اب بھائی ذرا زیادہ جوش اور سرگرمی سے کام کریں۔ ہمیں بہت سے بچوں اور بچیوں کو برادری کا ممبر بنانا ہے۔ پیام تعلیم کے نئے خریدار پیدا کرنے ہیں۔ پیام تعلیم جوبلی فنڈ کا چندہ جمع کرنا ہے۔ جگہ جگہ برادری کی شاخیں قائم کرنا ہیں۔ جوبلی میں مکتبے کی طرف سے کتابوں وغیرہ کی نمائش ہوگی۔ طے ہوا ہے کہ پیام بچوں اور پیام بچیوں کو ہاتھ کی بنی ہوئی چیزیں بھی اس نمائش میں رکھی جائیں۔ بس اب تیار ہو جاؤ۔

جلسہ پیام برادری سونی پت

۱۶ جون [illegible] کو ایک جلسہ زیر صدارت جناب یاسر حسین صاحب ناظم جامعہ اسکاؤٹنگ کیا گیا تاکہ سونی پت کے لڑکے بھی پیام برادری اور جامعہ اسکاؤٹنگ میں حصہ لیں۔ چنانچہ سب طلباء کی رائے سے صدر پیام برادری کا انتخاب ہوا۔ جناب انیس صاحب صدر اور جناب محمود علی صاحب عرف کاکو نائب صدر مقرر ہوئے۔ باقی چھ طلباء رکن کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔

ہماری پیام برادری کا پہلا جلسہ ۲۳ جون ۱۹۶۰ء کو بہت شاندار ہوا۔ یہ جلسہ پیام برادری اور جامعہ اسکاؤٹنگ کے بچوں کے اسپورٹس کا تھا۔ اتفاق سے جناب صدیقی صاحب سکریٹری جامعہ اسکاؤٹنگ بھی اس دن معائنہ کے لئے تشریف لے آئے تھے۔ اور ان کے ساتھ جناب اکرام صاحب، جناب قیصر صاحب، اور جناب شاہ محمد صاحب اور مصور صاحب بھی تھے۔ تمام بچوں نے صبح سے تیاری شروع کر دی تھی۔ ٹھیک دو بجے اسکاوٹ آفیسرس کی یہ پارٹی سونی پت پہنچی۔ سب سے پہلے شہر کے دستے کا معائنہ جناب یاسر حسین نے کرایا۔ ان کا کلب روم بھی دیکھا گیا۔ اس کے بعد ٹھیک ۵ بجے کوٹ کے دستے کے معائنے کے لئے یہ اسکاؤٹ آفیسرس روانہ ہو گئے۔ سب سے پہلے جناب سردار صاحب نگران دستہ نے سلامی دی۔ تمام گلیوں کو بچوں نے بیرقوں سے آراستہ کر رکھا تھا۔ پھر کلب روم دستہ کوٹ کا معائنہ فرمایا۔

تمام اسکاؤٹ افسر جامعہ اسکاؤٹنگ سونی پت کی پیام برادری کی مصروفیتیں اور کام دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور امید ظاہر کی کہ آئندہ سونی پت کے بچے بھی ہر کام میں پیش پیش رہیں گے اور جامعہ اسکاؤٹنگ بھی ترقی کرے گی۔ یہاں کے دستے میں ۳۰ نوخیز ہیں۔

اس کے بعد سب پیام برادری کے ممبر اسپورٹس کے میدان میں جمع ہو گئے۔ اسپورٹس میں پیرزادگان کا محلہ اوّل آیا اور اسکاؤٹنگ میں مشہد کا محلہ اول آیا۔ جناب قیصر صاحب نے بھی کھیل کھلایا۔

اس کے بعد انعام تقسیم ہوئے۔ جناب قیصر صاحب نے تمام لڑکوں سے پیام برادری کے فارم بھرنے کی ہدایت فرمائی۔ اس کے بعد جناب صدیقی صاحب نے ایک پرزور تقریر فرمائی پھر پیام برادری کے مربی بننے کے لئے جناب یاسر حسین اور جناب سردار صاحب نے اپنا نام پیش کیا۔ آخیر میں جناب یاسر حسین صاحب ناظم جامعہ اسکاؤٹنگ نے اپنے تمام مہمانوں کا تمام سونی پت کے بچوں کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔

رپورٹ ۳ جولائی ۱۹۶۰ء

۳ جولائی کو رات کے دس بجے سب جامعہ اسکاؤٹنگ کے سلسلے میں ایک جلسہ جناب منشی ممتاز الدین صاحب کے مکان پر منعقد ہوا جس میں اسکاؤٹنگ کی کارروائی کے ساتھ جناب قیصر صاحب نے پیام برادری کی شاخ بھی قائم کی جس میں نونہال دستہ کے سب اسکاؤٹوں نے دلچسپی سے حصہ لیا اور مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آئے جلسہ کوئی ۱۲ بجے ختم ہوا

۱ جناب عبدالحی صاحب صدر	۳۔ جناب امین الدین صاحب ناظم
۲ " عبدالحفیظ صاحب نائب صدر	۴۔ " منظور احمد صاحب نائب ناظم

اراکین:-

۱- محمد ایوب صاحب
۲- اقبال احمد "
۳- منظور احمد "
۴- مطلوب احمد "
۵- حبیب احمد "
۶- جمیل احمد "
۷- محمد الیاس صاحب

۸- محمد تقی صاحب
۹- محمد عاقل "
۱۰- محمد کامل "
۱۱- فضل حق "
۱۲- عبدالرحیم "
۱۳- محمد اقبال "
۱۴- اخلاق احمد "

(نائب ناظم)

معمّا

یہ معما کچھ نرالا سا ہے۔ لیکن ہے بہت ہی دلچسپ۔ سطریں اور دائرے ذرا غور سے دیکھو پھر ان دائروں میں چھ پنیں یا کانٹے لگا دو مگر کیسے کوئی دو پنیں یا کانٹے ایک ہی سیدھ میں نہ آئیں کسی طرف سے بھی سیدھ میں نہ آئیں۔ اوپر سے نیچے۔ نہ دائیں سے بائیں۔ نہ آڑے ترچھے غرض اس طرح چھ پنوں کو لگا دینا۔ ایسا کچھ مشکل تو نہیں۔ پھر بھی کافی الٹ پھیر کے بعد ہو پائے گا جب یہ چھ پنیں ٹھیک ٹھیک لگا دو تو پنوں کو نکال لو اور ان کی جگہ سُرخ نشان کر دو۔ حل کے ساتھ ساتھ آپ یہ بھی نہ بھیج دینا۔ ڈاکیہ پریشان ہو گا سارے حل سب ایڈیٹر پیام تعلیم کے پاس ۲۰ اگست سے پہلے پہلے پہنچ جانے چاہئیں۔
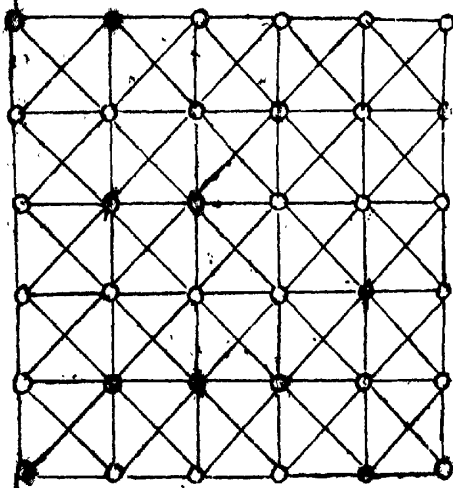
(مشتاق بھائی)

پڑھنے کی کتابیں

ایجادوں کی کہانیاں اس کتاب میں ۔وقار حسن صاحب نے دنیا کی چند مشہور ایجادوں ، ریڈیو ہوائی جہاز، ریل ، فوٹوگرافی ، ڈاک خانہ بجلی پریس [illegible] وغیرہ کی تاریخ لکھی ہے۔ انداز بیان بہت آسان اور دلچسپ ہے ۔ آٹھویں سے دسویں درجے تک کے لڑکوں کے لئے مفید ہے۔ ۱۱۶ صفحے ہیں۔ قیمت ۱۲ ۔ انوار احمدی پریس الہ آباد سے مل سکتی ہے۔

کایا پلٹ یہ ڈراما عبد الغفار صاحب مدھولی نے بچوں کے لئے لکھا ہے ۔ اس میں بتایا ہے کہ کس طرح ایک سست اور کاہل لڑکا مدرسے کے اچھے انتظام اور اچھے دوستوں کی بدولت ایک چست اور مستعد لڑکا بن گیا۔ ڈراما اپنے مقصد میں بہت کامیاب ہے ۔ غفار صاحب کو بچوں کے ڈرامے لکھنے کا بہت اچھا سلیقہ ہے ۔ ان کے کئی اور ڈرامے مکتبے سے شائع ہو چکے ہیں ، اور بچوں میں بہت پسند کئے گئے ہیں ۔ اس ڈرامے کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ بہت آسانی سے کھیلا جا سکتا ہے۔ ٹائٹل خوبصورت لکھائی، چھپائی اور کاغذ اچھا ۔ قیمت ۴

بچوں کا انصاف الف لیلہ کی ایک کہانی کو عبد الغفار مدھولی صاحب (استاد مدرسہ ابتدائی جامعہ نگر) نے ڈراما کی شکل دے دی ہے ۔ یہ کہانی یوں بھی دلچسپ تھی غفار صاحب نے اسے اور بھی نکھار دیا ہے ۔ یہ ڈراما جامعہ میں اور دوسری جگھوں پر بار بار کھیلا جا چکا ہے ، اور بہت پسند کیا گیا ہے ۔ٹائٹل پر ڈراما کے ایک منظر کی بہت اچھی تصویر ہے ۔ لکھائی ، چھپائی اچھی ۔ قیمت د

جادو کا گھر عبد الواحد سندھی صاحب استاد مدرسہ ابتدائی جامعہ نگر نے یہ کتاب ان بچوں کے لئے لکھی ہے جو ابھی قاعدہ پڑھ چکے ہیں۔ قصہ بہت مزے کا ہے۔ زبان بہت ہی آسان انداز بیان بھی دلچسپ ہے۔ بچوں کی خاطر اس کا سائز بڑا اور قلم موٹا کر دیا گیا ہے۔ جگہ جگہ تصویریں بھی ہیں ۔ ۳۶ صفحے ۔قیمت ۸ ۔ ملنے کا پتہ ۔ مکتبہ جامعہ دہلی (قرول باغ)

بچوں کی کتابیں
روٹی کس نے پکائی ۹
پان کھاکر طبلہ بجاکر ۸ر
چل رے مٹکے ٹمک ٹم ۸ر
پھر چگوں کیا خاک ۸ر
پیپو جیپو ۸ر
تاک دنادن تاک سے ۸ر
تارا دھری تارا ۸ر
پکڑ دم کے ملکو ۸ر
بی مینڈک کی اور کوا ۷ر
چنبیلی ۵ر
شریر موتی ۵ر
جنگو کی بچی ۶ر
انعامی مقابلہ ۷ر
شیدلا ۷ر
چور لڑکا (ڈراما) ۲ر
صحت و صفائی ۶ر
بیماری سے بچو ۱۰ر
چھوٹا جمو ۵ر
نٹ کا کھیل ۷ر
قیدی شیر ۵ر
غنچۂ حکمت ۵ر
مشاہیر کا لڑکپن ۷ر
نصیحت کا کرن پھول ۸ر
آسمانی دولہا ۱۲ر
آدمزادہ گوشت ۸ر
وینس کا سوداگر ۴ر
ذرا سوچو ۴ر
پرندوں کا ایکا ۴ر
احسن القصص مکمل ۱۰ر
اساتذہ اور ٹریننگ اسکولوں کے لئے
انشاء کی تعلیم - از سید وقار عظیم صاحب، فن مضمون نگاری
پر اردو ادب میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب عمر
باغبانی پر دو حکمت - از عبدالغفار صاحب ۱۲ر
اونٹنا دھننا ۸ر
لکڑی کا کام ۶ر
کاغذ سازی ۴ر
پھلوں کی کھیتی
پستالوزی ۷ر
آسان املا ۴ر
بچوں کی تربیت عاً
ہندوستانی کھیل
انگریزی کھیلوں کے لئے کتنے سامان اور خرچ کی ضرورت پڑتی ہے۔
پھر سب انہیں کھیل بھی نہیں سکتے۔ ہندوستانی کھیل، ہمارے اپنے کھیل، نہ مہنگے ہوتے ہیں، نہ مشکل۔ اس کتاب
میں سینکڑوں اچھے مفید اور دلچسپ کھیلوں کا ذکر ہے - یہ دوسرا ایڈیشن ہے - قیمت (عاً)
مکتبہ جامعہ

بچوں کا کتب خانہ
الف لیلہ کے افسانے
شہرزاد ۸/ | حرکت میں برکت ۸/
حسینہ ۸/ | سچی بہادری ۸/
گلنار بیگم ۸/ | سنجوگ ۸/
قصے، کہانیاں وغیرہ
جل پری ۸/ | منی منی کہانیاں ۴/
صفو دادا ۵/ | سچی لگن ۵/
بی سیرانی ۶/ | سنہری گھنٹی ۵/
نادرہ ۵/ | دردانہ ۵/
ریحانہ ۵/ | گن بھری کہانیاں ۸/
روشن پری ۵/ | بھولی بکری ۳/
جگنو ۴/ | لومڑی کی دغابازی ۱۲/
پانچ کم تیس مشہور پرانی کتاب طوطا کہانی کی ۲۵ کہانیاں ۱۲/
ایک بچے کی کہانی۔ سعید انصاری صاحب نے ایک مشہور افسانہ نگار کی سب سے اچھی کہانی کا ترجمہ کیا ہے ۵/
آدمی کی کہانی۔ یہ کہانی کیا ہے، آدمی یعنی خود ہماری شروع سے لے کر اب تک کی تاریخ ہے ۸/
کہانی نانی کی زبانی۔ از مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب ۶/
کلو راجہ ۴/ | جادو کا ڈنڈا ۴/
ہماری نظمیں ۵/ | نارنجی جوڑے ۳/
چند اسلامی کتابیں
حبیب خدا۔ آں حضرت صلعم کی سیرت پاک ۱۴/
اچھی کہانی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی کہانی ۵/
نیا میلاد۔ بچوں کے لئے میلاد شریف ۸/
یارانِ نبی۔ خلفاء اربعہ کی سیرتیں۔ ۸/
ستارے۔ مشہور صحابہ کی سیرتیں۔
سیب شہزادہ اور دوسری کہانیاں
بچوں کے لئے پچیس کہانیوں کا یہ سٹ حال ہی میں ہمارے اسٹاک میں آیا ہے۔
سب کہانیاں بڑی دلچسپ ہیں۔ اچھے اچھے مصنفوں کی لکھی ہوئی ہیں، اور بڑی ہی مزیدار
اور سبق آموز ہیں۔ مکمل سٹ ۱۲/ دس کتابوں کا سٹ ہے۔
مکتبہ جامعہ
دہلی، نئی دہلی، لکھنؤ، بمبئی

۱۵ ، نومبر
انتظار!
کس چیز کا؟
ارے بھئی چوہلی نمبر کا!

پیام تعلیم
دہلی، یوپی، سی پی، برار، اندور، قلات، بنگال، رام پور، حیدر آباد، ہند، کشمیر
پنجاب، بہار اور سرحد کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ منیجر
ایڈیٹر:- محمد حسین حسان
جلد ۲۷ - نمبر ۱۲
ستمبر سنہ ۴۶ء
کارٹون
بچوں سے باتیں
پیارا سیاح
کیا تم جانتے ہو؟
جب ہم بچے تھے
ترانہ
پالتو جانور
بچوں کی کوششیں
جنتوں کا مسکن
پیام برادری
پڑھنے کی کتابیں
عبدالباسط نعیم
ایڈیٹر
اسرار ندوی
احمد حسن
ظفر الاسلام
مشتاق بھائی
قیمت سالانہ
فی پرچہ
ہندوستان سے باہر
پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے - پی ایچ - ڈی - دیال پریس

ہمارے پیام بھائیوں اور پیام بہنوں کو میٹھی عید مبارک !!

اس پرچے میں ہم نے تمہارے لئے دو مضمون خاص طور سے لکھوائے ہیں (۱) ضدی کر روزہ رکھیں گے (۲) ایک پرانی عید - یہ دونوں ہمارے خاص مضمون نگار احمد حسن صاحب نے لکھے ہیں دیکھو کیسے اچھے ہیں - دونوں مضمونوں میں احمد حسن صاحب نے ہمارے گھروں کا نقشہ کھینچ دیا ہے بہت دلچسپ انداز میں - ہمیں امید ہے کہ انھیں پڑھ کر عید کا لطف دوگنا ہو جائے گا -

ان مضمونوں کی وجہ سے اب کے کارڈان اور بنانے کی چیز کا نقشہ شامل نہ ہو سکا - یہ اگلے پرچے میں آئے گا -

---

جنوں کا مکان اس پرچے میں ختم ہو رہا ہے - پیامیوں نے اسے بہت پسند کیا - اس پرچے میں ایک مضمون اور چھپ رہا ہے بہت دلچسپ - پالتو جانوروں کا شوق - اس مضمون کو پڑھ کر تمھیں اندازہ ہوگا کہ جانوروں کو پالنے کا شوق انسانوں ہی میں نہیں جانوروں میں بھی ہے -

---

اگلے پرچے میں چند اچھے اچھے مضمون چھپ رہے ہیں مثلاً اژدہے کا شکار وغیرہ -

---

جامعہ کی جوبلی اب اکتوبر کی جگہ نومبر کے دوسرے ہفتے میں ہوگی - (۱۶، ۱۷، ۱۸ نومبر) پیام تعلیم کا جوبلی نمبر بھی اسی موقع پر شائع ہوگا - بس اب تھوڑے ہی دن رہ گئے ہیں - پیامی ذرا ہمت کر جائیں اگر وہ چاہیں تو ان تھوڑے دنوں میں بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں ؞

اے ننھے مُنّے تارو

عبدالباسط نعیم

اے ننھے مُنّے تارو! — اے مرے ماہ پارو
کچھ تو بتاؤ مجھ کو — کچھ تو سمجھاؤ مجھ کو
تم کیا ہو اور کہاں ہو؟
اے ننھے مُنّے تارو!

دوری پہ ہو تم ایسے — ہیرے ہوں چند جیسے
گمراہ رہرووں کے — بھٹکے مسافروں کے
تم خضرِ بے گماں ہو
اے ننھے مُنّے تارو!

سورج نہ جب نظر آئے — مغرب میں جا کے چھپ جائے
تم ہم کو منہ دکھاؤ — تاریکیاں مٹاؤ
تم کتنے مہرباں ہو
اے ننھے مُنّے تارو!

اک عرض بس یہی ہے — خواہش یہی مری ہے
مجھ کو بنا لو اپنا — پورا ہو میرا سپنا
خوش مجھ سے بھی جہاں ہو
اے ننھے مُنّے تارو!

نھنّے پیامیوں کے لئے

بہادر سیّاح

ایک ننھا منا چوہا تھا۔ یہ ابھی تک اپنے بِل سے باہر نہیں نکلا تھا۔ ابھی اُس نے باہر کی دنیا نہیں دیکھی تھی۔ اِس کے لئے تو اس کا بِل ہی دُنیا میں سب سے اچھی جگہ تھی۔

ایک دِن اُس نے جی میں سوچا۔ بھئی آج گھر سے نکلنا چاہیے۔ دیکھیں کیا کیا نئی نئی چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ انوکھی انوکھی چیزیں۔

بس وہ نِکل کھڑا ہوا۔ خوب گھوما پھرا، خوب باہر کی دُنیا کی سیر کی، اور بہت سی نئی نئی انوکھی انوکھی چیزیں دیکھ کر لوٹا۔ امّی اور بہن بھائی سب اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اُنھوں نے پہنچتے ہی سب کو اپنے سفر کا حال بتانا شروع کر دیا۔

آہا امّی آج تو مَیں نے خوب سیر کی، اُدھر گھوما، ادھر پھرا۔ پہاڑ دیکھے۔ سمندر دیکھا۔ جنے کیا کیا دیکھا۔ ایسی ایسی انوکھی چیزیں کہ کچھ نہ پوچھیے... اونچے اونچے پہاڑوں کے ساتھ بڑی بڑی

پیامی اس تصویر میں اپنی پسند
کے رنگ بھی بھر سکتے ہیں۔

تک چلا گیا بڑ دوُر تک اپنے ملک کی سرحد سے بھی آگے ۔ بس اس شوق میں کہ اوُر کیا نئی نئی چیزیں دیکھنے کو ملتی ہیں

دو چیزیں تو امّی میں نے بہت ہی انوکھی دیکھیں بالکل انوکھی! ایک تو دیکھنے میں بہت ہی اچھی اچھی لگتی تھی امّی بڑی پیاری پیاری مگر دوسری یہ بڑی سی بالکل بھدّی، بھونڈی ۔ چھی چھی ۔ مجھے تو بالکل اچھی نہیں لگی امی ۔ اُف فوہ اُس کی آواز کیسی ڈراؤنی تھی کک...... ر... و... ل... ک... و... ل ۔ اُس کے سر پر گوشت کا ایک لوتھڑا سا تھا ۔ اُسے دیکھ کر تو مجھے اوُر بھی ڈر لگا ۔ کیا بتاؤں گوشت کا لوتھڑا کیسا لگ رہا تھا ۔ بس یوُں سمجھ لو جیسے کسی نے سر پر بازو چپکا دیا ۔ شاید اس لئے کہ یہ اُڑنا چاہے تو اس کی مدد سے اُڑ سکے ۔ پیچھے لمبی سی ایک دُم بھی تھی ۔ خوُب پھیلی ہوئی ۔ کتنا بڑا جانور تھا ۔ امّی میں تو دیکھتے ہی بھاگ کر الگ کھڑا ہو گیا۔

اوُر امّی وہ اپنے پر بھی تو پھڑ پھڑا رہا تھا ۔ پھٹ پھٹ پھٹ پھٹ اُف فوہ کیسا شور ہو رہا تھا ۔ دیکھئے امّی میں کتنا بہادر ہوُں ۔ ہوُں نا؟ پر بھیّا مجھے تو بھاگتے ہی بن پڑی ۔ ایسا تیز بھاگا ۔ ایسا تیز بھاگا کہ سانس لینا دوُبھر ہو گیا ۔

مگر ایک بات ہے ۔ اس بھاگ دوڑ میں مجھے وہ چیز دیکھنے کو

مل گئی وہی جو مجھے اچھی لگی تھی امی۔
یہ سن کر امی اور بہن بھائی سنبھل کر بیٹھ گئے۔ اپنے بہادر بھائی کا دوسرا کارنامہ سننے کو۔
ننھے بہادر نے اپنی بات جاری رکھی۔

اس اچھے اچھے پیارے پیارے جانور کے سارے بدن پر نرم نرم بال بھی تھے۔ بس ایسے جیسے ہمارے تمھارے بدن پر اور بھئی اس کے بدن پر دھاریاں بھی ہیں۔ جگہ جگہ گل بھی ہیں۔ اور چہرا کیسا پیارا تھا امی۔ آنکھیں تو ایسی چمک رہی تھیں کہ بس کچھ نہ پوچھو امی سچ جانئے یہ جانور ہمارا دوست بن سکتا ہے۔ اس کے کان بھی ہمارے ہی کانوں جیسے تھے۔ بس ذرا بڑے بڑے تھے۔
میں اس سے باتیں کرنے ذرا آگے بڑھا ہی تھا کہ بڑی ڈراؤنی آواز آئی جیسے کوئی بڑے زور سے پھاٹک بند کر رہا ہو۔ وہی ڈراؤنا جانور اپنے پر پھٹ پھٹا رہا تھا۔ بس بھائی میں تو فوراً بھاگ کھڑا ہوا۔ اس جانور سے باتیں کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔
سب بھائی بہن اس بہادر سیاح کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے مگر امی کچھ اداس اداس سی ہوگئیں۔ انھوں نے ان کی طرف ذرا غور سے دیکھا اپنا سر ہلایا اور بولیں:۔

میرے ننھے بہادر جو پیاری پیاری چیز تمھیں اتنی اچھی لگی وہ بلّی تھی بلّی - یہ دیکھنے میں چاہے کیسی ہی اچھی اور مہربان نظر آئے - مگر بیٹیا ہم چوہوں سے بہت نفرت کرتی ہے - ہمیں تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتی ہے - ہر وقت ہماری گھات میں رہتی ہے اور موقع پاتے ہی ہمیں ختم کر دیتی ہے -

اور دوسری ڈراؤنی سی چیز مرغ تھا مرغ - یہ ہمیں کبھی تکلیف نہ پہنچائے گا - بلکہ وقت بے وقت ہماری مدد بھی کر بھاگے گا - مگر یہ بلّی ——— ہم چوہے تو اس کا من بھاتا کھاجا ہیں بیٹیا -

اینٹیں تو اسی طرح بنتی ہیں کہ پہلے بہت ساری مٹی کھود کر اچھی طرح بھگو دیتے ہیں۔ ۱۲۔ ۱۵ گھنٹے بھیگی رہتی ہے۔ اس سے مٹی میں لس پیدا ہو جاتا ہے۔ اینٹیں مضبوط بنتی ہیں۔ اس مٹی کو سانچے میں ڈھال کر دھوپ میں سکھا لیتے ہیں۔ پھر بھٹے میں ڈال کر پکا لیتے ہیں۔ بھلا آگ میں پکنا کون پسند کرے گا۔ اینٹیں مارے غصّے کے لال ہو جاتی ہیں۔ ہے نا؟

لال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مٹی میں لوہے کے اجزاء ملے ہوتے ہیں تو جس طرح لوہا آگ میں ڈالنے سے سُرخ ہو جاتا ہے اس طرح مٹی بھی (چونکہ اس کے اندر لوہے کے اجزاء ہیں) آگ میں پکنے سے سُرخ ہو جاتے ہیں۔ اب اگر مٹی میں چونا یا (MAGNESIA) ملا دو تو بادامی یا پیلے رنگ کی اینٹیں تیار ہو جائیں گی۔ مختلف جگہوں میں اینٹوں کا سائز مختلف ہوتا ہے۔ ہمارے ہندوستان میں یہ موٹی چوڑی اور لمبی ہوتی ہیں امریکا میں ۸، ۴، ۲½ کی اینٹیں ہوتی ہیں۔ انگریزی اینٹیں ان سے کچھ بڑی ہوتی ہیں۔

آج کل ایک پیلے رنگ کی اینٹ نکلی ہے۔ اسے زلزلہ پروف اینٹ کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان اینٹوں سے بنے ہوئے مکانوں کو زلزلہ میں نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ان اینٹوں کے دیکھنے کا اتفاق ہو تو جاننے والوں سے معلوم کرکے ایک مضمون لکھ کر پیامِ تعلیم میں بھیجو کہ ان اینٹوں سے بنے ہوئے مکان کیوں نہیں گر سکتے۔ بعض جنوب میں سوکھی ہوئی اینٹیں بھی استعمال کی جاتی ہیں مگر یہ پائدار نہیں ہوتیں۔

جب ہم بچّے تھے

ننّھی بھتیجیو عید مبارک ہو تمھیں

عید کے روز تم سب کتنی خوش ہوگی۔ میرے سوا سب ہی تو گھر میں ہوں گے۔ تمھارے ابا تمھاری امّی، چچی، نانی امّاں، نانا جان، تمھاری خالہ جان، تمھاری پھوپھی جان اس بھرے پُرے گھر میں عید کا کیسا مزا آئے گا۔ سب اچھے اچھے کپڑے پہنیں گے۔ ابا، نانا جان اور چچا عید کی نماز پڑھنے جائیں گے۔ تم لوگ اپنے نئے نئے چمکیلے کپڑوں میں دوڑی دوڑی پھروگی۔ سوّیاں پکیں گی۔ چھوارے کٹے ہوں گے، تم چھواروں کے لئے مچلی ہوگی۔ ایک عید کا دھندلا، دھندلا خاکہ میرے دماغ میں ہے۔ اس وقت کا، جب ہم تمھاری برابر تھے۔

جاڑوں کی عید تھی، نمعلوم کون سی، اتنے دن گذر گئے۔ اب تو بس اتنا یاد ہے کہ عید تھی

عید سے ایک دن پہلے

خنکی بڑھ گئی تھی، اور سب صحن کے پوربی کونے میں جمع تھے۔ عید کا چاند دیکھنے کے لئے۔ ابا نے صفیہ کو گود میں اٹھا لیا تھا۔ امّاں کی آنکھیں کم زور تھیں وہ بیچاری کھڑی تھیں کہ کوئی بتائے کہ چاند کہاں نکلا ہے تو وہ دیکھنے کی کوشش کریں۔ فاتحہ پڑھیں اور آنکھیں مونْدے مونْدے چلیں اور تمھاری امّی جان کا مُنہ دیکھیں۔ جانتی ہو امّاں تمھاری امی جان کا مُنہ کیوں دیکھتی تھیں؟ اس لئے کہ وہ بہت بھاگوان تھیں جب سے وہ پیدا ہوئی تھیں تمھارے نانا کی آمدنی بڑھتی ہی چلی گئی اور تمھارے ابا بڑے شریر تھے۔ اچھے

پہرے اور کہتے چاند دو رہا۔ زبردستی نہ وہاں چاند ہوتا نہ کچھ۔

پھر کسی نیم کی ٹہنی پر یا کبوتروں کے اڈے کے پرے چاند دکھائی دے جاتا۔ سب کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ جاتے، اور تمھاری نانی اماں آنکھیں موند لیتی تھیں۔ اور تمھاری امی جان کو بلاتی تھیں۔ "کہاں ہو بیٹی ناہید۔ یہاں آؤ تم ہمیشہ غائب ہو جاتی ہو" غرض کا منہ دیکھتیں اور بلائیں لیتیں۔

سحری کا پروگرام منسوخ ہو جاتا۔ صبح عید کے لئے تیاری شروع ہو جاتی۔ چھوارے کاٹ کر دودھ میں بھگو دئے جاتے۔ ہم لوگ شور مچاتے۔ کل عید ہے کل عید ہے آہا ہا کتنی خوشی ہوتی۔ "امی کپڑے کپڑے کہاں ہیں امی؟"

"اللہ ستے ابا" اماں سلام پھیر کر جانماز سے پکار کر کہتیں۔

"میں جانوں سعید کی شیروانی درزی نے وعدہ کیا تھا آج شام دینے کا۔۔۔" اور پھر بھیجا جاتا نوکر درزی کے ہاں، اور نوکر جواب لاتا "کل صبح ہی صبح وہ ضرور دیدے گا" اور تمھارے ابا رونے لگے تھے۔ "اوں، اوں اماں میری شیروانی۔۔۔" اور اماں نے انھیں بہت سے چھوارے دے کر بہلا لیا تھا۔ ذرا سے تھے وہ جب۔۔۔۔

رات ایک ادھم مچا رکھا تھا ہم نے عید کی خوشی میں، وہ دھما چوکڑی، کہ سب تنگ، ایک کمرے سے دوسرے میں، دوسرے سے تیسرے میں بھاگ رہے ہیں۔ امی کی سیاہ رزائی اوڑھ سعید اور رضیہ کو ڈرایا، ناہید (تمھاری امی) اور ہم سازش میں شریک تھے۔ تمھاری امی چلائیں "بھالو آیا، بھالو آیا" اور میں نے غرانے کی آواز نکالی۔ سعید اور رضیہ چیخے اور بھاگے بے تحاشا! رضیہ میز سے ٹکرائی اور اماں دوڑی آئیں۔

ابا نے اور انھوں نے ہمیں ڈانٹا "ایسے کھیل ٹھیک نہیں جن چوٹ چپیٹ کا ڈر ہو"

اور ہم سب دم بخود۔ چپ چپ اپنے بچھونوں میں گھس گئے اور لحاف اوڑھ پڑ گئے۔ مارے خوشی کے مگر نیند نہ آتی تھی۔ دوسرے دن عید جو تھی۔

رضیہ کو اماں نے اپنے پاس لٹا لیا تھا اور کہانی کہنے لگی تھیں۔ وہی، کاجل روئے اور کپی ٹپکے۔۔۔۔"

جانتی ہو یہ رضیہ کون ہیں؟ یہ تمھاری خالہ جان ہیں جو تمھیں اب کہانیاں سناتی ہوں گی "کاجل روئے کپی ٹپکے" اور جو انھوں نے یہ کہانی نہ سنائی ہو تو سننا ضرور۔۔۔۔۔۔

عید کے دن

صبح سویرے ہی آنکھ کھل گئی ابا جان قرات سے قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ صبح کے سناٹے میں

ابّا کی آواز بڑی عمدہ لگتی تھی ۔ امّاں بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں ۔ دروازے میں سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی ۔ پاس ہی سعید میاں لیٹے ہوئے تھے وہ ابھی سو رہے تھے ۔ ہم نے اُنھیں اُٹھایا ۔ ابّا اور امّی کو سلام کیا ۔ انھوں نے اشارے سے دعا دی ۔ جب وہ وظیفہ پڑھتے تو چُپ رہتے ۔ اور اشاروں میں بات کرتے اور چپ کیا ، اب بھی وہ یہی کرتے ہوں گے

رات ہم صرف لحاف اوڑھے تھے لیکن اب کمبل بھی ہے ۔ امّاں نے اُڑھایا ہوگا ۔ رضیہ امّاں کے پلنگ پر تھی اور اس نے اپنی رضائی اور لحاف دونوں الٹ کر پھینک دیے تھے اور ننھے بچے کی طرح کلبلا رہی تھی ۔

"ارے آج تو عید ہے" سعید میاں نے ایک انگڑائی لیتے ہوئے کہا ۔

"کیا تم بھول گئے ؟"

"نہیں ...... امّاں میری شیروانی" اور امّاں نے جلدی سے پھونک اپنے گلے میں ڈالی اور رحیمن کو آواز دی ۔ آج وہ سویرے ہی آگئی تھی اور اُجلے کپڑے پہنے تھی ۔

"رحیمن لیا ذرا کلو کو آواز دینا ، اُمّاں نے کہا ..."

ابّا بیچ میں بول اُٹھے "نہیں میں خود کہوں گا نہیں تو وہ ٹال جائے گا"

سعید کی شیروانی آ تو گئی مگر اس میں بٹن نہیں لگے تھے ۔ خالہ امّاں نے جلدی سے بٹن ٹانکے ، وہ غلط ٹک گئے اور سعید کھسیانے ہوکر رونے لگے تھے ۔

اتنے میں باہر سے آواز آئی "تانگہ آگیا"

امّاں نے کہا " لو بھلا گپّو کو دیکھو ، ابھی سے تانگہ لے آیا ، ابھی تو وکیل صاحب نہائے بھی نہیں ۔ ہماری امّاں ، ابّا جی کو وکیل صاحب کہتی تھیں ، اب ناہید سعید میاں کو ڈپٹی صاحب کہتی ہوں گی . ہے نا ؟

پھر عیدگاہ میں سب بچّوں کا مُنہ بندھ جاتا ، ابّا کی سخت تاکید تھی کہ کوئی چیز لے کر نہ کھائی جائے گی ، اور وہاں ہر طرح کی چٹ پٹی چیزیں ہوتیں ۔ جی میں آتا ابھی لو اور ابھی کھا جاؤ ۔ رنگ برنگ کے غبارے ہوتے پھرکیاں ۔ اور راستے میں جگناتھ کا ہنڈولا بھی پڑتا چیں چوں کرتا بڑا اچھا لگتا اُس کی آواز بڑی دور سے سُنائی دیتی ۔ ابّا اُس پر نہ بیٹھنے دیتے ۔ وہ آیتیں پڑھتے جاتے اور عطر کی خوشبو کی لپٹیں نکلتی ہوتیں ۔ ہمارے عیدگاہ چلنے سے پہلے ابّا امّاں سب کے عطر لگاتے ۔

اور فقیر تھے کہ لین کی لین سڑک کے دونوں طرف کپڑے پھیلائے بیٹھے بھیک مانگتے رہتے ، اُن کے کٹوروں میں بہت سے پیسے ہوتے اور کپڑوں پر اناج ۔ ابّا اپنے ساتھ دو روپئے کی ریزگاری لے کر چلتے اور فقیروں کو دیتے چلتے ، برگد کے پیڑ کے پاس والے کنوئیں کے قریب ایک فقیر بیٹھا کرتا جس کی

آنکھیں بڑی خوب صورت تھیں مگر بے چارے کے ایک ہاتھ اور ایک پیر نہیں تھا۔ ابا اس فقیر کو دو آنے دیتے۔

نماز پڑھ کر گھر لوٹتے تو اماں، خالہ اماں سب ہی لوگ کپڑے بدل چکے ہوتے۔ ہم بھاگتے ہوئے اندر آتے اور اماں، خالہ اماں سب کو سلام کرتے اور وہ لوگ ہمیں عیدی دیتیں۔ خالہ اماں تو سفید ہی کپڑے پہنتی تھیں۔ ہمارے خالو ابا کا انتقال جو ہو گیا تھا، اُن کی طرف سے چونی عیدی میں ملتی اور ابا اور امی کی طرف سے ایک ایک روپیہ۔

پھر اجازت تھی کہ عیدی کو جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ سعید میاں بڑے کنجوس تھے، روپیہ اماں کے پاس جمع کر دیتے اور چونی خرچ کرتے رضیہ اور نا ہید چوڑن منگا کر کھاتی تھیں، کھٹ مٹھا تیزاب میں بجھا ہوا۔ چوڑن کو تیزاب میں بجھتے دیکھ کر بھی بڑا لطف آتا۔

اماں بڑے مزے کی قوام کی سویاں بناتی تھیں اب بھی بناتی ہوں گی۔ یہ ہم سب کو بڑے مزے کی لگتی تھیں۔

پھر ابا کے ملنے والے آنا شروع ہو جاتے اور اماں پان لگاتے لگاتے تھک جاتیں۔ کچھ تو ابا کے بے تکلف دوست تھے جو اماں کو بھی سلام اور عید کی مبارک باد کہلا بھیجتے۔ جاؤ تو سعید میاں اپنی چچی جان سے ہمارا سلام کہنا، اور عید کی مبارک باد دینا، اور کہنا کہ بھئی اب کی سویاں نہیں ملیں گی کھانے کو کیا؟

بارہ بجے ڈاکیہ آتا۔ ابا کے نام اُن کے دوستوں کے عید کارڈ آتے۔ ہماری رام نگر والی بہنیں عید کارڈ اور تحفے بھیجتی تھیں۔ کیسی جلدی ہوتی تھی انھیں کھول کر دیکھنے کی۔ رضیہ کو عید کارڈ بھیجا تھا جس میں ایک آدمی کی شکل بنی تھی جو صورتیں بدلتی تھی۔ کتنا پسند آیا تھا وہ عید کارڈ رضیہ کو۔ شاید اب بھی اس کے پاس رکھا ہو۔ بڑا سلیقہ تھا اُسے شروع ہی سے چیزیں رکھنے کا۔

نہ جانے یہ سب کیوں یاد آ رہا ہے، اس لیے کہ تم دونوں کو ابھی میں نے بس تصویروں میں دیکھا ہے، اور تم سے اپنا بچپن دُہراتے اچھا لگتا ہے کیونکہ تم ابھی بچے ہو
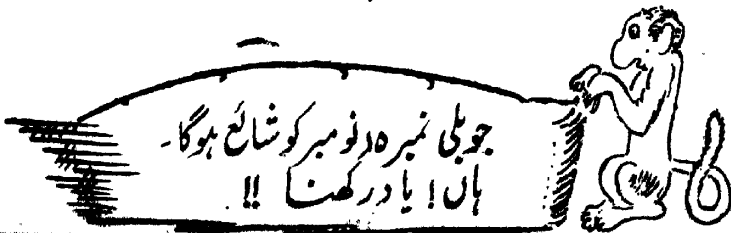
ترانہ

از ظفر الاسلام اسلام بنارسی

تفاوت کی تعمیر کو ڈھاؤں گا میں | ہے کیا چیز تنظیم دِکھلاؤں گا میں
اخوّت کے نغمے ابھی گاؤں گا میں | ابھی بڑھ کے دنیا پہ چھا جاؤں گا میں

عمل پر طبیعت کو تیار کر لوں | عزائم کو سینے میں بیدار کر لوں
ذرا تیز غیرت کی تلوار کر لوں | ابھی بڑھ کے دنیا پہ چھا جاؤں گا میں

بجز حق زمانے سے بے باک رہ کر | حوادث کی سختی کو ہنس ہنس کے سہہ کر
پھر احساس کے تیز دھاروں پہ بہہ کر | ابھی بڑھ کے دنیا پہ چھا جاؤں گا میں

ڈرائیں سنانوں کی نوکیں تو جانوں | سمندر مری راہ روکیں تو جانوں
پہاڑ آ کے رستے میں ٹوکیں تو جانوں | ابھی بڑھ کے دنیا پہ چھا جاؤں گا میں

شدائد کے طوفاں کو آنکھیں دکھاتا | بفرطِ خوشی جھومتا مسکراتا
کوئی نغمۂ غازیانہ سناتا | ابھی بڑھ کے دنیا پہ چھا جاؤں گا میں

مخالف زمانہ رہے غم نہیں ہے | غمِ نامرادیٔ پیہم نہیں ہے
مجھے حق سے اُمید کچھ کم نہیں ہے | ابھی بڑھ کے دنیا پہ چھا جاؤں گا میں

اسرار ندوی

ہمیں بچپن سے جانور پالنے کا بہت شوق ہے۔ ابا اور امی اس شوق میں ہم سے بھی کچھ آگے ہی تھے۔ ابا نے ہمیں ایک بندر لا دیا تھا۔ اسے ہم ملو کہتے تھے چھوٹے بھیا کے پاس ایک خوب صورت سا کتا تھا وہ اُسے گینڈا کہتے تھے۔ ایک ایرانی بلی تھی ہم سب اُسے پیار سے منو بلائی کہتے تھے بی صبیہ اس کی مالک تھیں۔ ایک طوطے صاحب تھے۔ پنجرے میں بند ہر وقت ٹیں ٹیں کرتے رہتے۔ پھر مرغی، پیلو، تیتر، کبوتر، غرض گھر کیا تھا، اچھا خاصا چڑیا گھر تھا۔

ان جانوروں کے آپس کے تعلقات کچھ ایسے ہی تھے۔ کک کک کیں صاحب پیلو سے کان دباتے تھے۔ میاں ملو گینڈے سے کتراتے تھے۔ ہاں منو اور ملو میں نہ جانے کیسے دوستی ہو گئی۔ پہلے تو منو بی نے جہاں ملو کو دیکھا بال سیدھے اور کمر ٹیڑھی کر لی مگر آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے دوستی ہو گئی۔ اور اتنی بڑھی اتنی بڑھی کہ ملو میاں کو منو بلائی کے بغیر چین نہ آتا کیا مجال جو منو ذرا آنکھ سے اوجھل ہو جائے تم جانو منو بلائی کو ایک جگہ قرار کہاں۔ کبھی کبھی چپکے سے نکل بھاگتی تھیں۔ اور پھر جو لوٹ کے آتی تھیں تو انھیں میاں ملو کچھ اس طرح لپٹاتے تھے کہ اور بغل میں دباتے تھے جیسے سچ مچ انھی کی اولاد ہو۔ ملو میاں یہ برداشت نہ کر سکتے تھے کہ کوئی ان کی کو ذرا بھی تکلیف پہنچائے۔ ہم کبھی جھوٹ موٹ منو کو ہلکے سے مار دیتے تھے۔ اس وقت ملو میاں کا غصہ دیکھنے کے قابل ہوتا تھا۔ بس نہیں چلتا تھا جو زنجیر توڑ کر ہم تک پہنچ جائیں۔

اور یہ کچھ میاں ملو ہی نہیں ہے دوسرے جانوروں اور کپڑوں کو دوسرے جانوروں

اور کیڑوں سے محبت اور دوستی رکھنے کا شوق ہوتا ہے۔

گرمیوں کے موسم میں ذرا باغ میں گلاب کے پاس چلے جاؤ، اور پھول کو غور سے دیکھو تمھیں ننھی ننھی اور کالی کالی مکھیاں نظر آئیں گی۔ ذرا اور غور سے دیکھو۔ انھی کے درمیان کچھ چیونٹیاں اِدھر اُدھر دوڑتی نظر آئیں گی

بھیڑوں کی نگہبانی کرتا ہے، بس اسی طرح یہ چیونٹیاں ان مکھیوں کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔

مگر تم جانو تالی دونوں ہاتھ سے بجتی ہے۔ بی مکھی کے پیٹ میں بھی گن بھرے ہیں۔ بی چیونٹی کا جی میٹھے کے لئے جب بے قرار ہونے لگتا ہے تو یہ ہری مکھی کے پاس
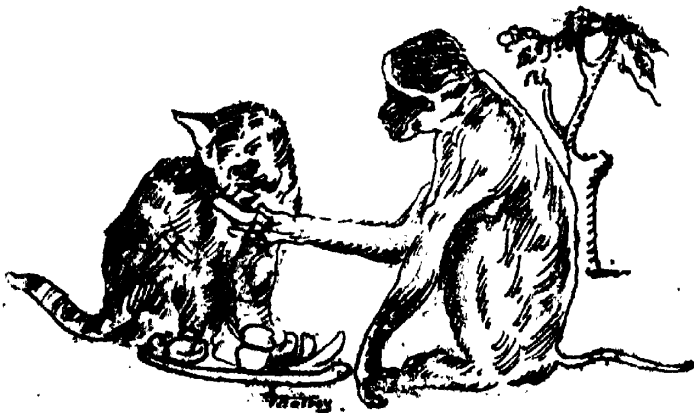
یہ چیونٹیاں ان کی دوست ہیں۔ یہ انھیں ان کے دشمنوں سے بچاتی ہیں۔ ان کے کھانے پینے کا بندوبست رکھتی ہیں۔ ایک جگہ کمی پڑ جائے تو یہ چیونٹیاں انھیں دوسری جگہ پہنچاتی ہیں۔ مثلاً گلاب کے پھول سے اناج کے کھیت میں۔ جس طرح چرواہا اپنی

جاتی ہیں اور اُسے گدگداتی ہیں۔ مکھی کو یہ گدگدانا بہت اچھا لگتا ہے۔ اس کے بدلے میں بی مکھی ایک قطرہ شہد کا ٹپکا دیتی ہیں اور بی چیونٹی اسے اس طرح ہڑپ کر جاتی ہیں جیسے کوئی بھوکے کا مارا۔

ایک اور قسم کی چیونٹیاں بھونرا پالتی

ہیں - یہ انھی کے ساتھ رہتا سہتا ہے - اس کے کھانے پینے کی فکر انھی کو کرنا پڑتی ہے - اس کی دیکھ بھال بھی انھی کے ذمے ہے - بھونرے میاں ان تمام مہربانیوں کے بدلے میں شربت یا شہد کا ایک قطرہ چیونٹی کے مُنہ میں ٹپکا دیتے ہیں -

ان بھونرے میاں میں ایک صفت اور بھی ہے - یہ چیونٹی کی پہرے داری کا کام بھی کرتے ہیں - جہاں کوئی دشمن قریب آیا اور انھوں نے زہر بھرے گیس کی بندوق چھوڑ دی - اس کی آواز بھی سچ مچ خوب زوروں کی ہوتی ہے - اسی وجہ سے ان کا نام بمبار رکھ دیا گیا ہے - ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کی آواز سے دشمن تو بھاگ جاتے ہیں مگر چیونٹیوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا - وہ برابر اپنے کام میں لگی رہتی ہیں -

لیکن جانوروں میں ہمجولی بنانے کا شوق کیکڑے اور ان میں بھی "ہرمٹ کراب" کو بہت زیادہ ہے - اس کی اور "سی ایموں" کی دوستی بڑی گہری ہوتی ہے - وہ جہاں کہیں جاتا ہے اس کی پیٹھ پر دو دو "سی انیموں" سوار رہتے ہیں - جہاں کوئی دشمن قریب آیا اور کیکڑے نے پکڑ کر دونوں کو سامنے کر دیا - ایک ایک پنجے میں - دوسرا دوسرے پنجے میں - گویا کیکڑے صاحب اپنے دشمنوں سے کہتے ہوں گے - میں چاہے کتنا کم زور سہی یہ دونوں دوست تمھیں مزا چکھادیں گے -

ان دونوں میں سے کوئی ایک سی انیمون غائب ہوجائے پھر دیکھو کیکڑے صاحب کی پریشانی - ریت میں چاروں طرف مارے مارے پھریں گے - جب تلاش کرلیں گے تبھی چین آئے گا -

ایک دفعہ سی انیموں کہیں کھو گیا - کھو کیا گیا بے چارا زخمی ہوگیا - ایسا ویسا زخمی نہیں - اس کے دو یا تین ٹکڑے ہوگئے - کیکڑے صاحب نے جب تک ان تینوں ٹکڑوں کو جمع نہ کرلیا، اطمینان کا سانس نہیں لیا - ذرا اس کی وفاداری دیکھو اب آپ ہیں کہ ان ٹکڑوں کو جنگل میں دبائے دبائے پھرتے ہیں -

ہرمٹ کراب صاحب بہت سست ہوتے ہیں - آپ میں اتنی تو ہمت نہیں کہ خود اپنا گھر بنا ڈالیں دوسروں کے خول میں گھسے پھرتے

٭ سپنول کی شکل کا ایک سمندری جانور جو سمندر کی تہ پر تیرتا رہتا ہے

پھر ذرا اسپاں دیکھئے اس خول کے باہر پہرا جوکی بھی رکھتے ہیں۔ چوکی دار وہی سی انیمون پھر ایک دو نہیں بہت سے۔

اب تم یہ ضرور پوچھوگے کہ آخر کیکڑے صاحب سی انیمون کو کیوں لادے لادے پھرتے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ کیکڑے بہادر ہوتے ہیں۔ بڑے جنگی، خونی۔ غصہ تو ان کی ناک پر ہوتا ہے۔ راہ چلتوں سے اُلجھ پڑنا، کمزور ملا تو مار ڈالنا۔ مضبوط سے پالا پڑا تو لہو لہان ہو جانا، یہ روز کے کام ہیں۔ ایسے جھگڑالو کو بھائی دور سے سلام۔ جب یہ کہیں بُرے پھنستے تو ان کی مدد کے لئے کوئی جانور نہ آتا۔ یہ دیکھ کر انھیں اپنی حفاظت کے لئے کچھ سوچنا پڑتا۔

ویسے تو ان کا سارا بدن ایک مضبوط خول سے ڈھنکا ہوتا ہے۔ جس کے بل پر اُن کی ساری تیس مار خانی ہوتی ہے لیکن ان کی دم کا کچھ حصہ کھلا ہوتا ہے، اور وہ بہت نرم ہوتا ہے۔ دشمن ان پر حملہ کرتا ہے تو اسی طرف سے۔ اسی لئے انھیں اس کے بچاؤ کی یہ ترکیب سوجھی کہ اس پر ایک فوج بٹھال لی جائے۔ اس کام کے لئے سی انیمون سے اچھا اور کون ہوسکتا تھا۔ کڑوا، کسیلا، چکٹ جانور آخ تھو، اور پھر نشانہ باز ایسا کہ جہاں کسی دشمن کے اپنی زہر کی بنار ڈق ماری وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ جب ہی تو خونی سے خونی جانور بھی اس کو دیکھ کر کترا جاتے ہیں اور جب ہی تو کیکڑے بہادر ان کو پالتے ہیں۔

لیکن یہ سپاہی مفت کی ڈیوٹی نہیں دیتے اس کے بدلے میں کیکڑے بہادر کی طرف سے اُن کے لئے راتب، رہنے کی جگہ اور سیر سپاٹے کا مفت انتظام ہوتا ہے۔ کیکڑا جو کچھ شکار کرتا ہے۔ اس میں ان کا حصہ ضرور لگتا ہے۔

دفتر میں پیام تعلیم کی کچھ جلدیں موجود نہیں ہیں مثلاً، (۱) مئی تا، اکتوبر ۱۹۲۸ء (۲) ۱۲ جولائی تا دسمبر ۱۹۳۱ء۔ (۳) جنوری تا جون ۱۹۳۲ء (۴) جولائی تا دسمبر ۱۹۳۲ء (۵) جنوری تا جون ۱۹۳۶ء (۶) جنوری تا جون ۱۹۳۳ء۔

دفتر کو ان جلدوں کی سخت ضرورت ہے۔ جو پیامی خوشی سے یہ جلدیں الگ کرنا چاہیں وہ ہمیں لکھیں ہم اُنھیں قیمت دینے کو تیار ہیں۔

سچا لڑکا (ڈراما)

قیصر .... ایک نیک لڑکا
نسیمہ .... قیصر کی ماں
فرحت .... نسیمہ کی سہیلی

پہلا منظر

مدرسے کی چھٹی کے بعد قیصر .... گھر آنے لگتا ہے .... راستے میں ٹھوکر لگ جاتی ہے .... گر پڑتا ہے ..... سلیٹ ٹوٹ جاتی ہے۔ وہ اُٹھ کر کپڑے جھاڑتا ہے۔ اور روتا ہوا گھر کی طرف چل پڑتا ہے۔ راستے میں فرحت (نسیمہ کی سہیلی) مل جاتی ہے۔

فرحت :۔ قیصر بیٹا کیوں رو رہے ہو؟

قیصر :۔ خالہ ۔ میں راستے میں گر پڑا۔ سلیٹ ٹوٹ گئی ۔ اب اماں جان سزا دیں گی۔

فرحت :۔ تو بیٹا تم اپنی ماں سے کہہ دینا کہ ایک شریر لڑکے نے دھکا دے دیا۔ میں گر پڑا ، اور سلیٹ ٹوٹ گئی ۔ اس طرح سزا سے بچ جاؤ گے ۔

قیصر :۔ توبہ .... توبہ .... خالہ بی یہ کبھی نہیں ہو سکتا ۔ اللہ میاں جھوٹ بولنے سے ناخوش ہو جاتے ہیں۔ میں تو سچ سچ کہہ دوں گا ۔ ....

دوسرا منظر

(نسیمہ بیٹھی ہے ۔ قیصر گھر پہنچ کر اپنی ماں کو سارا حال سناتا ہے۔)

نسیمہ :۔ بیٹا چوٹ تو نہیں لگی ۔

قیصر :۔ نہیں بازو پر ذرا سا زخم آ گیا ہے۔

(فرحت آتی ہے)

فرحت :۔ بہن نسیمہ خدا ہر ایک کو ایسا ہی نیک لڑکا عطا کرے ۔ تم نے اُسے بہت

اچھی تربیت دی ہے ۔ میں اُسے آزما رہی تھی ۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے امتحان میں کامیاب ہوگیا ۔

قیصر :- اماں جان! آج ماسٹر صاحب نے نتیجہ سنا دیا ۔ میں اول نمبر پاس ہوا ہوں ۔

نسیمہ :- شاباش ، بیٹا نیک طالب علم ایسے ہی ہوا کرتے ہیں ۔

فرحت :- میاں قیصر میں تمھیں دو امتحانوں میں کامیاب ہونے کی مبارک باد دیتی ہوں ۔

قیصر :- (حیران ہوکر) کون سے دو امتحان؟

فرحت :- بیٹا ایک اسکول کا امتحان ۔ دوسرا آزمائش کا ۔ تم دونوں میں پورے نکلے ۔ شاباش ۔ میاں قیصر شاباش ....

احسان اللہ خاں آنادی

پہیلیاں

ان سب پہیلیوں کے صحیح حل بھیجنے والے کو سیرۃ الرسول انعام میں دی جائے گی ۔ حل پیام تعلیم کے پتے پر آئیں گے ۔

۱- لہو حلال ، گوشت حرام ۔

۲- اے بہن بازار کو جائیں گے ایک شیشی میں دو رنگ لائیں گے

۳- ساری گدڑی جل گئی ۔ جلا نہ ایک تاگا گھر کے لوگ پکڑے گئے گھر کھڑکی ہوکر بھاگا ۔

۴- امیر رکھتے ، غریب پھینکتے ۔

۵- لال چھڑی میدان گڑی

۶- ایک تالاب سے آلا (اعلیٰ) لوگ کریں اس کا منہ کالا ۔ الٹی کرو تو سیدھی ہو ۔ جو بوجھے وہ گیانی ہو ۔

۷- ایک اناری دو سنجارے ۔ مارو تو مرتے نہیں ، موت سے ڈرتے نہیں

۸- ایک ڈیرا ایسا ہیرا ۔ پانی برسا اللہ تیرا ، پر نہ بھیگا پر میرا

قاضی محمد بن علی اعلیٰ ۔ جون پور

لطیفے

نوکر :- (مالک سے) میں اس پرانے کوٹ کو پھینک دوں

مالک :- نہیں اس کوٹ کو نہ پھینکنا ۔

نوکر :- کیوں

مالک :- جب میں سال کے بعد انکم ٹیکس افسر کے پاس جاتا ہوں تو یہی کوٹ پہن کر جاتا ہوں ۔

ہری کرشن

ضد تھی کہ روزہ رکھیں گے

احمد حسن ۔ فتح گڑھ

امّاں سے، آبا سے، بجیا سے اور نانی
امّاں سے، سب سے کہہ رکھا تھا کہ روزہ ضرور
رکھیں گے۔ پہلا، مگر سب ہی کہتے تھے کہ ابھی
چھوٹے ہو۔ بیماری سے اُٹھے ہو، خدمت
کرو۔ مگر رضیہ جو روزہ رکھتی تھی۔ عمر میں
مجھ سے بڑی تھی تو کیا، میرے کندھے تک
تو آتی تھی بس، اور پڑھنے لکھنے کا یہ حال کہ
بی بی کو یہ بھی معلوم نہیں کون سا مہینہ کس کے
بعد آتا ہے۔ ایک دن کہنے لگیں کہ بس اب
اکتوبر کے بعد رمضان شریف آ جائیں گے۔

امّاں نے کہا "پگلی۔ رمضان تو چاند
کے مہینے سے آتے ہیں۔ اب شبرات ہے۔ اس
کے بعد رمضان، پھر عید، خالی، بقر عید
محرم ....

...."تیرہ تیزی بارہ وفات ......" اور
میں نے باقی مہینوں کے نام فرفر سنا دئے۔

"اماں، اماں مجھے بھی روزے رکھ لینے
دیجئے۔"

"نہیں بیٹے تم ابھی چھوٹے ہو۔ بیماری
سے اُٹھے ہو۔ طبیعت نہ کہیں خدانخواستہ
خراب ہو جائے۔"

"نہیں امّاں بس ایک، اور اماں رضیہ
جو ...."

"بس رضیہ کی ریس کئے جاؤ۔" امّاں
کو غصہ آ گیا۔ انھوں نے کہا "اگر رضیہ
اندھے کنوئیں میں جا کودے، تو پھر تم بھی
اندھے کنوئیں میں جا کودنا۔"

اور ہم چُپ ہو گئے ...... مگر روزے
رکھنے کا شوق، ہم کسی سے کم ہیں کیا؟ نماز
تو آتی ہے۔ تو پھر روزے کیوں نہیں رکھ سکتے
آبا کہتے ہیں صحت نہیں ٹھیک ہے۔ دُبلا پتلا
بچہ ہے ابھی ...... اور اس روز شبرات کے
دن کلّو کو پٹخ دیا تھا۔ اتنا بڑا تھا وہ۔

پھر چاند نکل آیا...... سحری کے لئے چیزیں پہلے ہی سے منگا کر رکھ لی گئی تھیں۔ نان پاؤ، دودھ جلیبیاں۔

بجیا جلیبیاں دودھ میں بھگو رہی تھیں کچھ کھاتی بھی جاتیں۔ امّاں پاس سے گذریں اور کہا "اُف رے ندیدی" پھر ہم چُپکے سے بجیا کے پاس گئے "بجیا بجیا کتنی اچھی ہیں آپ۔ دیکھیں دودھ میں بھیگ کر جلیبیاں کیسی ہو جاتی ہیں"

بس اب باتیں نہ بناؤ، بدنیت کہیں کے میں تو ذرا چکھ رہی تھی"

پھر بجیا نے نانی امّاں کے لئے نرم نرم پراٹھے پکا کر۔ رومالوں میں دبا کر رکھ دیئے کتنا کام کرتی تھیں بجیا، آنکھوں میں دھواں گھس رہا ہے۔ آنسو پونچھتی جاتی ہیں، اور پراٹھے پکائے جا رہی ہیں، مُنہ سُرخ ہو رہا ہے۔ مگر نانی امّاں کے کام سے ذرا جو ہاتھ روکیں اور نانی امّاں بھی تو اتنی محبت کرتی تھیں اُن سے۔

ابّا نے گھڑی میں تین بجے کا الارم لگا دیا امّاں نے کہا "جو تین بجے نہ بجا الارم تو پھر؟" تو پھر آپ نے ۹ بجے کا الارم [illegible] کر دیکھا، ۹ بجے تو گھڑی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

لگا، تو پھر یقین ہو گیا کہ تین بجے بھی الارم بج جائے گا

نانی امّاں نے کہا "گھڑی میں گھنٹی کیوں لگاتے ہو، بنّن دولھا، آخر یہ گھنٹی والی گھڑی نہ تھی تو لوگ اُٹھا ہی کرتے تھے، اور پھر عید و فقیر آتا ہے نعت گاتا ہوا۔ ہر روزے دار کو اُٹھاتا چلا جاتا ہے۔

بجیا نے کہا "نہیں نانی امّاں بھلا الارم لگانے میں کیا ہرج ہے۔ اگر آنکھ نہ کھلی کسی کی تب۔ پہلا روزہ ہے رہ جائے گا"

"بغیر سحری کے رکھ لیں گے، تمھارے نانا سب روزے بغیر سحری کے رکھتے تھے"

"بھیّا مجھ سے تو بغیر سحری کے روزہ نہ رکھا جائے گا"

میں میز کے ایک کونے پر حساب کے سوالات حل کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور جی میں سوچ کر خوش ہو رہا تھا کہ اچھا ہے الارم بجنے دو، میں بھی اُٹھ بیٹھوں گا، سحری کے وقت پھر دیکھا جائے گا...... نہ رکھنے دیا ابّا روزہ"

پھر نیند آ گئی۔

اور جب آنکھ کھلی تو امّاں، ابّا، بجیا اور [illegible] سب لوگ انگیٹھی کے چاروں طرف بیٹھے

سحری کر رہے تھے۔ ایک طرف لال ٹین جل رہی
تھی، اور ان سب کے بڑے بڑے سائے
دیواروں پر پڑ رہے تھے۔
میں نے جلدی سے لحاف اتار پھینکا اور
اماں نے کہا " لو، اُٹھ بیٹھا۔ ارے
کچھ اوڑھ لے لڑکے، اتنی تو سردی ہو رہی
ہے۔"
ابا نے سحری تو کھلا دی ہماری ضد پر،
مگر جب صبح پھر اُٹھے تو ابا نے کہا " بیٹے
کچھ کھا پی لو۔ ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ تم روزے
مت رکھو۔"
" ڈاکٹر کو کیا معلوم روزوں کا ثواب"
اماں نے کہا " چنو بیٹے دیکھو تو بھلا ابھی
تو تم میعادی بخار سے اُٹھے ہو۔"
پھر بھی ہم رہے ارادے کے اٹل۔
اور اماں نے کہا " توبہ ہے بچے......
کبھی تو کہنا مان لیا کر......"
کوئی بارہ ساڑھے بجے باہر باغیچے میں
رضیہ اور کلو کے ساتھ کھیلتے گذر گئے، پھر دوپہر
کو نانی اماں نے بلایا اور اپنے پاس لحاف میں
سلا لیا۔ آنکھ کھلی تو خوب بھوک لگ رہی
تھی۔ جی میں آیا کچھ کھا لوں۔ مگر روزے کا خیال
ایک دم سے آیا۔ زبان ہونٹوں پر پھیر لی۔

عصر کی نماز کے وقت وضو کیا تو جی میں
آیا کہ کلی کرتے کرتے پانی پی جاؤں۔
مغرب کے وقت تک پڑے رہے، اُٹھا
ہی نہ جاتا تھا۔ اماں نے سر پر ہاتھ پھیرا، ابا
نے پاس بٹھا لیا۔ بجیا تو منہ ڈھکے پڑی تھیں
اُن کے سر میں درد تھا۔ چار جو نہیں ملی دد
وقت سے۔ رضیہ باورچی خانے رحیمن کے
پاس بیٹھی افطاری بنوانے میں مدد کر رہی تھی
اس نے بجیا کو آواز دی " بجیا آؤ، منگوڑے
(بیسن کی پھلکیاں) بنوا لو۔"
شام کو ابا کے ایک دوست آئے انھوں
نے ہمیں بلا کر دیکھا اور ہماری ہمت کی بڑی
تعریف کی۔ ابا کہنے لگے کہ ہم نے اور ان کی
ماں نے اتنا اتنا منع کیا، سمجھایا مگر یہ نہیں
مانا۔ " بڑا بلند ہمت بچہ ہے۔" انھوں نے
کہا اور یہاں ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔
پھر ہم نے باورچی خانے کا چکر لگایا۔ بجیا
تو الگ بیٹھی تھیں۔ سر پر رنگین رومال باندھے
بڑی اچھی لگ رہی تھیں اور ان پر ترس آ رہا
تھا۔ میں نے کہا " لاؤ بجیا تمھارا سر دبا دوں
کیسا منہ اُتر آیا ہے تمھارا....
" بس چل ہٹ بھی لڑکے۔ اپنا منہ تو
دیکھو جا کر پہلے آئینے میں پھر کسی سے ہمدردی کرنا

اور انھوں نے اپنا سر رومال سے اور کس لیا۔
اماں میٹھی پھلکیاں تل رہی تھیں۔ سیو رکھے تھے۔ منگورے رکھے تھے۔ دال موٹھ تھی۔ دہی بڑے تھے۔ منہ میں پانی آیا اور ہم وہاں سے پھر ہوئے رفو چکر۔
اب افطار کے وقت کا انتظار تھا۔ آسمان پر بادل گلابی ہوگئے۔ پھر کالے ہونے شروع ہوئے۔ اور ابا نے کہا بس روزہ افطار لو وقت ہوگیا، ہم لوگوں نے نانی اماں والے طوے سے روزہ افطارا ابا کہتے جاتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ لَکَ صُمْتُ ...... الخ
اور ہم دہراتے جاتے۔ رحیمن روزہ افطار لو۔ اماں نے رحیمن سے چلّا کر کہا اور اس نے نمک کی کنکری سے روزہ افطارا، پانی پیا اور نماز کو اٹھ کھڑی ہوئی۔ بجیا جائے پی رہی تھیں اور ہم اور رضیہ جلدی جلدی میٹھی پھلکیاں کھا رہے تھے۔

ذرا سنئے صاحب!

جو پیامی جوبلی سے پہلے پہلے اپنے پرچے کے سب سے زیادہ خریدار بنائیں گے یا پیام تعلیم جوبلی فنڈ میں سب سے زیادہ چندہ جمع کریں گے۔ ان کا نام جوبلی نمبر میں شائع ہوگا۔ اور اُن کی خدمت میں انعام بھی پیش کئے جائیں گے۔ پانچ پانچ روپے کی قیمت کے

جنوں کا مکان

بدر منیر سیپورہ ہائی اسکول۔ گیا۔

آج رات کو کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اور ہم صبح ۹ بجے سے پہلے نہ اُٹھ سکے۔ ہمارے ملازم نے چائے کا پانی چولھے پر رکھ دیا، اور کسی ضرورت سے باہر چلا گیا۔ میرے دوست اس کی واپسی کا انتظار نہ کر سکے۔ اور خود چائے بنانے پہنچ گئے۔ مگر جب دیگچی کھولی تو اس میں دودھ اُبل رہا تھا ان کو گل فام پر سخت غصہ آیا اس نے ابھی تک چائے کا پانی نہیں رکھا اتنے میں ملازم آگیا۔ وہ اس پر خفا ہونے لگے۔ اس نے کہا میں نے تو پانی رکھ دیا ہے، اور چائے کے لئے دودھ الگ رکھا ہے۔

اب جو دودھ کی دیگچی دیکھتے ہیں تو اس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ مگر اس تبادلہ سے ہمارا کچھ فائدہ ہو گیا۔ کیونکہ ہمارا دودھ تقریباً ڈیڑھ پاؤ تھا، اور دیگچی میں ۱½ سیر، دو سیر کے قریب دودھ نظر آرہا تھا۔ اب پھر گل فام نے چائے کے لئے پانی رکھا۔ تھوڑی دیر بعد دیگچی کا ڈھکن

(۲)

خود بخود اُچھلنے لگا۔ اس سے ایسی آواز آنے لگی جیسے کہیں ہارمونیم بج رہا ہو۔ ہم نے ملازم کو منع کیا کہ ابھی دیگچی چولھے سے مت اُتارو۔ اور ہم لوگوں نے دودھ پی لیا۔ یہ بہت مزیدار اور میٹھا دودھ تھا۔ ہم نے اپنے میزبان کو یہ مزیدار تماشا دیکھنے کے لئے بلایا۔ مگر سوائے ہمارے میزبان کے لڑکے کے اور کوئی نہ آیا۔ چنانچہ ہم لوگ تقریباً ایک گھنٹے تک باجا سنتے رہے۔

اب ہم نے دل میں خیال کیا کہ خواہ مخواہ ہر شخص ہم کو یہاں ٹھہرنے سے منع کرتا ہے۔ حالانکہ یہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہے کھانا کھانے کے بعد ہم لوگ شکار کھیلنے چلے آج ہمارے ملازم گل فام نے وہی رات کا شکار پکایا تھا۔ کھانا بڑا مزے دار تھا۔ اس لئے ہم نے سوچا کہ ان بزرگ کے لئے بھی کچھ لے چلیں۔ جن سے رات میں ملاقات ہوئی

تھی۔ چنانچہ ہم نے ایک ناشتہ دان میں کچھ کھانا رکھا اور جنگل کو روانہ ہوئے۔

سات کا راستہ ہمیں اچھی طرح یاد تھا اور ہم لوگ گھنٹہ دو گھنٹہ میں اس جگہ پہنچ گئے جہاں ان بزرگ کی جھونپڑی تھی۔ مگر اب یہاں جھونپڑی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ہم لوگوں نے خیال کیا کہ شاید یہ جھونپڑی کسی اور طرف ہوگی۔ متواتر تین چار گھنٹے تک ان بزرگ کو تلاش کرتے رہے مگر ان کا یا ان کی جھونپڑی کا کہیں پتہ نہیں چلا۔

اب شام کا وقت ہو رہا تھا، اور ہم لوگ بہت تھک گئے تھے اس لئے کھانا کھانے کے لئے ناشتہ دان کھولا تو معلوم ہوا کہ وہ بالکل خالی ہے۔ خیر صبر و شکر کر کے بیٹھ رہے پھر گھر چلے۔ راستے میں ہرن کا شکار کیا اور ہم لوگ اُٹھا کر گھر لائے۔ جب گھر پہنچے تو ملازم نے ایک کاغذ دیا، یہ اُسے صحن میں پڑا ہوا ملا۔ اس میں تحریر یہ تھا کہ مکان نہ چھوڑو خیر آج کی رات ہم دیکھیں گے "۔ ہم نے اس پر کوئی توجہ نہ کی اور کھانا وغیرہ کھا کر برج کھیلنے کے بعد سو رہے۔

رات کے شاید بارہ بجے ہوں گے۔ ایک کوٹھری سے میاؤں میاؤں کی آوازیں آنے لگیں۔ تھوڑی دیر تک تو ہم نے کچھ خیال نہ کیا مگر جب آوازیں بڑھتی رہیں تو ہم نے گل فام سے کہا کہ اس بلی کو بھگاؤ۔ اس نے کوٹھری میں جا کر دیکھا تو وہاں ایک بڑی بڑی آنکھوں والی ایک بلی بیٹھی تھی اور اس کے سامنے دو تین سال کا ایک آدمی کا بچہ پڑا ہوا تھا۔ بلی اُس کے چاروں طرف گھوم رہی تھی، اور میاؤں میاؤں کر رہی تھی۔ گل فام کچھ ڈر گیا اور واپس آکر یہ قصہ ہم سے بیان کیا۔ اس وقت میزبان صاحب کے لڑکے مصطفیٰ بھی موجود تھے۔ مگر وہ تو یہ سن کر فوراً ہی گھر چل دئے۔ میں نے ایک ڈنڈا، اور عزیز صاحب نے بندوق، اور جلال صاحب نے لالٹین ہاتھ میں لے لی۔ اور اس کوٹھری کے قریب گئے۔ مگر وہاں پہنچتے ہی ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہاں بجائے ایک کے تیس چالیس بلیاں تھیں۔ اور بچہ کہیں نظر نہ آتا تھا۔ یہ بلیاں عام بلیوں سے بڑی تھیں۔ اور ان کی آنکھیں بھی خوفناک تھیں اندھیرے میں ایک ہی بلی کی آنکھوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تو پچاس ساٹھ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ یہ منظر اس قدر خوفناک تھا کہ ہم سب کے اوسان خطا ہوگئے۔ میرے دوست

جلال صاحب قدرے کم زور دل کے تھے۔ وہ ڈر کے مارے لالٹین پھینک کر بھاگ گئے۔ اندھیرا ہوتے ہی سب بتّیاں غائب ہو گئیں۔ دوبارہ روشنی کی گئی تو کوٹھری میں ایک بتّی بھی بچی نہ تھا۔ ہم لوگ بہت دیر تک اس واقعہ پر غور کرتے رہے۔ مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی۔ مجبوراً سو گئے اور رات نہایت آرام سے بسر کی۔

صبح اُٹھ کر جو دیکھتے ہیں تو بہت سی عجیب و غریب باتیں ظہور میں آ رہی تھیں۔ یعنی ہم سب کے سوٹ کیس غائب تھے۔ بندوقیں موجود تھیں مگر ان کی نالیں بالکل مڑی ہوئی تھیں۔ فرش پر کارتوس ٹوٹے پڑے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کو کسی نے چبایا ہے۔ اُن کے چھرّے اور گولیاں اِدھر اُدھر بکھری ہوئی تھیں۔ میری قمیص کسی نے کاٹ دی تھی ہمارے دوست کے سر کے بال آدھے غائب تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کسی نے استرے سے کاٹ کر دو رات کر دیا ہے۔ ایک صاحب کا مُنہ کالا کر دیا گیا تھا، اور میرے نوکر گل فام کا ایک ہاتھ غائب تھا۔ لوگوں کو اپنی حالت پر ہنسی بھی آ رہی تھی اور غصّہ بھی۔ ابھی ہم سب آپس میں گفتگو ہی کر رہے تھے کہ ایک دم میرے دوست کی نظر دیوار پر پڑی۔ وہاں کوئلے سے موٹے حرفوں میں لکھا ہوا تھا "ابھی تو صرف سامان کا نقصان ہوا ہے۔ اب تمھاری جانوں کا نمبر ہے۔" یہ دیکھ میرے ایک دوست نے چلّا کر کہا "بھائی جو کوئی بھی ہو ہے بڑا بزدل۔" یہ جملہ ابھی ختم ہی ہوا تھا کہ ایک گوشے سے کرخت آواز میں جواب آیا "کیا ہم بُزدل ہیں؟" "بُزدل نہیں تو کون ہو۔ اگر ہمت ہے تو سامنے آؤ۔" "خیر ہمیں آپ سے لڑنا نہیں ہے۔ لیکن ہمارا جس قدر نقصان ہوا، اس کا ذمّے دار کون ہے؟" میں نے کہا "تم خود ہو ہم نے پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔" یہ سُنتے ہی ہم لوگوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ یہ تو جنگل والا بڈھا بول رہا ہے۔ ہو نہ ہو وہ کوئی بُزرگ تھے۔ انھوں نے اس مکان میں رہنے کے لئے بھی منع کیا تھا۔ چنانچہ ہم لوگ ایک زبان ہو کر معافی مانگنے لگے، اور کہنے لگے "خیر اب تو قصور ہوا مگر آپ ہماری چیزیں واپس کر دیجئے۔ اور ان چیزوں کو ٹھیک کر دیجئے تو مکان فوراً خالی کر دیا جائے۔" "ایسا نہیں ہو سکتا۔" تو پھر آپ کو چیزیں غائب کرنا اور ان کو توڑنا پھوڑنا ہی آتا ہے۔ میرے دوست نے کہا "دیکھو تم ضد سے باز نہیں آتے، پھر پچھتاؤ گے۔" اس میں ضد کی کون سی بات ہے۔ آپ ہماری

چیزیں ٹھیک کر دیجئے، اور ہم مکان خالی کر دیں گے“ تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی ”اچھا“ اور ہم لوگوں کی بندوقیں خود بخود ٹھیک ہو گئیں۔ کارتوس کا ایک بڑا پیکٹ آ کر ہمارے سامنے گرا جس میں ہمارے کارتوسوں سے زیادہ تھے۔ ”اور ہمارے سوٹ کیس کہاں ہیں؟“ ہم نے پوچھا ”بتی والی کوٹھری میں رکھے ہیں“ گل فام اس کوٹھری میں گیا اور سامان اٹھا لایا۔ اب پھر آواز آئی ”اب مکان خالی کر دو“ ”شام تک مکان خالی کر دیں گے“ ”لیکن آپ ہیں کون؟“ میں نے پوچھا ”تم کو اس سے کیا واسطہ“ ”ہم آپ کو دیکھنا چاہتے ہیں“ ”تم نے ہم کو دیکھا ہے“ ”کب“ ”رات کو“ ”تو کیا آپ سفید ریش بزرگ ہیں، جنھوں نے ہماری رہنمائی کی تھی“ ”ہوں“۔ ”تو پھر آپ سے دوستی ہے“ ”جی نہیں“ ”جی نہیں کے کیا معنی۔ آپ کو ہماری دعوت کرنی پڑے گی۔ میرے من چلے دوست نے کہا“ بس خاموش رہو“ گرجتی ہوئی آواز نے کہا۔ آخر دعوت میں کیا ہرج ہے؟ میں نے ذرا نرمی سے کہا“ اچھا آج شام کو تم سب کی دعوت ہے“ مگر دعوت کے بعد مکان خالی کر دینا۔ ہم نے وعدہ کر لیا دن بھر ہم شکار کھیلے اور شام سے پہلے گھر آ گئے۔ ہم نے اپنے میزبان صاحب کو بھی دعوت میں بلا لیا۔ مگر ان میں سے کوئی نہ آیا بلکہ انھوں نے ہم لوگوں کو تاکید بھی کی، کہ اگر کہیں شام کو کھانا کھا لیا تو سب کے سب مر جاؤ گے۔ مگر ہم نے ایک نہ سنی۔ اور شام ہی سے دعوت کے وقت کا انتظار کرنے لگے بعد مغرب کسی نے کنڈی بجائی۔ جب ملازم نے دروازہ کھولا تو ایک اجنبی کھانا لے کھڑا تھا۔ کھانے میں متنجن، بریانی، فرنی، شامی کباب نرگسی کباب، شیرمال، مرغ مسلم، قورمہ اور ایک خاص قسم کا حلوہ تھا۔ ہم لوگوں نے پیٹ بھر کھانا کھایا۔ اور اپنے نادیدہ میزبان کا شکریہ ادا کر کے مکان خالی کر دیا۔ اور اسی دن رات کو گھر واپس آ گئے ◆

پچھلے پرچے میں پیامیوں کو اطلاع دی گئی تھی کہ جامعہ کی جوبلی اکتوبر کی آخری تاریخوں میں ہوگی۔ دفتر جوبلی، جامعہ نگر سے ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تاریخیں بدل گئی ہیں۔ اب جوبلی کے اجلاس ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸ نومبر کو ہوں گے۔ جو پیامی جوبلی میں شرکت کا ارادہ رکھتے ہوں، وہ ان تاریخوں کا خیال رکھیں۔

بہت سے پیامی بھائی بہنیں اپنی تصویریں اور برادریاں اپنے گروپ فوٹو پیام تعلیم میں چھپوانا چاہتی ہیں۔ اس وقت ان کی خواہش کو پورا کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہے پھر بھی اگر وہ اپنی اپنی تصویروں کی اشاعت کا خرچ بھیج سکیں تو ہم ان کی فرمائش پوری کر سکیں گے۔
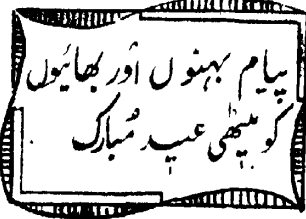
پیام بہنوں اور بھائیوں کو میٹھی عید مُبارک

برادری کی شاخیں اپنی سرگرمیوں کی اطلاع ہمیں پہنچا دے رہی ہیں۔ بعض برادریوں کے ناظم اپنے خطوں میں اپنے ہاں کی کارروائیوں کا بہت مختصر سا ذکر کر دیتے ہیں۔ مثلاً پشاور کے ناظم صاحب اپنے ایک خط کارڈ میں لکھتے ہیں "ہمارا دوسرا اجلاس ۲۲ر جولائی کو پشاور کے ایک قابل دید مقام پر ہوا۔ اس میں بہت سے کھیل ہوئے مثلاً سو گز کی تیرائی۔ ایک فرلانگ کی دوڑ، کبڈی، فٹ بال وغیرہ۔ انعامات بھی دئے گئے۔"

مگر یہ بالکل ناکافی ہے۔ رپورٹ ہمیشہ مکمل ہونا چاہیے۔

سیالکوٹ میں برادری کے قیام کی خبر پہلے دے چکے ہیں۔ یہ برادری شروع سے بہت جوش اور سرگرمی سے کام کر رہی ہے۔ اس نے ایک کتب خانہ قائم کر لیا ہے۔ چار پانچ سو کتابیں جمع ہو گئی ہیں۔ دار المطالعہ بھی کھل گیا ہے۔ پیامیوں کے لئے ایک صنعتی اسکول کھولا جا رہا ہے۔ مدرسے کے وقت کے علاوہ پیامیوں کو صنعتی کام سکھلائے جائیں گے مثلاً پالش (نکل پالش، بوٹ پالش) بنانا۔ ہر قسم کی سیاہی یا روشنائی بنانا

بڑھئی کا کام وغیرہ۔ یہ صنعتی مدرسہ بہت جلد کھلنے والا ہے۔ اس کے علاوہ وہ بچوں کا بنک بھی کھولنا چاہتے ہیں۔ تندرستی کا کلب بھی۔ ماہوار رسالہ بھی نکالیں گے۔ شاباش سیال کوٹ۔

عزیزی عبدالکریم فاروقی ناظم پیام برادری ایبٹ آباد نے اپنے ہاں کے پچھلے جلسے کی رپورٹ بھیجی ہے۔ یہاں درج کی جاتی ہے:-

پیام برادری ایبٹ آباد کا پندرھواں شاندار جلسہ میرے گھر ہوا۔ کل سترہ ممبر تھے، فرالزماں عباسی جلسے کے صدر تھے۔ سب سے پہلے محمد خیار نے تلاوت قرآن مجید کی۔ اس کے بعد صدر صاحب نے "ہم پیام برادری کو کس طرح مضبوط بنا سکتے ہیں" کے موضوع پر ایک تقریر کی۔ انھوں نے یہ بتایا کہ جب تک ہم منظم نہ ہوں گے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

ان کے بعد دوست محمد نے نعت پڑھ کر سامعین کو مسرور کیا۔ نعت کے بعد محمد رفیق الٰہی نے اپنی لکھی ہوئی ایک کہانی سنائی۔ اس کے بعد میں نے تقریر کی جس میں میں نے اُن کو منظم ہونے پر زور دیا۔

اس کے بعد بچوں کا پروگرام شروع ہوا۔ سب سے پہلے سلیم فاروقی نے کہانی سنائی۔ ان کے بعد حنیظ فاروقی اور مختار قریشی نے یکے بعد دیگرے بہت دلچسپ کہانیاں سنائیں۔ فضل الرحمٰن نے چند مزیدار لطیفے سنائے۔ اور اللہ داد نے چند دلچسپ معلومات پڑھے۔ اب جلسہ جاگو اور جگاؤ کے نعرے پر ختم کر دیا گیا۔

اگلے جلسے کے لئے ایک ڈراما اور مکالمہ بھی ہونا قرار پایا۔ پورے دو گھنٹے جلسہ ہوتا رہا۔

الراقم ناظم پیام برادری - ایبٹ آباد۔

ہم اپنے پیامیوں اور برادری کی شاخوں کو جامعہ کی جوبلی کی طرف پھر توجہ دلاتے ہیں۔ پیام تعلیم جوبلی فنڈ۔ اور پیام تعلیم کے نئے خریدار بڑھانے کے سلسلے میں ابھی تک کام بہت کم ہوا ہے۔ بھوپال کے آصف علی خاں سلمہ نے پیام تعلیم جوبلی فنڈ کے سلسلے میں پھر خاموشی اختیار کر لی ہے۔ عزیزی اسد نے ہمیں اچھی خاصی بڑی رقم بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب نے "کہیں دوسری جگہ" انعام کا بھی اعلان کیا ہے۔ اسے بھی پڑھ لو۔ اور کام نہ شروع کیا ہو تو بس شروع کر دو۔ تمھارے خطوں کا انتظار کروں گا

اسلم کی شادی اور دوسری کہانیاں یہ کہانیاں سعید بھوپالی صاحب نے چوتھے، پانچویں درجے کے بچوں کے لئے لکھی ہیں۔ پہلی کہانی میں بتایا ہے کہ کس طرح ایک غریب لڑکا ہمت و جرأت کی بدولت پری سے شادی کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ دوسری کہانیاں اسی طرح دلچسپ ہیں۔ زبان صاف ستھری ہے۔ لکھائی، چھپائی اوسط درجے کی۔ ٹائٹل دورنگا۔ ۳۲ صفحے قیمت ۵ر۔ مکتبہ ادب اردو بازار سے۔

پرستان یہ کہانی رشید صدیقی صاحب سیوہاروی نے تیسرے، چوتھے درجے کے لئے لکھی ہے۔ پرستان کا حال ایسے دلچسپ انداز میں لکھا ہے کہ شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر کتاب ہاتھ سے نہیں چھٹتی۔ زبان بھی خاص طور سے اچھی ہے۔ ایک آدھ جگہ ذرا فقرے لمبے ہوگئے ہیں لکھائی، چھپائی اور کاغذ بھی اچھا۔ بچوں کا کتب خانہ۔ ادارۂ شرقیہ حیدرآباد دکن سے مل سکتی ہے۔

قوم پرست طالب علم عبدالغفار صاحب مدھولی کا یہ ڈراما بہت دلچسپ اور کامیاب ہے۔ ایک قومی مدرسے کا طالب علم ارشد علی آزادی کی تحریک میں حصہ لیتا ہے اور سزا پاتا ہے۔ جیل خانے میں ایک ڈاکو اسے ورغلاتا اور اپنا ہم پیشہ بنانا چاہتا ہے لیکن ارشد علی پر اس کی باتوں کا ذرا بھی اثر نہیں ہوتا۔ جیل سے چھوٹ کر وہ ایک قومی بنک میں نوکر ہوجاتا ہے۔ جیل خانے کا ساتھی وہی ڈاکو بنک میں ڈاکا ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ارشد علی گرفتار کرلیتا ہے۔ ارشد علی کی حب الوطنی، سچائی اور ایمان داری، جرأت و ہمت کے واقعات اس انداز سے لکھے گئے ہیں کہ پڑھ کر بہت جوش پیدا ہوتا ہے۔ یہ ڈراما بھی بہت آسانی سے کھیلا جاسکتا ہے۔

دورنگا ٹائٹل۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ اچھا۔ قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ ← مکتبہ جامعہ، دہلی، قرول باغ